سہ ماہی مدحت لاہور

میرِ کاروانِ نعتِ جدید حضرت حفیظ تائبؒ

مدیر
سرور حسین نقشبندی
midhatlahore@gmail.com

جلد نمبر 3
شمارہ نمبر 5
ستمبر 2015ء تا نومبر 2015ء
شمارہ نمبر 6
دسمبر 2015ء تا فروری 2016ء
شمارہ نمبر 7
مارچ 2016ء تا مئی 2016ء

اعزازی سرپرست
چوہدری نورالحسن تنویر
(دبئی)

بیرون ملک اعزازی نمائندگان

سعودی عرب: محمد زبیر مدنی (مدینہ منورہ)، عاصم ظفر (ریاض) **دبئی:** محمد ارشد انجم، سلمان جاذب

مسقط: محمد مروّت احمد **انگلینڈ:** محمد جواد شائق (لندن)، محمد مسعود عالم (مانچسٹر) **ہالینڈ:** میر مختار میر

امریکہ: محمد اصغر چشتی (نیویارک)، محمد عدیل (واشنگٹن) **ناروے:** محمد ارشد شاہین

شمارے کا ہدیہ

پاکستان:	300 روپے
سعودی عرب:	25 ریال
برطانیہ	7 پاؤنڈ
بیرونِ ملک:	10 ڈالر

Account Detail

الائیڈ بنک لمیٹڈ
(فیروز پور روڈ برانچ - لاہور پاکستان)

A/c Name: **Naat Forum**
A/c No. 001-000-50-658-000-19
Branch Code: **0598**

مرکزی دفتر:
Office # 26, 2nd Floor, Big City Plaza,
Liberty, Gulberg III, Lahore. Ph: 042-35774050
Email: midhatlahore@gmail.com
Web: www.naatforum.com

زیرِ اہتمام:
نعت فورم انٹرنیشنل

کسی بھی جگہ سے ''مدحت'' کے حصول کے لئے رابطہ کریں
سرکولیشن انچارج:
محمد احمد پراچہ 03204522709
محمد حسنین 0323-4075700

ناشر محمد سرور حسین نے گنجِ شکر پرنٹرز لوئر مال لاہور سے چھپوا کر آفس نمبر 26، 2nd فلور، بگ سٹی پلازہ لبرٹی مارکیٹ گلبرگ لاہور سے جاری کیا

تقسیم کار
طٰہٰ پبلی کیشنز، اُردو بازار لاہور
0333-4470509

مدحت کا آئندہ شمارہ

حمد و نعت انتخاب نمبر 2016ء

شعرائے کرام سے گزارش ہے کہ 2016ء میں تحریر کی گئی اپنی دو عدد حمدیں اور نعتیں جلد از جلد اس پتے پر ارسال فرمائیں۔

مرکزی دفتر

نعت فورم

آفس #26، 2nd فلور۔ بگ سٹی پلازہ گلبرگ III لاہور

یا اس پتے پر ای میل کریں

midhatlahore@gmail.com

فہرست

اظھاریہ مدینہ منورہ میں دہشت گردی ---------------------------------- 11

یا حیُّ یا قیُّوم (حمدیں)

اے مالک جگ کے رکھوالے تجھ سے مرا سوال -------- ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم ---------- 21

کون پانی کواڑاتا ہے ہوا کے دوش پر -------------- انور مسعود -------------------- 23

کتنا احسان ہے تیرا یہ عنایت کرنا------------------ خورشید رضوی ----------------- 24

چاروں طرف رواں دواں اس کی عطا کا سلسلہ -------- امجد اسلام امجد ----------------- 25

مہکا ہوا عالم میں دفینہ بھی اسی کا------------------- سلیم کوثر---------------------- 26

میرے شعروں کو کمالات عطا کرتا ہے --------------- نسیم سحر ----------------------- 27

وہ لامکاں بھی ہے اور گھر بھی رکھتا ہے --------------- علی اصغر عباس------------------ 28

ہو جائے بے سکوں تو رب کے کرم میں آ ------------- نورین طلعت عروبہ -------------- 29

زندگی بھر کی ریاضت کا ثمر بخشتا ہے ----------------- واجد امیر ---------------------- 30

تیری تقسیم کا انداز عجب ہے مولا ------------------- ناصر بشیر ---------------------- 31

مرے لئے تو سمندر بھی تو صدف بھی تو --------------- غنی عاصم---------------------- 32

تو ہی خدائے لم یزل تو ہی خدائے شش جہات--------- منظر عارفی---------------------- 33

میں کب دنیا کی دولت مانگتی ہوں ------------------- حمیرا راحت ------------------- 34

دہر میں تیری عبادت کا قرینہ جاگے ----------------- زبیدہ حئی ----------------------- 35

سر یقیں بھی وہی ہے پس گماں بھی وہاں -------------- سرور حسین نقشبندی -------------- 36

سلسلہ حضوری کا (نعتیں)

قصیدۂ نعتیہ ---------------------------------- مختار الدین احمد مختار (برطانیہ) ----- 41
مجھ سے بن آئے گی کچھ نعت محمد میں کہیں ------------- خورشید رضوی ------------------ 42
رہتے تھے ان کی بزم میں یوں با ادب چراغ ---------- امجد اسلام امجد ------------------ 43
سانس لینے کا قرینہ آیا--------------------------- نجیب احمد --------------------- 44
ہر عمل آپ کا اللہ سے ملواتا ہے--------------------- سلیم کوثر---------------------- 45
گلیوں بازاروں میں چلتے لطف امیں کو دیکھا تھا -------- گلزار بخاری ------------------- 46
حال دل بہتر لگا --------------------------------- شفیق سلیمی --------------------- 47
ششدر طلسم آئینہ خانہ پڑا ہوا ---------------------- محمد سلیم طاہر ------------------- 48
دکھ سے رہائی مل گئی غم سے نجات ہو گئی---------------- اعجاز کنور راجہ ------------------ 49
دل کا نگر سلگ اٹھا غم کی گھٹاؤں میں----------------- حسن عسکری کاظمی --------------- 50
کاش میں تیرے دور میں ہوتا--------------------------- خالد اقبال یاسر ------------------ 51
نعتیہ مطلع -- جان کاشمیری------------------- 52
نبی کا عشق ملا نعت تک رسائی ہوئی------------------- اشرف جاوید-------------------- 53
آپ میں عجز و انکساری تھی---------------------------- علی اصغر عباس ------------------ 54
سبو روشن ہے، خم روشن ہے اور پیمانہ روشن ہے -------- ڈاکٹر معین نظامی ---------------- 55
وہ دل جو مہبطِ حبِ رسول ہوتا ہے -------------------- ڈاکٹر سیّد قاسم جلال -------------- 56
ترے کرم سے بھرم رہ گیا ہمارا بھی --------------------- اعجاز رضوی -------------------- 57
کتنے خوش قسمت و خوش بخت مسافر ہوں گے --------- حسین سحر --------------------- 58
مدتوں سے ہوں تشنہ کام آقا------------------------ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری ----------- 59

مستند کرنی ہو جس نے بھی عقیدت اپنی ---------------- واجد امیر ------------------------ 60
وہ نور آسمانی جب کیا اس نے زمینی------------------ ڈاکٹر ضیاء الحسن ------------------ 61
حبس نکلے دل مضطر سے وبائیں جائیں ---------------- حمیدہ شاہین --------------------- 62
مدینے کے نگر کی خاک دے دے ------------------- نورین طلعت عروبہ -------------- 63
تو کیسے گھلتی زباں پر مٹھاس لفظوں کی ---------------- شہاب صفدر ------------------- 64
نام محمد ﷺ جب لیتے ہیں ------------------------- غنی عاصم ------------------------ 65
درِ سرکار کی جس شخص نے دربانی کی ------------------ ناصر بشیر ------------------------ 66
ہونٹوں پہ مرے نعت رسول عربی ہے---------------- مروت احمد -------------------- 67
وہ ممکنات سے ناممکنات کو سوچیں ----------------- منظر عارفی--------------------- 68
دل ہاتھ ہیں اور دُعا تری یاد-------------------- کنور امتیاز احمد ----------------- 69
ہیں شام و سحر قلب میں ارمان مدینہ ----------------- طلعت سلیم -------------------- 70
جب ان کے نام پہ جلتا چراغ ہاتھ میں تھا------------- حمیرا راحت ------------------- 71
نعت جب بھی لکھی ہے کاغذ پر --------------------- حجاب عباسی--------------------- 72
حرم کے صحن کی مہکار میں پڑا ہوا ہوں---------------- ہارون الرشید-------------------- 73
کہتے ہیں جس نے بھی اک بار مدینہ دیکھا------------ اسرار چشتی --------------------- 74
ہے ذات تری اسعد اوصاف حمیدہ ----------------- سائل نظامی-------------------- 75
یا نبی ہیں دل بھی پتھر، آنکھ میں پانی نہیں ------------- سرور حسین نقشبندی -------------- 76

تحقیق و تنقید۔ فکر و فن

پاکستانی نعتیہ ادب میں قرآن مجید...... --------------- ڈاکٹر محمد طاہر مصطفےٰ۔ ناظرہ پروین -- 79
عباس بن عبدالمطلب اور ان کی نعتیہ شاعری ---------- پروفیسر مجاہد احمد ----------------- 111
فارسی نعت عہد بہ عہد۔ فضل اللہ عمید لویکی (سنامی)----- پروفیسر جمشید اعظم چشتی---------- 120

مرزا محمد رفیع سودا کی نعت------------------------- ڈاکٹر شاہد اشرف ------------- 130

نعتیہ ادب میں پی۔ایچ۔ڈی مقالات ------------- ڈاکٹر شہزاد احمد---------------- 141

اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ۔ایک لائق تحسین کاوش ------ ڈاکٹر عزیز احسن -------------- 147

مدح سرائی ---------------------------------- ذوالفقار علی ------------------ 154

''نیاز'' ایک مطالعہ ---------------------------- پروفیسر محمد عارف ------------- 159

نورین طلعت عروبہ کی حمد نگاری -------------------- سرور حسین نقشبندی ------------- 167

The Chinese Emperer Poem.... -------- آمنہ محمود -------------------- 174

حمد و نعت

صبح دم غنچہ کوئی جب بھی صدا کرنے لگے ------------ گوہر ملسیانی ---------------- 191

ہر دل میں اس کی ہے آرزو، سبحانہ سبحانہ ------------- حنیف نازش ------------------ 192

تو ہی تو اے خدا مرا پروردگار ہے ------------------ رفیع الدین زکی قریشی ---------- 193

یارب زوال ملت بیضا کو ٹال دے----------------- ڈاکٹر عزیز احسن --------------- 194

تیرے بارے میں اکثر سوچتا ہوں----------------- محمد اقبال نجمی ---------------- 195

حمد پیرا ہوا ہر ایک نظارہ تیرا ---------------------- غلام معین الحق گیلانی------------ 196

یارب نہ دل میں آرزو گہر کی ہے ------------------ خورشید بیگ میلسوی ----------- 197

خزاں رسیدہ چمن کو بہار دے یارب --------------- حلیم حاذق ------------------ 198

صبر، انکسار، شکر، صداقت، کرم، سخا------------------ محمد شہزاد مجددی --------------- 199

طاری ہے مجھ پہ خوف اجل رب ذوالجلال ----------- فیض رسول فیضان ------------ 200

احساس طلب کی جو رسد ہے وہ احد ہے--------------- ریاض ندیم نیازی -------------- 201

یارب مری نگاہ کو اتنی رسائی دے------------------ اکرم سحر فارانی ---------------- 202

کیا ہے حیرت کا سلسلہ ہے کوئی -------------------- محمد مسعود اختر ------------------ 203

ترے نغمے سنے میں نے پہاڑی آبشاروں میں -------- نجمہ یاسمین یوسف-------------- 204

الٰہی مشکلیں آسان کر دے ------------------------ احمد محمود الزماں ---------------- 205

قدم قدم پہ جہاں کو سنائی دیتا ہے ----------------- نثار ترابی ------------------------ 206

کرو ذکر تم صبح و شام اللہ اللہ ---------------------- خواجہ محمد عارف ------------------ 207

ترے در پہ میری جھکی جبیں تری شان جل جلالہ -------- ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم -------- 208

شمع انفس جلائے، کن فیکون ---------------------- سرور حسین نقشبندی -------------- 209

مجھ پر خدائے پاک کی رحمت تو دیکھئے--------------- ضیاء محی الدین گیلانی ------------ 210

لے کر در رسول سے آئی ہے میرے نام --------------- ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم --------- 211

لب پہ مرے نگار شریعت کا ذکر ہے ----------------- گوہر ملسیانی ------------------ 212

یہ بھی جہاں انہی کا وہ بھی جہاں انہی کا--------------- ریاض حسین چودھری ------------ 214

ہوئے ہم جو نزدیک در دھیرے دھیرے -------------- منیر قصوری ------------------- 216

یہی ہے بخت کا بیدار ہونا ------------------------- حنیف نازش ------------------- 217

وجہ تخلیق دو عالم ہیں محمد مصطفےٰ ---------------------- سید معین الحق گیلانی------------- 218

راز و نیاز کن فیکوں کا پتا ملا ------------------------ سید ریاض حسین زیدی ---------- 219

گنہگارو سنبھل جاؤ مدینہ آنے والا ہے --------------- علامہ قمر الزماں قمر اعظمی---------- 220

دلنشیں جرات اظہار کہاں سے لاؤں --------------- حلیم حاذق ------------------ 221

دلبر و دلدار و غمخوار و سخی میرے حضور------------------ عبدالحمید قیصر ----------------- 222

جب خیال شہ عرب آئے ------------------------ غضنفر جاوید چشتی --------------- 223

منتقل ہو رہا ہے بفضل خدا آخرت کا خزینہ سخن در سخن---- عثمان قیصر ---------------------- 224

لمحہ لمحہ ہے تصور ہم کنار مصطفیٰ -------------------- بشیر رزمی ---------------------- 225

سحاب نور جو چھایا تو میں نے نعت کہی --------------- فیض رسول فیضان ------------- 226
اے نبیوں کے سید و سرور، انا اعطینک الکوثر ----------- محمد شہزاد مجددی ---------------- 227
کہکشاں دھول گرد سفر روشنی ---------------------- نجمہ یاسمین یوسف-------------- 228
مثال شمع فروزاں ہے مصطفیٰ کی حدیث -------------- سیدہ پروین زینب-------------- 229
پہنچ ہی جاتے ہیں بے بال و پر مدینے میں ----------- عزیز الدین خاکی --------------- 230
بہار ہو کہ خزاں ہو چلو مدینے چلیں ----------------- جمشید چشتی-------------------- 231
زباں پر ہو ذکر و ثنائے محمد ﷺ---------------------- خواجہ محمد عارف ----------------- 232
بچھا ہوا ہے صدیوں سے اک دستر خوان مدینے میں----- محمد انیس انصاری -------------- 233
نعت کہنا مری قسمت کرنا-------------------------- محمد مسعود اختر ------------------ 234
پوچھتے ہو کیا ہم سے مدح شہ میں کیا پایا -------------- ریاض ندیم نیازی -------------- 235
جاں مہک اٹھی ہے گھنگور گھٹا چھائی ہے --------------- ڈاکٹر خالد الیاس--------------- 236
افق پہ جاں کے کوئی ماہتاب اترا ہے ---------------- محمد یٰسین قمر ------------------ 237
جب سجتی ہے بندے کی دعا صل علی سے-------------- ابراہیم حسان------------------ 238
مجھ کو بھی ملے اذن سفر سید سادات ----------------- محمد آصف قادری--------------- 239
قلم کو مرے یہ اجازت ملی ہے ------------------------ سمعیہ ناز اقبال ---------------- 240
اس لیے روشن ہوئے شام و سحر کے راستے ------------ سعدیہ سیٹھی ------------------ 241
جانِ سخا ہیں ساقیٔ کوثر ﷺ-------------------------- محمد قاسم کیلانی ---------------- 242
محفل میں ہو رہی تھی بہار چمن کی بات----------------- احسان حیدر ------------------ 243
جب مدینے کی کوئی راہ گزر دیکھتا ہوں --------------- سرور حسین نقشبندی ------------- 244

گوشۂ نعت نگار (سید نصیر الدین نصیر گیلانی۔ فکر و فن)

اسلام میں شاعری کی حیثیت ...... ------------------ سید نصیر الدین نصیر گیلانی -------- 247

دیں ہمہ اوست اور نصیر الدین نصیر کی نعت ------------ حفیظ تائب ------------------ 283

متاعِ زیست------------------------------------ ڈاکٹر شبیر احمد قادری ------------ 293

پیر نصیر الدین نصیر اور ان کی شاعری --------------- پروفیسر فیض رسول فیضان -------- 301

رباعیات نصیر------------------------------------ توقیر احمد شاہ ------------------ 305

غزلیات نصیر میں اساتذہ سخن کی جھلک--------------- پروفیسر محمد شاہ کھگہ ------------- 314

شخصیت

خوش درخشید ولے شعلہء مستعجل بود ----------------- ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ------------ 327

ایک ہمہ گیر شخصیت-------------------------------- ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ----------- 343

ایک وضع دار سید زادہ ----------------------------- ڈاکٹر سید قمر علی زیدی------------ 349

مردِ دوراں --------------------------------------- جسٹس (ر) نذیر غازی---------- 360

صاحب طرز ادیب---------------------------------- ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی --------- 364

منظوم خراج عقیدت

مجھ سا آزادِ جہاں بھی ہے گرفتارِ نصیرؒ ---------------- محمد افضل خاکسار---------------- 369

علم و حکمت کا خزانہ، حسنِ تحریرِ نصیر ------------------ فیض رسول فیضان -------------- 371

رفعتوں کی کتاب پیر نصیر---------------------------- ریاض ندیم نیازی -------------- 372

ترے افکار نورانی، نصیر الدین گیلانی------------------ محمد عارف قادری -------------- 373

مہرِ علی کی تجھ پہ نظر ہے نصیر الدین ------------------ سرور حسین نقشبندی ------------ 374

منتخب کلام ---------- 375

نعت کالم ونعتیہ تقریبات

مدحت اور احمد ندیم قاسمی کی نعت ---------- امجد اسلام امجد ---------- 397
سرور نقشبندی کے اعزاز میں تقریب پذیرائی ---------- اسد اللہ غالب ---------- 401
خطہ عشق محمدؐ میں عید میلاد النبیؐ ---------- ڈاکٹر محمد اجمل نیازی ---------- 405
سہ ماہی مدحت پر ایک نظر ---------- ڈاکٹر مشرف حسین انجم ---------- 408
جو آقا کا نقش قدم دیکھتے ہیں ---------- مجیب الرحمٰن راجپوت ---------- 412
یارکشائر ادبی فورم برطانیہ کا مدیر مدحت .... ---------- سمعیہ ناز (لیڈز برطانیہ) ---------- 416
نور ٹی وی برمنگھم کا خصوصی نعتیہ مشاعرہ ---------- سمعیہ ناز (لیڈز۔ برطانیہ) ---------- 418
مدحت نامے ---------- 424
(جمشید اعظم چشتی، ڈاکٹر شبیر احمد قادری، قاسم جلال، خورشید بیگ میلسوی، محمد قاسم کیلانی،
حکیم خان حکیم، محمد صادق قصوری شاکر القادری، سمیعہ ناز)
نعت فورم لائبریری ---------- محمد احمد پراچہ ---------- 435

مدحت کے لیے اپنی تخلیقات

آئندہ اس ای میل پر بھجوایئے

midhatlahore@gmail.com

اظہاریہ

مدینہ منورہ میں دہشت گردی

دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے سکینت اور محبت کی علامت مدینہ منورہ، شہر رسول کریم ﷺ جہاں ہوائیں بھی دبے پاؤں خراماں خراماں چلتی ہیں، جہاں سورج بھی اپنی کرنوں کو تپش کے بغیر اتارتا ہے، جہاں کی رات کی روشن تاریکی پر اجالے بھی رشک کرتے ہیں، جہاں کی مٹی میں بھی شفاء ہے، جہاں بڑے بڑے صاحب منصب دم بخود احترام کے سائے سے باہر نہیں ہوتے، جہاں آوازوں کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جہاں انسانوں کا ہجوم بھی خاموشی کے لہجے میں بات کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں کائنات کی وہ محبوب ہستی آرام فرما ہیں جن کو دنیا پیغمبر امن کے نام سے جانتی ہے، جو انسانوں کے لیے امن و آشتی کا پیغام لے کر آئے، جنہوں نے انسانوں کو تہذیب و تمدن اور اخلاق و اطوار کے قرینے تعلیم کئے، جنہوں نے دشمنوں کیلئے بھی چادریں بچھائیں، جنہوں نے غلبے اور فتح کے باوجود کشت و خون نہ بہا کر دنیا کو ایک نئے آئین سے روشناس کروایا، جنہوں نے ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا۔ غرض امن، محبت، صلح جوئی اور احترام انسانیت کے کون کون سے پہلو کا ذکر کیا جائے۔ افسوس صد افسوس کہ انہی کے مرکز امن شہر میں خون کی وہی ہولی کھیلی گئی جس کی لپیٹ میں اس وقت پورا عالم اسلام جکڑا ہوا ہے۔ رمضان المبارک کے با برکت مہینے میں اس شہر مبارک کی فضا میں دھماکے کی دلدوز آواز نے پوری امت مسلمہ کے دلوں پہ غم اور تکلیف کا پہاڑ رکھ دیا۔ دشمن نے یہ بہت کاری ضرب لگائی لیکن اس سے بھی بڑھ کر غم و اندوہ کا مقام یہ ہے کہ ہم آج بھی رنگ، نسل، زبان اور فرقوں اور قومیت کے شکنجوں میں کسے ہوئے ہیں۔ مجال ہے اس پر متحدہ عالم اسلام کی طرف سے کوئی مشترکہ احتجاجی آواز ہی بلند ہوئی ہو۔ کوئی ہنگامی اجلاس طلب کیا ہو یا کوئی مشترکہ لائحہ عمل ہی اختیار کیا گیا ہو۔ دراصل مغربی قوتیں ایسی کسی صورت حال کے پیش آنے پر عالم اسلام کے محض اکٹھا ہونے پر بھی نظر رکھے ہوئے ہوتی ہیں کہ کون کون اس لمحے اجتماعیت کی آواز بھی بلند کرنے کا سوچ رہا ہے۔ ہم خوف اور مفادات کی فضا میں اپنی آواز بھی بلند کرنے کے قابل نہیں رہے۔

اگر معاملات کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو حالات کس نہج پر چکے ہیں یہ سوچ کر ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے اور ارباب اختیار ہیں کہ اپنے ہی حال میں مست نظر آتے ہیں۔مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو عالم اسلام کے پچاس سے زائد ممالک میں ہر کہیں انتشار اور افراتفری کا عالم ہے جہاں یہود و ہنود اپنے عزائم کے پنجے گاڑھے براجمان ہیں۔اگر اہم اسلامی ممالک کی موجودہ صورتحال کو سامنے رکھا جائے تو ہر کوئی محض اپنے اقتدار کو بچانے کی فکر میں دراصل اپنے اور اپنی اقوام کے دشمن بنے بیٹھے ہیں جس کے سبب مغربی ایجنڈے کی تکمیل کیلئے اپنے ہی وسائل کو استعمال کرکے اپنی نسلوں کو تباہ کرنے میں مصروف عمل ہیں۔صرف اپنے ملک کے ٹی۔وی کمرشلز کا ہی بغور مشاہدہ کریں تو آپ کو ہر طرف مغربی فکر کا تسلط گہرا ہوتا نظر آئے گا۔یہاں تو اس ملک کے نظریئے کے خلاف بھی ہمارے ہی میڈیا پر پراپیگنڈہ کیا جارہا ہے جس میں ''پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الااللہ'' کی بجائے ''لکھنے پڑھنے کے سوا، پاکستان کا مطلب کیا'' جیسے نعرے تخلیق کئے جارہے ہیں اور ہمارے ہی فنکار اور ہمارے ہی بچے یہ راگ الاپتے گھر گھر ٹی۔وی سکرینوں پر نظر آتے ہیں۔میڈیا پہ چلنے والے ڈراموں کے موضوعات کو دیکھ کر نمو پانے والی ہماری نوجوان نسل کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جن کو ذہنوں کو منجمد کرکے اسلامی شعائر سے کوسوں دور لیجایا جارہا ہے۔ایسی سوچ کو پروان چڑھانے کا سلسلہ عرصہ دراز سے جاری وساری ہے جس میں مذہب کو لوگوں کا صرف ذاتی مسئلہ ہی سمجھا جائے۔دینی شعائر کی ترغیب دینے والے اور اس پر عمل کرنے والے غیر مہذب اور غیر ترقی یافتہ سمجھے جانے لگیں اور مغربی انداز فکر رکھنے والے جدیدیت کے علمبردار گردانے جائیں۔یہ تہذیبوں کی لڑائی ہے جو صدیوں سے جاری وساری ہے جس کے سائے آج بہت گہرے نظر آنے لگے ہیں۔قومیں اپنے مفکروں کے طے کئے ہوئے ضابطے اور اصولوں پر عمل کرکے ہی ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔اس قوم کی حالت پہ سوائے ماتم کے اور کیا کیا جاسکتا ہے جس کے پاس حضرت اقبال جیسی فکر موجود ہو اور جس کی خیالات کا مرکز ہی سیرت رسول ﷺ اور قرآن کریم ہو۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نے اس عظیم مفکر سے رہنمائی لینے کے بجائے ان کے چند کلام اور نظمیں میڈیا پر نشر کرکے اپنا فریضہ ادا کرنے تک محدود کردیا ہے۔ارض وطن کے ارباب اختیار کو اقبال ڈے منانے سے زیادہ ان کے کلام اور فکر سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے لیکن ہمارے مرکز نگاہ کچھ اور لوگ ہیں۔حضرت اقبال کی فکر کا نچوڑ جواب شکوہ کا یہ شعر ہے جس کو مشعل راہ بنانے

کی جتنی ضرورت آج ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ وہ اپنی قوم کو یہ پیغام دیتے نظر آتے ہیں کہ

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز کیا لوح وقلم تیرے ہیں

بات بہت دور نکل گئی اور خیالات کا ایک بہاؤ ہے جس کے آگے بند باندھنا مشکل ہو رہا ہے۔ مدینہ منورہ میں ہونے والے دھماکے سے بات ارض وطن تک آ پہنچی ہے۔ حقیقت میں اگر اس کے تانے بانے ملائے جائیں تو آپ کو دشمن ایک ہی گھات پہ بیٹھا نظر آئے گا جس کا نشانہ پورا عالم اسلام ہے۔ آپ بھی سوچیں گے کہ نعت کے موضوع میں یہ باتیں کہاں سے در آئیں۔ لیکن میری دانست میں نعت سے تعلق رکھنے والے بھی درد کی اُسی کیفیت سے گزر رہے ہیں جس سے دنیا بھر کا ہر کلمہ گو گزر رہا ہے۔ اور نعت کا شاعر شاید اس تکلیف سے زیادہ دوچار ہے۔ بقولِ شاعر

میں ترے مزار کی جالیوں کی ہی مدحتوں میں مگن رہا
تیرے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا

جس دن یہ بات سب پر واضح ہوگئی کہ دامن رسول ﷺ کو تھامنے میں ہی عافیت اور کامیابی کا راز پنہاں ہے اور جس دن ہم نے اس راستے پر پہلا قدم رکھ دیا اسی لمحے ہمارا فاصلہ منزل کی طرف کم ہونا شروع ہو جائے گا اور ہر اٹھتا قدم ہمیں کامیابیوں کے قریب کرتا چلا جائے گا۔ دعا ہے اللہ کریم حرمین شریفین کی خود ہی اسی طرح حفاظت فرمائے جس طرح ہاتھیوں کے لشکر کا منہ ابابیلوں نے موڑ دیا تھا۔ عالم اسلام کو یکجا فرمائے اور آپس میں دست و گریباں ہونے کی بجائے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ کاش ہماری آنکھیں امت مسلمہ کو حلقہء یاراں میں ریشم کی طرح نرم اور رزم حق و باطل میں فولاد کی صورت ہوتا دیکھ سکیں۔ آمین یا رب العالمین

اس سانحے کا غم کچھ کم کرنے کے لیے شہر رسول ﷺ کے حوالے سے کہے ہوئے اپنے کچھ اشعار آپ کی نذر کر کے شمارے کے تعارف کی طرف بڑھتا ہوں۔

یوں بھی ہے رشک طور مدینہ منورہ
ہے مسکن حضور مدینہ منورہ
جس کی ضیاء زمان و مکاں پر محیط ہے
وہ آسمان نور مدینہ منورہ

ہر شے جہاں ہے حسن توازن لیے ہوئے
وہ قریہء شعور مدینہ منورہ
اللہ کی رحمتیں بھی چلی آئیں ساتھ ساتھ
پہنچے جو آنحضور مدینہ منورہ
زاد سفر نہیں مگر اتنا یقین ہے
دیکھیں گے ہم ضرور مدینہ منورہ
ٹھنڈک سی ایک جاں میں اترتی چلی گئی
جب بھی لکھا حضور، مدینہ منورہ
ہر پل جہاں پہ کیف بداماں ہے زندگی
سرور کو دے سُرور، مدینہ منورہ

مدحت کے اس شمارے کا تعارف

مدحت کی اشاعت کا دورانیہ اس بار خاصہ طویل ہو گیا جس پر قارئین سے معذرت طلب بھی ہوں۔اس کی بنیادی وجہ میری تعلیمی مصروفیت بھی تھی جس کی وجہ سے آپ سب احباب علم و دانش صرف نظر فرمائیں گے۔ مجھے مدحت کے ان صفحات پر آپ سب کو یہ بتاتے ہوئے انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور کے شعبہ اسلامی فکر و تہذیب نے ''نعتیہ ادب میں حفیظ تائب کی علمی، ادبی، تحقیقی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ'' کے عنوان پر مقالہ تحریر کرنے پہ ایم۔فل کی ڈگری عطا کی ہے۔ چاروں اطراف پھیلی ہوئی مصروفیات کی تند و تیز طغیانی میں یہ سب اللہ تعالی کے خاص فضل، صاحب نعت کے الطاف وعنایات، والدین کی دعاؤں اور اساتذہ کرام کی خاص توجہ اور آپ سب کی محبت کے سبب ممکن ہوا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ میں سے بیشتر احباب اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ عہد موجود میں نعت کے حوالے سے خالص ادبی نوعیت کا کام کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ سب سے بڑھ کر موضوعات کا چناؤ، اس کے لیے مواد کی فراہمی، گنے چنے صاحبان قلم کو اسکے لئے آمادہ کرنا اور پھر مسلسل ان کی سمع خراشی کرتے رہنا کس قدر کار دشوار ہے اس کا اندازہ صرف اس مرحلے سے گزرنے والے کو ہی ہو سکتا ہے۔ مدحت کا فوکس شروع دن سے دراصل اس بات پر بھی رہا ہے کہ نئے لکھنے والوں کی ایک کھیپ تیار کی جائے جو میری دانست

میں وقت کی اشد ضرورت ہے۔اس کے لئے مختلف شعبہ جات کے اساتذہ کرام سے مسلسل رابطہ کیا جاتا ہے اوران صفحات کے توسط ان سے پھر گزارش کی جارہی ہے کہ خاص طور پہ تحقیقی شعبہ جات میں اپنا کام مکمل کر لینے والے طالب علموں کوضرور اس کے لئے آمادہ کریں۔ظاہر ہے ایسی کوشش میں معیار پر نہ چاہتے ہوئے کئی بار سمجھوتہ بھی کرنا پڑتا ہے لیکن امید واثق ہے کہ بہت جلد ایک نئ اور توانائی سے بھر پور ٹیم تیار ہو جائے گی جن کے سپرد نعتکے نئے آفاق کی کھوج کا کام کیا جائے گا۔جس کی جھلکیاں آپ مدحت کے صفحات پہ ملاحظہ کرتے رہیں گے۔

اس شمارے میں حمد ونعت کے انتخاب کے حسب سابق دوسلسلے شامل ہیں۔تحقیقی مضامین میں بھی عربی، فارسی،انگریزی اوراردو کلاسک کی نعتیہ روایت کے ساتھ ساتھ تحقیقی،فکری،فنی اور تاثراتی مضامین شامل ہیں۔نعت کالم،ملکی و بین الاقوامی نعتیہ تقریبات کی کچھ رپورٹس،مدحت نامے اورنعت فورم لائبریری بھی حسب معمول شامل شمارہ ہیں۔

گوشۂ سید نصیر الدین گیلانی

مدحت کے گوشہ ہائے نعت نگار اس کی انفرادیت کے آئینہ دار ہیں۔ دیگر ادبی رسائل کی طرح گوشے کوصرف چند منتخب کلام کی اشاعت کی بجائے مذکورہ شخصیت کے فکر وفن کا ایک پوراعکس اس گوشے میں جھلکتا دکھائی دیتا ہے جس کے سبب قارئین، مدحت کے ہر شمارے کوایک خاص نمبر گردانتے ہیں۔اس شمارے میں بھی چراغ گولڑہ جناب پیر نصیر الدین نصیر گولڑویؒ کی شخصیت اورفکر وفن کوموضوع بنایا گیا ہے۔نعتیہ شاعری میں تین طرح کی طرز فکر کا پرتو نظرآ تا ہے۔ایک وہ نعت جو خالصتا ادبی نوعیت کی تخلیق ہوتی ہے، جس پہ کبھی ،ادبیت کا خول چڑھا ہوتا ہے،کبھی لفظی کاریگری کے نمونے ہوتے ہیں،کبھی زمینوں کے تجربات کاعکس ہوتا ہے۔دوسری قسم اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے جس میں انتہائی عامیانہ پن پایا جاتا ہے۔ان شعراء کے نزدیک نعت خوانوں کی فرمائشیں جوعموماً کسی فلمی دھن کے پراشعار لکھنے کی ہوتی ہے یا پھرمحافل میں لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کرنا پیش نظر ہوتی ہے جس کے سبب نہ تو الفاظ کا چناؤ نعت کے شایان شان ہوتا ہے، نہ بحروں کا انتخاب اس کے وقار کا آئینہ دار ہوتا ہے اور نہ ہی طرز پیشکش معیاری ہوتی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسا لہجہ بھی جو دونوں کے درمیان محوسفر ہوتا ہے۔ان شعراء کے ہاں ادبی چاشنی بھی موجود ہوتی ہے،الفاظ وتراکیب کا چناؤ بھی شاندار ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر لوگوں کے جذبات کی بھر پور

ترجمانی بھی ہوتی ہے۔ یہ لوگ اوپر ذکر کیے گئے دونوں طبقات میں افراط وتفریط کا شکار ہوئے بغیر محوِسفر ہوتے ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ دونوں میں حدّ توازن کو برقرار رکھنا نہایت مشکل امر ہے۔

صاحبزادہ نصیرالدین نصیر گیلانی ان گنے چنے شعراء کے نمائندہ ہیں جن کا شمار تیسری طرز کے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کے کلام میں عشق کی وارفتگی،عقیدے کی وابستگی، اورفن کی پختگی ایک ہی رو میں سفر کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ ان کے ہاں تمام شعری لوازمات اپنے اپنے دائرے اور حدود میں دکھائی دیتے ہیں۔لطف کی بات تو یہ ہے کہ نہ تو شعر پر ادبیت حاوی ہوتی ہے اور نہ ادبیت حسنِ شعر سے عاری دکھائی دیتی ہے اور سب سے بڑھ کر ہر سطح کا سننے والا ان کے کلام سے محظوظ ہوتا نظر آتا ہے۔بحیثیت مجموعی محافل میں ان کا کلام بڑے ذوق وشوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔

اس گوشے میں کچھ نئے اور پرانے اہم مضامین کو یکجا کیا گیا ہے جن سے ان کی شخصیت اور فن کا پورا عکس آپ کو جھلکتا محسوس ہوگا۔ان کے کلام کے انتخاب کا حصہ بھی آپ کے ذوق مطالعہ کو جلا بخشے گا۔اور منظوم خراج عقیدت میں شعراء انہیں محبتوں کا خراج پیش کرتے نظر آئیں گے۔

وفیات

محمد علی سجن

فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے بزرگ ثناء خواں وثناء گو محمد علی سجن طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔محافل میں ان کے دلگداز لہجے اور پرسوز آواز سے سماں بندھ جاتا تھا۔پاکستان بھر میں ہونے والی محافل میں انہیں مدعو کیا جاتا تھا۔پنجابی زبان ان کے گلے سے بہت بھلی لگتی تھی۔کلام میں عارفانہ رنگ کی آمیزش اور ذکر آل رسول ﷺ ان کا خاصہ تھا جو ان کے تقریبا ہر کلام میں موجود ہوتا تھا۔اکثر محافل میں ان سے ملاقات ہوتی تو بہت محبت اور شفقت کا اظہار کرتے۔ان کے ساتھ دبئی میں ہونے والی ایک محفل اور گزرا ہوا وقت بہت یادگار تھا جس میں ان کی شخصیت کے بہت سے خوبصورت پہلو سامنے آئے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔آمین

امجد صابری

صابری خاندان دنیا بھر میں قوالی کے حوالے سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ان کے انداز اور طرز پیشکش نے بہت عرصہ لوگوں کے ذہنوں کو اپنے حصار میں لئے رکھا۔امجد صابری کا تعلق بھی اسی

خانوادے سے تھا۔انھوں نے بہت کم عرصے میں نہ صرف اپنے بزرگوں کے نام اور کام کو آگے بڑھایا بلکہ ہر حلقے میں خود بھی بہت عزت کمائی۔قوالی کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کی طرف بھی توجہ دی اور میڈیا کی توجہ کا مرکز بن گئے۔مختلف چینلز پر پیش کئے جانے والے نعتیہ مقابلوں میں منصف کے فرائض بھی سرانجام دیتے نظر آتے۔رمضان المبارک میں کراچی کی شاہراہ پر ان کے بہیمانہ قتل نے ہر پاکستانی کو غمزدہ کر دیا۔ میڈیا کے آخری پروگرام میں ''جب وقت نزع آئے دیدار عطا کرنا'' پڑھتے ہوئے ان کی اشکبار آنکھیں ناظرین کے ذہنوں میں نقش ہو گئی ہیں۔ان کے باوقار سفر آخرت میں خلقت کا ہجوم ان کی مقبولیت اورمحبت کا آئینہ دار تھا۔تمام وابستگان نعت ان کی افسوسناک موت پر رنجیدہ ہیں اور بارگاہ ایزدی میں ان کی مغفرت اور بخشش کے لیے دعا گو ہیں۔

صاحبزادہ سید منظور الکونین

مدحت پرنٹنگ کے لئے فائنل ہو چکا تھا کہ خبر آئی کہ فن نعت کی نابغہ روزگار عہد ساز شخصیت جناب سید منظور الکونین صاحب بھی انتقال فرما گئے۔ میں نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ اس دور کے نعت سے وابستہ نوجوانوں کو اس بات پہ ناز ہونا چاہئے کہ انھوں نے اس دور میں نعت پڑھی اور سنی ہے جس میں سید منظور الکونین زندہ و جاوید تھے۔ بلا شبہ ان کو دیکھنے، ملنے اور براہ راست نعت سرا ہوتا ہوا دیکھنا ایک ایسا اعزاز ہے جس پر بجا طور پر ہمیں فخر ہونا چاہئے۔لوگ کہہ رہے ہیں کہ ان کے انتقال سے عہد منظور الکونین کا اختتام ہو گیا۔لیکن میری دانست میں ان کے وصال کے بعد ان کے ایک نئے عہد کا آغاز ہو رہا ہے جس میں وہ خود تو بظاہر موجود نہیں لیکن ان کی آواز کی خوشبو ہر جگہ سماعتوں کو مہمیز کر رہی ہے۔اور یہ سلسلہ دراز تر ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔منفرد اسلوب، جداگانہ انداز، دلنشیں لہجہ، بحور اور کلام کا اعلیٰ انتخاب انہیں ہمیشہ عشاقان رسول ﷺ کے دلوں میں زندہ و جاوید رکھے گا۔شعر کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے اور خود بھی شعر کہتے تھے۔انھوں نے چند نعتیں بھی کہیں۔جن میں سے ایک نعت ان کے درجات کی بلندی کی دعا کے ساتھ اظہاریئے کے ساتھ منسلک کی جا رہی ہے۔تمام اراکین نعت فورم اور قارئین مدحت سے ان کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نعت شریف

نور کے سلسلے کے سامنے ہے
نعت اپنے صلے کے سامنے ہے

ان کا دست گدا نواز سدا
میرے ہر مسئلے کے سامنے ہے

خار راہ مدینہ بن کے گلاب
زیر پا آبلے کے سامنے ہے

خلعت لامکاں کا شیش محل
حق نما آئینے کے سامنے ہے

خواب ہی میں حضور آ جائیں
نیند اب رتجگے کے سامنے ہے

در پہ آ پہنچا بندہء مایوس
آخری آسرے کے سامنے ہے

نعت پڑھتا تھا نعت لکھتا ہوں
سابقہ لاحقے کے سامنے ہے

تیرہ بخت و سیاہ روح اقدس
ان کے جلوہ کدے کے سامنے ہے

سید منظور الکونین اقدس

یا حی یا قیوم

حمدیں

میری بندگی سے میرے جرم افزوں
تیرے قہر سے تیری رحمت زیادہ
(داغ دہلوی)

صفحہ۲۰

جن کے جلووًں سے منور ہیں دو عالم تائب وہی فرمائیں
گے آ کر میرا مدفن روشن

تنظیم محمدی ﷺ لاہور کے تمام احباب
اپنی طرز کے بے مثال ثناء خواں وثناء گو

صاحبزادہ
سید منظور الکونین شاہؒ

کے انتقال پر ملال پر ان کے اہل خانہ اور دنیا بھر میں موجود ان کے شاگردوں کے ساتھ گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔آمین ثم آمین

دعا گو:

اراکین تنظیم محمدی ﷺ

کشمیری بازار، لاہور

تجھ سے مرا سوال

اے مالک جگ کے رکھوالے، تجھ سے مرا سوال
تو ظاہر، تو باطن، تجھ پر روشن میرا حال

قادِر، خالق، اعلیٰ، اولیٰ، تو عالی، متعال
داتا، رازِق، ربّ، رحیم، تو غنی، تو دین دیال

نیل گگن، یہ رنگ دھنک کے پھولوں کی مہکار
روپ ہی روپ، تو نور ہی نور ہے، تو ہی جل جلال

سورج، کرنیں، چاند، ستارے، دیپک، شمع، چراغ
تو ہی اصل اُجالا، مولا، یہ جھوٹے، نقال

بجلی، بادل، برکھا، طوفاں، سب تیری آیات
برج، ستارے، سیارے اور کیا آکاش کی چال

جھرنے، چشمے، پنکھ پکھیرو، گائیں تیرے گیت
کلیاں، بوٹے، غنچے، خوشبو، تیرا رنگ جمال

ساگر کی لہروں کے اوپر چلتی بہتی ناؤ
تیرے حکم سے محکم دھرتی، پربت اور پاتال

ٹہنی ٹہنی، پتا پتا، پھول، درخت، ہوا
تیری مالا جپتے ہیں، دن، رات، مہینے، سال

دَرپن دَرپن تیرے درشن، دھڑکن دھڑکن تو
اوپر، نیچے، مشرق، مغرب اور جنوب، شمال

جیون سارا ایسے بیتا، جیسے خواب خیال
خالی دامن، بے مایہ ہوں، بے گُن، بے اعمال

دل کا میداں چٹیل صحرا، سایہ، رکھ نہ جھاڑ
جلتی دھوپ میں پگ پگ پگ ڈولے بے وسواسی چال

اندھیاروں میں ٹامک ٹوئیے ماروں، دیپ بجھاؤں
سوچ بچار اور اندیشوں میں برپا جنگ جدال

دکھ، دلدر، درد، مصیبت، کشٹ سبھی کٹ جائیں
تو رحمان، تری رحمت سے سارے دور وبال

جی اٹھیں یا محیی پھر سے، مردہ سوچ کے کھیت
من سنگھاسن پر ہو تیرا آج نزول اِجلال

ایک ندامت کی سوغات ہے پیش ترے دربار
محشر کے دن بخشنہارا، تو میری لج پال

لمبے کھاتے ہیں پاپوں کے، تو غفار، غفور
بخش دے مجھ کو یا مولا، بن جانچے بن پڑتال

یا وہاب، ترے محبوب کا صدقہ، ملے نجات
لمبی عرض ہے مسلم لیکن، اتنا سا اِجمال

ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم

دبئی

حمد باری تعالیٰ

کون پانی کو اُڑاتا ہے ہوا کے دوش پر
کس نے بخشی پیڑ کو آتش پذیری سوچیے

کس کے لطف خاص سے نغمہ فشاں ہے سانس کی
دھیمی دھیمی، دھیری دھیری یہ نفیری سوچیے

کس کی شانِ کن فکاں سے پھوٹتا ہے خاک سے
یہ گیاہِ سبز کا فرشِ حریری سوچیے

کون دیتا ہے جوانی میں لہو کو حدتیں
کون کر دیتا ہے عاجز وقتِ پیری سوچیے

ہر دل بے مہر پر مہریں لگا دیتا ہے کون
کون کرتا ہے عطا روشن ضمیری سوچیے

بجلیوں کو کون سی سرکار سے صادر ہوا
ابر کے زنداں کا فرمانِ اسیری سوچیے

دلق پوشوں، خانہ بردوشوں کو کس نے سونپ دی
جاہِ فغفوری، کلاہِ اَردشیری سوچیے

وادی بطحا میں اک اُمی پیمبرؐ بھیج کر
کس نے کی انسانیت کی دستگیری سوچیے

انور مسعود
اسلام آباد

حمد باری تعالیٰ

کتنا احسان ہے تیرا یہ عنایت کرنا
تجھ کو منظور ہوا مجھ سے محبت کرنا

حسرتوں کا بھی کوئی روزِ جزا ہے کہ نہیں
میری حسرت میں تو تھا تیری اطاعت کرنا

حق نہیں ہے نہ سہی، تیری سخاوت کے حضور
ہے مرا کام تمنا کی جسارت کرنا

جسم زندانِ عناصر میں گرفتار سہی
تو بہرحال مرے دل پہ حکومت کرنا

بوند ہوں کامِ صدف تک مجھے پہنچا دینا
شورشِ موج میں خود میری حفاظت کرنا

دل کو دریوزۂ کثرت میں نہ اُلجھا دینا
مجھ کو ہر سانس میں تنہا تو کفایت کرنا

خورشید رضوی

حمد باری تعالیٰ

چاروں طرف رواں دواں اُس کی عطا کا سلسلہ
دنیا کے ہر بشر سے ہے جاری خدا کا سلسلہ
کوئی بھی نسل و رنگ ہو، کوئی زبان و قوم ہو!
قائم ہے سب سے ایک سا جود و سخا کا سلسلہ
ایسا ہے بے نیاز وہ، کھلتا نہیں کسی پہ بھی
اُس کی سزا کا سلسلہ، اُس کی جزا کا سلسلہ
مولا مرے وطن پہ کیوں شامِ فرات رک گئی!
ختم بھی ہو کہیں یہ اب کرب و بلا کا سلسلہ
غربت کے مبتلا بہت، دولت کے ہیں مریض کچھ
دونوں کے واسطے کوئی اب ہو شفا کا سلسلہ
شام خزاں کے صحن میں صبحِ بہار کھل اُٹھی
بابِ قبول سے ہے کیا، حرفِ دعا کا سلسلہ!
اپنی ہر اِک دُعا بھی ہے تیرے کرم سے منسلک
جیسے شفق کا شام سے، گل سے صبا کا سلسلہ
اُس کی کتاب سے بھی جو، اُس کے وجود سے بھی جو
منکر ہیں، اُن سے بھی نہیں، ٹوٹا خدا کا سلسلہ
دنیا میں کس طرح سے ہو امجدؔ عمل کا احتساب!
رکھا اسی لیے تو ہے روزِ جزا کا سلسلہ

امجد اسلام امجد

حمد باری تعالیٰ

مہکا ہوا عالم میں دفینہ بھی اُسی کا
خوشبو بھی اُسی کی ہے پسینہ بھی اُسی کا

مہتاب سے آتی ہوئی کرنیں بھی اُسی کی
افلاک پہ جاتا ہوا زینہ بھی اُسی کا

تم گنبدِ خضریٰ کو ذرا غور سے دیکھو
عالم کی انگوٹھی میں نگینہ بھی اُسی کا

تاریخ مہِ و سال کی ترتیب اُسی کی
یہ سال یہ دن اور یہ مہینہ بھی اُسی کا

بہتے ہوئے پانی کی روانی بھی اُسی کی
ٹھہرے ہوئے پانی پہ سفینہ بھی اُسی کا

جس شخصؐ کے سینے پہ اتارا گیا قرآں
وہ شخصؐ بھی اس کا ہے وہ سینہ بھی اُسی کا

ہم اس کی اجازت سے یہاں آتے ہیں ورنہ
کعبہ بھی اُسی کا ہے مدینہ بھی اُسی کا

احساس دلاتے ہوئے جھونکے بھی اُسی کے
خوشبو کی لطافت میں قرینہ بھی اُسی کا

وہ مالک و مختار ہے جس حال میں رکھے
مرنا بھی اُسی کا مرا جینا بھی اُسی کا

سلیم کوثر

حمدیہ

میرے شعروں کو کمالات عطا کرتا ہے
وہ مجھے ذوق مناجات عطا کرتا ہے

نئے موسم، نئے دن رات عطا کرتا ہے
آسماں اپنی علامات عطا کرتا ہے

جب کبھی حد سے گزر جاتی ہے تشکیک مری
اپنے ہونے کے اشارات عطا کرتا ہے

خالی الذہن وہ رہنے نہیں دیتا مجھ کو
نت نئے مجھ کو خیالات عطا کرتا ہے

مستقل رکھ کے اس الجھن میں گرفتار مجھے
معنیٔ نفی و اثبات عطا کرتا ہے

روشنی میرے لیے کرتا ہے مختص دن بھر
اوب جاتا ہوں تو پھر رات عطا کرتا ہے

مجھ سے اَرذَل کا ٹھکانہ کہیں پاتال میں تھا
میرا مالک مجھے درجات عطا کرتا ہے

میں تو راضی برضا رہنے کا قائل ہوں نسیمؔ
شکر ہے، جیسے بھی حالات عطا کرتا ہے

نسیم سحر

حمد باری تعالیٰ

وہ لا مکان بھی ہے اور گھر بھی رکھتا ہے
حدودِ وقت سے آگے سفر بھی رکھتا ہے

پسِ غبار وہ اِک آئنہ سجاتا ہے
رخِ جمال میں پھر چشمِ تر بھی رکھتا ہے

کشادہ ظرف کو وہ بے حساب دیتا ہے
شماریات پہ پوری نظر بھی رکھتا ہے

نچوڑ دیتا ہے بادل خزاں کے رستے میں
نہالِ سبز کو وہ بے ثمر بھی رکھتا ہے

وہ ایسا دوست ہے ہر دم جو ساتھ دیتا ہے
تعلقات میں اک کرّوفر بھی رکھتا ہے

جو لوگ اُس سے محبت کریں علی اصغر
تمام عمر انھیں دربدر بھی رکھتا ہے

علی اصغر عباس

حمد باری تعالیٰ

ہوجائے بے سکون تو رب کے کرم میں آ
دنیا کی حد کو چھوڑ، حدود حرم میں آ

لبیک کی صدا کبھی دھیمی، کبھی بلند!
صوتی کمال دیکھنے اس زیر و بم میں آ

سود و زیاں کا خوف ہو محشر کے واسطے
ہرگز نہ اس جہاں کے کسی بیش و کم میں آ

پلکوں سے چومنے کی تمنا ہو معتبر
تصویر خانہ کعبہ مری چشم نم میں آ

دنیا کی فکر چھوڑ کے اللہ کو پکار
جو ٹوٹتا نہیں ہے کبھی اس بھرم میں آ

کیا جانیے کہ کوئی عمل یوں قبول ہو
خود رب کہے کہ آ مرے باغ ارم میں آ

آ کے حروفِ حمد کو انوار بخش دے
صحن حرم کی روشنی نوکِ قلم میں آ

نورین طلعت عروبہ
راولپنڈی

حمد باری تعالیٰ

زندگی بھر کی ریاضت کا ثمر بخشا ہے
دستِ قدرت نے مجھے دستِ ہنر بخشا ہے
جس کی چھاؤں میں رہوں، رزق مسلسل اُترے
تیری رحمت نے وہ سرسبز شجر بخشا ہے
سِیپ میں تو نے رکھا میری طلب کی خاطر
کیوں یہ سمجھوں کہ سمندر نے گہر بخشا ہے
اے جمیل اور حسیں! حسن عطا ہے تیری
کور چشموں کو اگر حسنِ نظر بخشا ہے
علم کی بھیک بھی مانگیں تو تجھی سے مانگیں
اس لیے تو نے ہمیں کاسۂ سر بخشا ہے
کائنات اِس کے کسی کونے میں رکھ چھوڑی ہے
بے کراں ایسا مجھے دل کا نگر بخشا ہے
خوشبوئیں، ذائقے رکھے ہیں کئی رنگوں میں
اور مٹی کو عجب تو نے اثر بخشا ہے
کشتِ دل رنج سے بنجر نہ کہیں ہوجائے
آبیاری کے لیے دیدۂ تر بخشا ہے
تیری صناعی ہویدا تری تخلیق سے ہے
تو نے ہر چیز کو اندازِ دگر بخشا ہے

واجد امیر

حمد باری تعالیٰ

تیری تقسیم کا انداز عجب ہے مولا
وہ بھی پاتا ہے جو بے نام و نسب ہے مولا

تجھ کو میں جانتا ہوں تیری عطاؤں کے سبب
میری پہچان یہی گریۂ شب ہے مولا

میں جو دن رات، ترا شکر ادا کرتا ہوں
تو سمجھ یہ بھی مرا حسن طلب ہے مولا

مجھ سے خورشید و مہ و نجم سنبھالے نہ گئے
یہ اندھیروں کا جہاں، میرے سبب ہے مولا

اب پرندے بھی یہاں روتے نظر آتے ہیں
اب کہاں بزم طرب، بزم طرب ہے مولا

تیری سرکار میں خاموش کھڑا ہے ناصر
یہ خطا کار بھی پابندِ ادب ہے مولا

ناصر بشیر

حمد باری تعالیٰ

مرے لیے تو سمندر بھی تو صدف بھی تو
گہر میں ڈھالے ہر اِک ریزہ اور خذف بھی تو

ہر ایک کام مرا سہل تیری رحمت سے
مری حیات کے پورے کرے ہدف بھی تو

یہ مشرقین بھی اور مغربین بھی تیرے
اُفق کے پار بھی تو اور اس طرف بھی تو

نظامِ گردشِ لیل و نہار تیرے مطیع
زمین بھی ترا ورثہ فلک بہ کف بھی تو

ترے کرم سے غنی ہے ترا غنی عاصؔم
ہے جس کی ذات کو اِک حیلۂ شرف بھی تو

غنی عاصم

حمد باری تعالیٰ

تو ہی خدائے لم یزل، تو ہی خدائے شش جہات
تیری ہی شان کو دوام، تیری ہی ذات کو ثبات

تو ہی خدائے وحدہٗ، تو ہی خدائے لاشریک
تو ہی خدائے بے نیاز، تو ہی خدائے کائنات

تیرے بغیر کچھ نہیں، سینے میں روح کا یقیں
آنکھوں میں زندگی کی تاب، سانسوں میں گرمیٔ حیات

مرگ و حیات کا نظام، تیرے ہی حکم کا غلام
تیرے ہی ہاتھ میں مدام، سارے جہاں کی نبضیات

کس کی زبان پر نہیں، تیرے ہی نام کا دھمال
تیرے ہی وصف کی دھنک، تیری ہی یاد کا فرات

تیری ہی حمد پاک میں، ہر شے کی ابتدا سے ہے
کاسہ بکف خمیدہ سر، ساری لغت کی لفظیات

اپنی جناب میں بنا، اپنی جناب میں سجا
اپنی جناب میں بڑھا، منظر عارفی کی بات

منظر عارفی

حمدیہ مناجات

میں کب دنیا کی دولت مانگتی ہوں
فقط تیری محبت مانگتی ہوں

جبیں ایسے جھکے، پھر اُٹھ نہ پائے
میں اس سجدے کی لذت مانگتی ہوں

بھلا دے جو مجھے ساری خدائی
وہ دیوانی عقیدت مانگتی ہوں

عطا ہوجائے مجھ کو جو بھی مانگوں
طلب میں ایسی شدت مانگتی ہوں

جو میرے دشت کو گلزار کردے
اک ایسا ابرِ رحمت مانگتی ہوں

محبت کی جہاں ہو بادشاہت
زمیں پر ایسی جنت مانگتی ہوں

حمیرا راحت

حمدیہ نظم

دہر میں تیری عبادت کا قرینہ جاگے
حمد سے تیری، زمانے کا سویرا جاگے
موج در موج ہوائیں تری توصیف کریں
بحر دَر بحر ہیں پھیلے تیری عظمت کے نشاں
ابر میں نور ترا حسن و عنایت ٹھہرے
نقش گل، نغمہ بلبل، یہ رُتوں کی ہجرت
کبھی تنہائی میں اترے تری شفقت کی ضیاء
جیسے ہر سمت بکھرتا ہے ترا رختِ عطا
بزمِ کونین میں تاباں ہے ترا عکس جمال
مرا ہر لہجہ تری حمد کو مفلس، نادار
اور الفاظ ترے ذکر کو ناکافی سہی
سینۂ خاک میں پھیلیں اسی خواہش کی رگیں
تو مجھے کیف سے سجدوں کے شناسا کردے

زبیدہ حئ

حمد باری تعالیٰ

سرِ یقیں بھی وہی ہے پسِ گماں بھی وہی
تمام رنگ اسی کے ہیں بے نشاں بھی وہی
وہ ذات فہم و شعور و خیال سے بالا
ہر ایک شے سے عیاں ہے، مگر نہاں بھی وہی
زمیں پہ سبزہ و گل بھی بچھائے ہیں اس نے
سجا رہا ہے ستاروں سے آسماں بھی وہی
مسافروں کو جہاں چاہے روک لے لیکن
سفر حیات کا رکھے رواں دواں بھی وہی
ظہور اس کا ہر اک جا، وہ ہر جگہ موجود
اسی کے عرش پہ جلوے، مکین جاں بھی وہی
مجال کیا ہے خرد کی سمجھ سکے اس کو
جو بے قرار بھی رکھے، قرار جاں بھی وہی
ہر ایک شے میں تغیر اسی کے حکم سے ہے
بہار اسی کی ہے اور خالق خزاں بھی وہی
تمام دائرے اس کی طرف پلٹتے ہیں
وہی مکیں بھی، مکاں بھی ہے لامکاں بھی وہی
وجود جس نے دیا بے وجود کو سرور
ہری کرے گا پس مرگ شاخ جاں بھی وہی

سرور حسین نقشبندی

سلسلہ حضوری کا

نعتیں

رہی عمر بھر جو انیسِ جاں وہ بس آرزوئے نبیؐ رہی
کبھی اشک بن کر رواں ہوئی کبھی درد بن کر دَبی رہی
(حفیظ تائب)

ابھی مٹی نہ کھٹکی تھی ابھی پانی نہ برسا تھا
مگر بزم عناصر میں ترے ہونے کا چرچا تھا
(خالد احمد)

قصیدہ نعتیہ

خزاں گزری، بہار آئی، اُٹھے سو کر چمن اور بن | کہیں پھولوں کا میلہ ہے کہیں سبزے پہ ہے جوبن
شجر اور نخل جھاڑی پیڑ پودے بیل اور بوٹے | صنوبر سرو اور شمشاد سب کا سبز پیراہن
چنبیلی، موگرا، سورج مکھی، گیندا، کسم، کیسر | گل عباس، گل مہدی، گل لالہ، گل سوسن
چمن گلزارِ ابراہیم ہے آتش کدہ بھی ہے | دہکتی آتش گل سے ہوا ہے سرد یہ گلخن
اگر دیکھا کہ مطلع صاف ہے بے ابر ہے موسم | تو اہل گلستاں نے اوس ہی سے بھر لیے برتن
صبا نے چلتے چلتے طبلۂ عطار کھولا ہے | کہ خوشبو سے معطر دل، معطر جاں، معطر ظن
ہوا بہکی ہوئی چلتی ہے عالم سرخوشی کا ہے | پتنگے تتلیاں رقصاں، پرندے بھی ہیں نغمہ زن
چلی پروا، گھٹا چھائی، لٹیں سیتا نے بکھرائیں | معاً لے کر سیہ دیوؤں کا لشکر آ گیا راون
اُٹھے بادل کہ جیسے مست ہاتھی آئیں دَل کے دَل | صدا و شور و غوغا سے ہوا ہے چرخ کجلی بن
وہ ہلاّ آسماں پر ہے لرزتی ہے زمیں جس سے | دھمک، چنگھاڑ، ٹکر، چیخ، ریلا اور گرج گج گھن
برستے ہیں کہیں برچھے، کہیں بھالے، کہیں بلّم | کڑا کے مارتے ہیں بجلیوں کے رام اور لچھمن
بالآخر سو جتن سے خیر نے شر کو بچھاڑا ہے | کہ نیک انجام کو پہنچا بڑے گھمسان کا تھا رَن
ذرا سی دیر میں گلشن تو کیا صحرا ہوا جل تھل | کہیں ڈھونڈے سے بھی گرمی کو اب ملتا نہیں ایندھن
مجھے ایسے میں سب بچھڑے ہوؤں کی یاد آتی ہے | کہ جیسے ہاتھ میں رہ جائے باقی پھانس کی اٹکن
خدا بخشے مرے ماں باپ بھائی اور بہن، بیٹی | کہ ان کی یاد سے دل ہے مرا اک بے خزاں گلشن
مگر ایک پھول ہو قربان جس پر زندگی میری | ریاضِ عمر سے لائی ہے چن کر یاد کی مالن

خوشا قسمت کہ میرے خواب میں تشریف وہ لائے
ابھی تک یاد ہیں مجھ کو اگرچہ تھا مرا بچپن

سراپا حسن دو عالم، حسین و محسن و احسن | وہ ختم المرسلیں، محبوب، مولا، سائیں اور ساجن
اگر ہر ذرہ ذرہ ہے نشانی اپنے خالق کی | تو ہر ذرے کے سینے میں ہے بس لولاکؐ کی دھڑکن

نہ کیوں تابندۂ و رخشندہ ہوں افلاک پر انجم / کہ یہ سب تو ازل کے روز سے ہیں نور کا درپن
فرشتوں نے کیا سجدہ جسے آدم کے پردے میں / ابوالآباء نے جس کے واسطے پائی زمین و زن
جب ابراہیم سے مانگی گئی بیٹے کی قربانی / تو کس کے نام پہ چھوٹی تھی اسمٰعیل کی گردن
وہ جس کو سونگھ کر یعقوب نے پائی تھی بینائی / مہکتا تھا تری خوشبو سے کیا یوسف کا پیراہن
وہ جس کی پیش گوئی انبیاء کا فرض ٹھہری تھی / خبر دینے کو جس کی آئے تھے اوتار بدھ بامن
تری ہستی سے ہونے کا جوازِ آخری قائم / ترے دم سے رسالت کا چراغِ سرمدی روشن
اشارے سے ترے لات وہبل گرتے تھے منہ کے بل / کہ حق پر اب کبھی باطل نہ ہرگز ہوگا خندہ زن
نگاہِ لطف تیری ہو گئی جس پر ہوا کامل / ترے دست کرم کو جس نے چوما بن گیا کندن
ادا تیری شریعت ہے طریقت ہے لقا تیری / تری ہر بات میں خوبی ترا ہر فعل مستحسن
جو خاکِ پا ہوئے ذرے وہ رشک کہکشاں ٹھہرے / نشاں قدموں کے ہیں تیرے زمیں تا آسماں روشن
سفر، رفتار، وقت اور فاصلہ یک جا بیک نقطہ / کہ تیرے واسطے افلاک نے کھولا ہر اک روزن
قمر ہر ماہ تیری یاد میں دو نیم ہوتا ہے / صدا تکبیر کی آئی جہاں در گوش مہ افگن
وہ جس کی راہ میں موسم تلک بادل بچھاتے تھے / وہ جس کی یاد میں روتے ہیں مل کر بھادوں اور ساون
وہ جس کے قرب سے پتے شجر کے بات کرتے تھے / وہ جس کے ہجر میں ہوتی تھی چوبِ خشک نالہ زن
دلوں میں یاد ہے تازہ ابھی ایامِ خندق کی / ترے ہاتھوں میں ہوجاتا تھا کم پتھر کا بھاری پن
تری برکت سے کھانا ایک کا، سو پیٹ بھرتا تھا / تری رحمت سے جوئے شیر تھے بکری کے سوکھے تھن
پہاڑوں سے گراں تر تھا جو تیرے قلب پر اترا / دھلا جب نطق میں تیرے تو جیسے دودھ پر مکھن
تبسم کے ترے صدقے میں سارے پھول کھلتے ہیں / ترے دیدار سے آنکھیں سما و ارض کی روشن
حریفوں نے مگر خیر البشرؐ پر سنگ باری کی / ہوا کرتی ہے ان گلیوں میں اب تک نالہ وشیون
وہ جس کو دشمنوں نے اس کے گھر سے کردیا بے گھر / کروڑوں دل ہیں صدہا سال سے اس شخص کا مسکن
مگر ہے معجزہ سب سے بڑا تاریخ انساں کا / کہ شامل جاں نثاروں میں ہوئے وہ سب جو تھے دشمن
جہاں ناقہ ترا ٹھہرا وہ نور و خیر کا گھر ہے / قدم چومے ترے جس راہ نے ہے وادیٔ ایمن
بہ فیض ہم نشینی سارے ادنیٰ ہوگئے اعلیٰ / گیا وخس بھی تیرے زیر پا تھے مان سے چندن
وہ جس کی عاطفت میں بھیڑیا بھیڑوں سے ڈرتا تھا / وہ جس کے زیر سایہ موم ہوتا تھا دل آہن

بنی تھی کعب کی بخشش کی ضامن چادرِ رحمت　　شہنشاہوں نے آنکھوں سے لگائی وہ تری اُترن
کبھی زینت رہے جو قیصر و کسریٰ کے ہاتھوں کی　　سراقہ نے ترے صدقے میں پہنے تھے وہی کنگن
تو شہرِ علم، تو انسانیت کا محسن اعظم　　تری تعلیم سے رہبر بنے جو لوگ تھے رہزن
ہوا میں ہے لطافت آج تک تیرے تنفس کی　　ترے ریحان سے پھولا پھلا دنیا کا ہر گلشن
پرویا اک لڑی میں اس طرح صد رنگ پھولوں کو　　ہوا مضبوط تر ہر خون کے رشتے سے یہ بندھن
مگر اب شرم، خفت اور ندامت ہے ہمیں خود سے　　ہمارے دور میں ہے پھر حق و انصاف پر قدغن
کوئی جائے اماں باقی نہ گھر میں ہے نہ باہر ہے　　خدا کے بعد اب سایہ ترا ہے آمن و مامن
وطن اور ہم وطن میرے ہیں مشکل میں، خطر میں ہیں　　مری امید کی کھیتی میرے ارمان کا خرمن
ہمارا حال ہے ایسا نہ زندوں میں نہ مردوں میں　　ہمیں اب پھر تجھی سے سیکھنا ہے زندگی کا فن
اندھیرا کوئی پھر اس پر کبھی حاوی نہیں ہوگا　　محبت بس تری جس کے چراغِ دل میں ہو روغن
شفاعت کا قیامت میں ملے گا اِذن پھر تجھ کو　　اسی امید میں زندہ رہیں گے ہم پسِ مردن
زمیں سے پھر مثالِ نرگس مشتاق نکلیں گے　　کہ روزِ حشر تو پھر عام ہونا ہے ترا درشن
نہیں کچھ شک کہ بیت اللہ تو کعبہ ہے مکے میں　　مگر جنت زمیں پر ہے تو تیرے گھر کا ہے آنگن

اندھیری رات ہے شاید کہیں نزدیک ہے منزل
کہ بے قابو ہوا جاتا ہے میری عمر کا توسن

محمد مصطفیٰ صل علیٰ آقائے جان من　　مرے سر کو بھی مل جائے ذرا سا سایۂ دامن
مری غفلت نے عزمِ حاضری کو اس قدر ٹالا　　ارادے اور اعضائے بدن میں ہوگئی ان بن
قدم بوسی کی مل جائے سعادت یارسول اللہ　　اجازت دے مجھے مولا کہ ہے بے تاب تن اور من
ہر آسائش سے اے مختار بہتر ہے وہ آسائش　　کہ میں راہِ مدینہ میں ہوں خستہ جان و خستہ تن
مسافر کی یہ حسرت ہے کہ گردِ راہ ہوجائے　　ہو تیرے چاہنے والوں کے زیرِ پا مرا مدفن

یہ ترسٹھ سیپیاں لایا ہوں چن کر میں تہِ دل سے
یہی عقبیٰ کی دولت ہیں یہی دنیا کا سارا دھن

مختار الدین احمد مختار

نعت شریف

مجھ سے بن آئے گی کچھ نعتِ محمدؐ میں کہیں
ہوں ابھی مدحتِ سرکارؐ کی ابجد میں کہیں

آپؐ سے دور بھٹکتا ہے نشیمن کے لیے
دیر سے طائرِ دل روح کے معبد میں کہیں

جس طرف جاؤں وہی نقشِ قدم ملتے ہیں
عشق بے حد میں کہیں، عقل کی سرحد میں کہیں

وہی نسبت مری شریانوں میں لو دیتی ہے
گندھ گیا جس کا شرر خاکِ اب وجد میں کہیں

کب خدوخال کی تعین مناسب ہے مگر
ہے خدا جلوہ نما روئے محمدؐ میں کہیں

خوش نصیبی درِ سرکار پہ لے آئی ہے
اب ہم آتے ہیں، غمِ دہر! تری زد میں کہیں

جس پہ غش کھا کے گرے حضرتِ موسیٰ خورشید
طور اِک سنگِ نشاں ہے رہِ احمدؐ میں کہیں

خورشید رضوی

نعت شریف

رہتے تھے ان کی بزم میں یوں با اَدب چراغ
جیسے ہوں اعتکاف کی حالت میں سب چراغ

جتنے ضیا کے روپ ہیں، سارے ہیں مستعار
اپنے ہنر سے جلتے ہیں دنیا میں کب چراغ!

گزری جہاں جہاں سے سواری حضورؐ کی
حیراں تھی کہکشائیں تو ششدر تھے شب چراغ

ہر ہر قدم رفیق ہے سنت کی روشنی
جینے کا یوں سکھاتے ہیں دنیا کو ڈھب چراغ

رب سے دعا وہؐ کرتے تھے امت کے واسطے
راتوں کو بجھنے لگتے تھے گلیوں کے جب چراغ

دیکھو تو ان میں نورِ اَزل کی ہیں جھلکیاں
یہ جو دکھائی دیتے ہیں رستوں میں اب چراغ

امجدؔ مرے حضورؐ مجسم تھے روشنی
چہرہ تھا آفتاب تو لگتے تھے لب چراغ

امجد اسلام امجد

نعت شریف

سانس لینے کا قرینہ آیا — آپ کو دیکھ کے جینا آیا
یہ تو جنت کا کوئی ٹکڑا ہے — خاک میں کیسے مدینی آیا
روضہء نور کی دہلیز آئی — عرش تک جانے کا زینہ آیا
گفتگو کی تھی خدا نے ان سے — راز یہ سینہ بہ سینہ آیا
کون معراج کی شب ہاتھوں میں — لئے رحمت کا خزینہ آیا
لے چلی مجھ کو کنارے کی طرف — موج اٹھی کہ سفینہ آیا
آپ کو دیکھتے ہی محشر میں — شرم سے مجھ کو پسینہ آیا
نام تو ہے نجیب ،پر کہنا — آپ کا کمی کمینہ آیا

نجیب احمد

نعت شریف

ہر عمل آپؐ کا اللہ سے ملواتا ہے
آپؐ کا راستہ جنت کی طرف جاتا ہے

آپؐ کے بارے میں سوچا ہوا اک اک لمحہ
فکر و دانش کے نئے زاویے دکھلاتا ہے

آپؐ کی یاد میں گزرا ہوا ہر پل آقا
دائم آباد زمانوں کی خبر لاتا ہے

آپؐ کے اسم مبارک کو میں جب بھی دیکھوں
میری بینائی میں اک نور اُتر آتا ہے

آپؐ کے عشق میں یہ بات خدا نے رکھ دی
یہ شہادت کے لیے روح کو گرماتا ہے

اپنے بندوں سے کوئی بات بھی کہنی ہو اُسے
آپؐ ہی کے لبِ شیریں سے کہلواتا ہے

بس یونہی دھیان سا گزرا تھا کہ میں نے دیکھا
گنبدِ خضریٰ عدم سے بھی نظر آتا ہے

نعت کہنا تو ازل ہی سے مقدر ہے سلیم
لکھتا جاتا ہوں میں کوئی مجھے لکھواتا ہے

سلیم کوثر

نعت شریف

گلیوں بازاروں میں چلتے لطف عمیم کو دیکھا تھا
تھیں خوش قسمت جن آنکھوں نے خلق عظیم کو دیکھا تھا

مثل نہیں وہ جب کسی شے کی کون اسے پھر دیکھ سکے
البتہ اس کے مظہر کو مردِ کریم کو دیکھا تھا

حسن ازل کا روشن جلوہ احمد میں تجسیم ہوا
لفظ اللہ کے ''الف'' کو پایا حمد کی ''میم'' کو دیکھا تھا

رحمت نے ایستادہ ہوکر اس کا استقبال کیا
قریۂ بطحا نے دختر کی اس تعظیم کو دیکھا تھا

حرکت میں انگشت آئی وہ چرخ سے دھرتی پر آیا
شہر مدینہ تو نے خود ہی ماہِ دو نیم کو دیکھا تھا

ٹکرایا تھا باطل اس سے کانچ کی صورت بکھر گیا
حق پر تھا وہ آہن جیسا عزمِ صمیم کو دیکھا تھا

ناز ہمیں گلزار ہے اُن پر تھے وہ نعت نگار نبیؐ کے
ہم نے بھی خالدؔ احمدؔ کو اور ندیمؔ کو دیکھا تھا

گلزار بخاری

نعت شریف

حال دل بہتر لگا ذکر احمد پر لگا
ایک انساں کے لئے آسماں میں در لگا
جو سفر صدیوں کا تھا اس میں لمحہ بھر لگا
چاند تاروں میں سدا وہ رخ انور لگا
جب کیا ذکر نبی خوب ہر منظر لگا
نعت کہہ کر جب اٹھا جگمگاتا گھر لگا
پڑھ درود پاک اب اور دعا کو پر لگا
بخت جاگے تو شفیق دل کہاں جا کر لگا

شفیق سلیمی

نعت شریف

ششدر طلسم آئینہ خانہ پڑا ہوا
دیکھا ہے اُن کے در پہ زمانہ پڑا ہوا
گرتی ہے آسمان سے رحمت کی بوند بوند
پھر پھوٹتا ہے خاک میں دانہ پڑا ہوا
رد کردیے رسول نے سورج بھی چاند بھی
ٹھکرادیا ہر ایک خزانہ پڑا ہوا
پردے گرا دیے گئے آنکھوں پہ عقل پہ
اور غارِ ثور میں تھا خزانہ پڑا ہوا
مہتاب ماند تھا رخ انور کے سامنے
لگتا تھا اِک چراغ پرانا پڑا ہوا
کھانا اٹھا کے مانگنے والے کو دے دیا
فاقے میں خود تھا سارا گھرانہ پڑا ہوا
بوبکر نے سراقہ سے ہجرت میں سچ کہا
ورنہ تو نت نیا تھا بہانہ پڑا ہوا
اُن کا وجود غایت تخلیق کائنات
رودادِ ہجر میں ہے فسانہ پڑا ہوا
موروزیاں کی فکر سے آزاد کردیا
بخشا ہر ایک زد پہ نشانہ پڑا ہوا

محمد سلیم طاہر

نعت شریف

دکھ سے رہائی مل گئی غم سے نجات ہو گئی
آپ کو یاد کر لیا، آپ سے بات ہو گئی

حرف ثناء کا ربط ہے، آپ کی ذات سے حضور
آپ کا ذکر کر لیا، آپ سے بات ہو گئی

آپ جو آ گئے تو پھر، محفل کائنات کے
اور ہی رنگ ہو گئے، اور ہی بات ہو گئی

آپ نے ہست و بود کے معنی بدل کے رکھ دیئے
زندگی زندگی تو تھی، طرز حیات ہو گئی

آپ نے سر لامکاں ہم پہ جو فاش کر دیا
مرکز کائنات عشق، آپ کی ذات ہو گئی

گھر میں خدا بسا دیا، لات و منات توڑ کر
رنگ پہ طوف آ گیا، راہ کی بات ہو گئی

شمس و قمر حضورؐ کے ایسے غلام ہو گئے
جاگے تو دن ہوا کنور، سوئے تو رات ہو گئی

اعجاز کنور راجہ

نعت شریف

دل کا نگر سلگ اُٹھا غم کی گھٹاؤں میں
ٹھنڈک ملے گی گنبد خضرا کی چھاؤں میں

کیجیے دعا؛ مدینے میں رہنا نصیب ہو!
دم گھٹ چلا ہے کیا رہیں اُجڑے سے گاؤں میں

قدموں میں اُنؐ کے اب تو گزاریں گے زندگی
آقاؐ سے دور ہم بھی گھرے ہیں خطاؤں میں

غیروں کو بھی بنایا ہے اپنا حضورؐ نے
شیخ حرم ہے اور ہی اپنی ہواؤں میں

یلغار ہر طرف سے ہے آقاؐ بچایئے!
مشکل ہے سانس لینا بھی ایسی فضاؤں میں

ایماں یہی ہے زندہ حقیقت ہیں آپؐ ہی
رکھیے حضورؐ یاد ہمیں بھی دعاؤں میں

اب تک وہی ہے نعت نگاروں کا اعتبار
آقاؐ کمی نہ آئے گی ان کی وفاؤں میں

حسن عسکری کاظمی

نعت شریف

کاش میں تیرے دور میں ہوتا — جالا بُنتا، ثور میں ہوتا
تب لاتا میں ایماں تجھ پر — جب کوئی تیری اور نہ ہوتا
تیری تھی بے ادبی جس میں — میں دھیما اس شور میں ہوتا
نام غلامی کے لیے تیری — پرچۂ زیرِ غور میں ہوتا
تو رکھتا تسبیح میں باندھے — دانہ دانہ ڈور میں ہوتا
عکس ترا رہتا پتلی میں — لہریا سا بلّور میں ہوتا
کیف تری قربت کا ہر پل — ہر انگلی کی پور میں ہوتا
خوف نہ آتا زورِ آور سے — زور ترا بے زور میں ہوتا
تیری آہٹ میں لو ہوتی — جلوہ چشم کور میں ہوتا
اپنی قسمت پہلے کھلتی — طیبہ گر لاہور میں ہوتا

خاک جو تیرے پاؤں سے جھڑتی
دفن میں اس کی گور میں ہوتا

خالد اقبال یاسر

نعتیہ مطلع

یہی محسوس ہوتا ہے صدائے پاک سے آگے
محمدؐ ہی محمدؐ ہیں حد ادراک سے آگے

☆☆

جی چاہتا ہے نور کے منظر پہ سو رہوں
یعنی حرا کے ساتھ ہی پتھر پہ سو رہوں

☆☆

آ، عفو و درگزر کے سفینے کی سمت چل
چلنا ہے لازمی تو مدینے کی سمت چل

☆☆

قطرے قطرے میں نظر شانِ مدینہ آئے
روزے والوں کو جو روزے کا قرینہ آئے

☆☆

ہر گام مغفرت کا سفینہ ہے سامنے
جس راستے سے جاؤں مدینہ ہے سامنے

☆☆

اس کو بھی ہو سلام مدینے سے پیشتر
یثرب تھا جس کا نام مدینے سے پیشتر

☆☆

کوئی مرنے سے کرے یا کوئی جینے سے کرے
ابتدا اپنی محبت کی مدینے سے کرے

جان کاشمیری

نعت شریف

نبی کا عشق ملا نعت تک رسائی ہوئی
تمام عمر کا حاصل یہی کمائی ہوئی
حرم میں اب بھی اذانِ بلالی گونجتی ہے
یہ بستی سجدہ گزاروں کی ہے بسائی ہوئی
اُسی کے چشم کرم سے دلوں کے قفل کھلے
اُسی کے دم سے اسیران کی رہائی ہوئی
اُسی کے پاس پڑی تھیں امانتیں ساری
اُسی کی جان کو خلق خدا تھی آئی ہوئی
سکوتِ شب کہیں پاتال میں اترتا ہوا
سحر بہار کے مانند چھپھائی ہوئی
قلم سنوارا گیا، لوح کو نکھارا گیا
جمال حرف محبت سے روشنائی ہوئی
یقیں اجال دیا، راستہ بحال کیا
بٹھائی گرد گماں نے جو تھی اڑائی ہوئی
پھر اہل مکہ نے قدموں میں رکھ دیے دل بھی
فضا اخوت و رحمت کی رنگ لائی ہوئی
دیا وہ آخری خطبہ، وہ آخری دستور
ہر آنے والے زمانے کی رہ نمائی ہوئی

اشرف جاوید

نعت شریف

آپؐ میں عجز و انکساری تھی
سادگی بھی بہت ہی پیاری تھی
شاہ تھے دو جہان کے، لیکن
زندگی عام سی گزاری تھی
آپؐ اِحساس کرنے والے تھے
آپؐ میں خوئے غم گساری تھی
قابلِ اعتماد دوست تھے آپؐ
ایک اِعزاز اُنؐ کی یاری تھی
آپؐ سے سب مشاورت کرتے
آپؐ کی شان، پردہ داری تھی
نعمتیں بے بہا میسر تھیں
حالتِ فقر اِختیاری تھی
لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟
اِک یہی وجہِ بے قراری تھی
آپؐ کا جاگنا بھی سب کا تھا
آپؐ کی نیند بھی ہماری تھی
آخر کار تو وصال ہوا
موت سے کس کو رستگاری تھی
آپؐ نے دَم کہاں لیا اصغرؔ؟
آپؐ نے کب، تھکن اُتاری تھی؟

علی اصغر عباس

نعت شریف

سبو روشن ہے، خم روشن ہے اور پیمانہ روشن ہے
دل و دست و زبانِ ساقی مے خانہ روشن ہے

یدِ بیضائے رحمت نے منور کردیا اس کو
مثالِ شمع، زنجیرِ درِ جانانہ روشن ہے

ہم اس محفل میں اپنی تیرہ بختی لے کے جائیں گے
جہاں ہر ذرہ مانند پرِ پروانہ روشن ہے

فروزاں ہے امید سرمۂ دہلیز جاناں پر
ہماری چشم تر کس درجہ مشتاقانہ روشن ہے

کوئی نورِ مجسم آئنہ خانوں میں اترا تھا
دلوں کی روشنی اس دن سے بے تابانہ روشن ہے

ڈاکٹر معین نظامی
لاہور

نعت شریف

وہ دل جو مہبطِ حبِ رسول ہوتا ہے
اُسی پہ رحمتِ حق کا نزول ہوتا ہے
نبیؐ کی یاد میں ڈوبا ہے جو، اُسی کے لیے
نشاطِ روح کا آساں حصول ہوتا ہے
وہ قلب جس میں بسی ہوں حضورؐ کی یادیں
مصیبتوں سے بھلا کب ملول ہوتا ہے
عقیدتوں پہ نہ رنگِ تکلّفات چڑھا
یہاں تو جذبۂ صادق قبول ہوتا ہے
نہیں ہے آبلہ پائی کا غم مجھے ہرگز
کہ راہِ دوست کا ہر خار پھول ہوتا ہے
عمل نبیؐ کا ہے قرآنِ پاک کی تفسیر
نبیؐ کا قول ہی دیں کا اصول ہوتا ہے
ہیں تاج و تخت و زر و سیم اس کی ٹھوکر میں
وہ شخص جو، ترے قدموں کی دھول ہوتا ہے
جلالؔ بادِ صبا آئی ہے مدینے سے
ترا سلامِ محبت قبول ہوتا ہے

ڈاکٹر سیّد قاسم جلال

نعت شریف

ترےؐ کرم سے بھرم رہ گیا ہمارا بھی
وگرنہ ٹوٹ گرا تھا یہ اک ستارا بھی

بہت جھکا ہوں مگر خاک پر گرا تو نہیں
کہ اپنا ہوتے ہوئے بھی ہوں کچھ تمھارا بھی

میں چاہتا ہوں لکھوں نعت ایسے لفظوں سے
کہ شعر شعر سے ہوجائے استخارا بھی

یہ خاک دان کسی روز آگ پکڑے گا
لہو میں دیکھا ہے اک مدحتی شرارا بھی

میں ان کو مانتا ہوں اور ہی قرینے سے
کہ وہ سہارا بھی ہیں رہنما ستارا بھی

بپھرتی موج مجھے کیا ڈرائے گی لوگو،
مرے سفینے کے ہمراہ ہے کنارا بھی

لکھی جو نعت تو اعجاز دل پکار اٹھا
کہ میں نے توڑ دیا نظم کا اجارا بھی

اعجاز رضوی

نعت شریف

کتنے خوش قسمت و خوش بخت مسافر ہوں گے
آستانِ شہ والا پہ جو حاضر ہوں گے
اڑتے پھرتے ہیں جو طیبہ کی فضا میں ہر سو
وہ فرشتے ترے دربار کے طائر ہوں گے
جو نظر آتے ہیں جنت کی خنک چھاؤں میں
بالیقیں گنبد خضرا کے وہ زائر ہوں گے
دیکھنے دو مجھے جی بھر کے حرم کے جلوے
پھر نصیبوں میں کہاں ایسے مناظر ہوں گے؟
اشک ہی حالتِ دل در پہ کریں گے ظاہر
میرے الفاظ تو اظہار سے قاصر ہوں گے
اپنی آنکھوں سے جو دیدار نبیؐ کرتے تھے
کس قدر ان کے حسیں باطن و ظاہر ہوں گے
ان سے پہلے نہ کوئی بعد میں ان کے ہے نبی
وہی اول ہیں سبھی سے وہی آخر ہوں گے
آسرا جن کا رہا ہے ہمیں اس دنیا میں
حشر کے دن بھی وہی حامی و ناصر ہوں گے
کعبؓ و حسانؓ، رضاؒ، سعدیؒ، و جامیؒ، اقبالؒ
کتنی عزت کے سحؔر اہل یہ شاعر ہوں گے

حسین سحر

نعت شریف

مدتوں سے ہوں تشنہ کام آقاؐ
اپنے ہاتھوں سے ایک جام آقاؐ
دل تڑپتا ہے حاضری کے لیے
کیجیے کچھ تو انتظام آقاؐ
جو دیا آپؐ نے زمانے کو
ہے وہی خیر کا نظام آقاؐ
آپ کے چاکروں کا چاکر ہوں
اور غلاموں کا ہوں غلام آقاؐ
میرے بچّے بھی آپؐ کے نوکر
باپ دادا بھی تھے غلام آقاؐ
کچھ زیادہ ہے میرا استحقاق
خاندانی ہوں میں غلام آقاؐ
آرزو ہے کہ جاں نثار کروں
مر کے حاصل کروں دوام آقاؐ
سایۂ التفات ہو سر پر
اور ہو زندگی کی شام آقاؐ
آپؐ کے نور سے ہی نوریؔ ہے
میرا دل اور میرا نام آقاؐ

ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری

نعت شریف

مستند کرنی ہو جس نے بھی عقیدت اپنی
بابِ جبریل پہ رکھ آئے فضیلت اپنی

نعت ہوجائے جو توفیقِ خداوندی سے
اپنی ہی نظروں میں بڑھ جاتی ہے، وقعت اپنی

پاؤں اُکھڑے نہ کبھی آپ کے پسپائی میں
فتح کرکے بھی دِکھائی نہیں سطوت اپنی

سنگ ریزے لبِ گویا نہیں رکھتے لیکن
حکم دیں وہؐ تو بدل لیتے ہیں فطرت اپنی

قتل کرنے کوئی نکلے تو وہ فاروقؓ بنے
ہے درِ شاہِؐ دو عالم کی روایت اپنی

دوست دشمن سبھی اب سائے میں آبیٹھتے ہیں
تان دی آپؐ نے جو چادرِ رحمت اپنی

جب قدم بڑھ گئے سدرہ سے بھی آگے انؐ کے
ہفت افلاک کو کم پڑگئی وسعت اپنی

مدحِ سرکارؐ کہاں اور کہاں تو واجدؔ
دیکھ آئینے میں جاکر ذرا صورت اپنی

واجدامیر

نعت شریف

وہ نور آسمانی جب کیا اس نے زمینی
عطا کر دی انھیں پھر رحمت اللعالمینی

انہی سے سلسلہ قائم ہوا جود وسخا کا
انہی سے ہم کو پہنچی پاک بازی، پاک بینی

منور ہیں انہی کے نور سے سارے زمانے
انہی کی خوش ادائی سے یہ عالم آفرینی

معطر ہو گئی ان سے فضائے زندگانی
مشام جاں میں پھیلی ہے وہ خوشبو بھینی بھینی

خوشا وہ بخت جو چمکے سراج آگہی سے
جنہیں بخشی گئی اس نور کی محفل نشینی

مگر شرمندگی سے آنکھ اُٹھتی ہی نہیں ہے
پسند آ جائے شاید ان کو میری تر جبینی

عطا ہو اک نظر یا جس قدر بھی آپ چاہیں
مجھے یا سیدی، یا رحمت اللعالمینی

انہی پر دین کو اس نے مکمل کر دیا ہے
نہیں ممکن ضیا اس سے زیادہ بہترینی

ڈاکٹر ضیاالحسن

نعت شریف

حبس نکلے دلِ مضطر سے ، وبائیں جائیں
کھڑکیاں کھول ، مدینے کی ہوائیں آئیں

ابرِ رحمت کی طرح ان پہ جوانی آئے
لوریاں جن کو درودوں کی سنائیں مائیں

ملک الموت بھی حاضر ہوں تو ان سے کہہ دوں
محفلِ ذکرِ نبیؐ سے نہ اُٹھائیں ، جائیں

سب کے ہم راہ پڑھیں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
وہ ملائک بھی جو شانوں پہ ہیں دائیں بائیں

آج ہو جائے شرابور ہماری محفل
حُبِّ محبوبِ خدا کی وہ گھٹائیں چھائیں

اس طرح نعت سرائی ہو سرِ بزمِ سخن
نغمہء عشقِ محمدؐ یہ فضائیں گائیں

دعویء عشقِ نبیؐ ہو گا عمل سے ثابت
اُس عدالت کو نہ بے روح ثنائیں بھائیں

حمیدہ شاہین

نعت شریف

مدینے کے نگر کی خاک دے دے
زمیں پہ رتبۂ افلاک دے دے

انہی کی آرزو اسے زندگی ہے
تمنائے شہِ لولاک دے دے

بھلے باغ جہاں سے کچھ نہ دینا
مدینے کے خس و خاشاک دے دے

عمل کے سب خزانوں سے اُٹھا کر
مجھے وردِ درودِ پاک دے دے

ہجر اک آنسو میں ان کا عشق چمکے
اگر تو دیدۂ نمناک دے دے

ہمیں بھی شہر علم و آگہی سے
بہت سی دولتِ ادراک دے دے

وہ جس میں بوئے حضرت عائشہؓ ہو
مجھے ایسی کوئی پوشاک دے دے

نورین طلعت عروبہ
راولپنڈی

نعت شریف

تو کیسے گھلتی زباں پر مٹھاس لفظوں کی
وہ میٹھے لب نہ بجھاتے جو پیاس لفظوں کی
چٹک نے جس کی معطر کیا فضاؤں کو
بندھی ہوئی ہے اُسی گل سے آس لفظوں کی
نہ کرسکا کبھی اظہار نفرتوں کا یہ دل
کہ ہے کتاب محبت اساس لفظوں کی
جہانِ فن تری دہلیز پر ہے چپ اوڑھے
یہاں قبا نہیں جذبوں کو راس لفظوں کی
ہنر کے شہر سے پانے کو معرفت کی سند
جمی ہے در پہ صفِ التماس لفظوں کی
چنی ہیں گوشۂ سیرت سے باوضو کلیاں
بسی ہے دامنِ کاغذ میں باس لفظوں کی
ہوائے طیبہ جو لائی قبولیت کی نوید
کِھلی کِھلی ہے طبیعت اداس لفظوں کی
مدد ہو غیب سے حاصل تو سر ہو منزلِ ذکر
اب اور پونجی کہاں میرے پاس لفظوں کی
شہاب گوندھ کے آیات لکھ رسول کی نعت
لڑی پرو کوئی رفعت شناس لفظوں کی

شہاب صفدر

نعت شریف

نامِ محمد (ﷺ) جب لیتے ہیں
بوسہ لب کا لب لیتے ہیں

عشق نبی (ﷺ) میں اَشک کے معنی
ہم شبنم کو کب لیتے ہیں

ان کو بشر جب ہم کہتے ہیں
نور اس کا مطلب لیتے ہیں

ہم کیوں رہیں محرومِ شفاعت
جب یہ رعایت سب لیتے ہیں

شوقِ حضوری شدت کا ہو
دَر کی سلامی تب لیتے ہیں

درسِ ادب اُس ذات سے عاصمؔ
کافر و مسلم سب لیتے ہیں

غنی عاصم

نعت شریف

در سرکارؐ کی جس شخص نے دربانی کی
کیا ضرورت ہے اُسے خلعتِ سلطانی کی

میں بھی طیبہ کے فقیروں میں ہوا ہوں شامل
میرے ہاتھوں میں لکیریں ہیں جہاں بانی کی

پھر اُسی گنبدِ خضرا کی طرف جانا ہے
پھر مرے دل کے پرندے نے پر افشانی کی

جنبشِ چشمِ کرم بار مری جانب ہو
سر پہ گٹھڑی لیے پھرتا ہوں پشیمانی کی

میرے تھوڑے میں بھی پڑجاتی ہے انؐ کی برکت
ایک صورت بنی رہتی ہے فراوانی کی

لوگ اچھا مجھے کہتے ہیں تو اُنؐ کا کرم ہے
میرے کردار کی آقاؐ نے نگہبانی کی

آپؐ کے پیچھے چلیں اور خدا تک پہنچیں
آپ نے راہ سجھائی ہمیں آسانی کی

ناصر بشیر

نعت شریف

ہونٹوں پہ مرے نعتِ رسولؐ عربی ہے
مہکا ہے بدن، روح بھی خوشبو میں بسی ہے
کھلتے ہی چلے جاتے ہیں حیرت کے دریچے
سرکارؐ کی ہر بات میں اِک بات نئی ہے
قلب نبیؐ غمگین ہوا ہوگا یقیناً
اُمت کی جو اس دور میں توقیر گھٹی ہے
ایسا ہوا اکثر کہ غم دل کی کہانی
میں نے تو سنائی نہیں، آقاؐ نے سنی ہے
آیا جو نہیں پھر مجھے طیبہ سے بلاوا
لگتا ہے مری اُنؐ سے عقیدت میں کمی ہے
امید شفاعت ہے مروّت کو بھی اُن سے
اس بے سروساماں کا بھی سامان یہی ہے

مروت احمد
مسقط، عمان

نعت شریف

وہ ممکنات سے ناممکنات کو سوچیں
اگر رسولِ جمیع الصفات کو سوچیں
اسی لیے تو دیا ہے انہیں خدا نے ہمیں
کہ ہر جہت سے ہم آقا کی ذات کو سوچیں
ہمارے جیسے اطاعت گریز لوگ اُن کی
عنایتوں کو کبھی التفات کو سوچیں
نبیؐ پاک کی اِک اِک ادا کو اپنائیں
نبیؐ پاک کی اِک اِک بات کو سوچیں
فقط وہی نظر آئیں گے باعثِ تخلیق
کہیں سے لوگ کسی کائنات کو سوچیں
کسی بھی ملک کے فاتح بس اِک گھڑی بھر کو
رسول پاک کی اخلاقیات کو سوچیں
خدا نے سوچ کو دی ہے جو قوتِ پرواز
تو ہم اور آپ شہِ کائنات کو سوچیں
انھوں نے دی تھی بڑی چاہ سے جو امت کو
ہمارا حق ہے کہ اُس دینیات کو سوچیں
یہ ہم پہ فرض ہے منظر کہ نعت کہتے ہوئے
قلم پہ آئی ہوئی لفظیات کو سوچیں

منظر عارفی

نعت شریف

دل ہاتھ ہیں اور دُعا تری یاد
ہم جیسوں کا حوصلہ تری یاد

چلنا ہے کہاں ہمارے بس میں
طے کرتی ہے راستہ تری یاد

پوچھو کبھی میرے آنسوؤں سے
کس درجہ ہے خوش نما تری یاد

کچھ یوں بھی خموش ہوگیا ہوں
کرتی ہے مکالمہ تری یاد

بس ایک ہی مسئلہ، میرا دل
بس ایک ہی حوصلہ، تیر یاد

کنور امتیاز احمد

نعت شریف

ہے شام و سحر قلب میں ارمانِ مدینہ
ہاتھوں سے نہ چھوٹے کبھی دامان مدینہ
واللہ کہ ہے خاتم عالم کا نگینہ
آرام گہِ سرورؐ ذی شانِ مدینہ
ہر دل پہ رقم شوق فراواں کی کہانی
آتی ہے نظر مجھ کو بہ عنوان مدینہ
اک دیدہ و دل چیز ہے کیا اس کی حقیقت
جاں تک ہے رہ شوق میں قربان مدینہ
شاہوں سے سوا آن ہے اور شان بھی ان کی
قسمت ہے جو بن جائیں گدایان مدینہ
بیداری جاوید ہے اس خواب پہ قرباں
بخشے جو مجھے خواب میں عرفان مدینہ
وہ ایک گھڑی حاصل صد عمر ہو جس میں
قدموں میں بلائیں مجھے سلطانِ مدینہ

طلعت سلیم
برمنگھم، برطانیہ

نعت شریف

جب اُن کے نام پہ جلتا چراغ ہاتھ میں تھا
میں کیسے بھولتی رستا، چراغ ہاتھ میں تھا

شبِ سیاہ مجھے بھی ڈرا رہی تھی مگر
لبوں پہ نام تھا اُن کا چراغ ہاتھ میں تھا

نہ زادِ راہ تھا کوئی نہ خوش گمانی تھی
بس ایک حرفِ دُعا کا چراغ ہاتھ میں تھا

کوئی بھی آندھی کبھی ڈگمگا سکی نہ مجھے
اُجالا دل میں نہاں تھا، چراغ ہاتھ میں تھا

سفر کے وقت مرے ساتھ میرے آنسو تھے
اور ایک ان کی رضا کا چراغ ہاتھ میں تھا

ہوائے دہر نے کوشش تو کی بہت راحتؔ
نہ بجھ سکا کبھی ایسا چراغ ہاتھ میں تھا

حمیرا راحت

نعت شریف

نعتؐ جب بھی لکھی ہے کاغذ پر
روشنی ہوگئی ہے کاغذ پر

یہ عقیدت کے پھول مہکے ہیں
یہ محبت سجی ہے کاغذ پر

صرف الفاظ ان کو مت جانو
یہ مری عاجزی ہے کاغذ پر

کیا اجالا ہے اسم احمدؐ میں
دلربا چاندنی ہے کاغذ پر

آنسوؤں کی زباں نے مدحت کی
اس لیے تو نمی ہے کاغذ پر

کیسا دل کو قرار آیا ہے!
کیسی رحمت ہوئی ہے کاغذ پر

حجاب عباسی

گلہائے عقیدت (نعتیہ)

حرم کے صحن کی مہکار میں پڑا ہوا ہوں
خوشا! کہ میں بڑے دربار میں پڑا ہوا ہوں

کوئی جنوں لیے جاتا ہے ملتزم کی طرف
کہ کردگار کی سرکار میں پڑا ہوا ہوں

حرا کے غار میں دیکھا تھا ان کے سائے کو
اُس ایک لمحۂ سرشار میں پڑا ہوا ہوں

کبھی صفا کبھی مروہ کے بیچ چلتا ہوں
میں اُن کے عہد کے آثار میں پڑا ہوا ہوں

نبیؐ کے نقش کف پا کو چومنا ہے مجھے
میں اُن کے سایۂ دیوار میں پڑا ہوا ہوں

درود پڑھتا ہوں زم زم سے سیر ہوتا ہوں
میں ان کے شہر طرح دار میں پڑا ہوا ہوں

ابھی بھی گنبد خضرا نظر میں تیرتا ہے
ابھی بھی اُسی گلزار میں پڑا ہوا ہوں

ہارون الرشید

نعت شریف

کہتے ہیں جس نے بھی اک بار مدینہ دیکھا
اُس نے پھر دیکھا تو ہر بار مدینہ دیکھا

دیکھا اس ذکر پہ بھر آتی ہیں آنکھیں کیسے
کیسے کر دیتا ہے سرشار مدینہ دیکھا

جب بھی لکھا سرِقرطاس، منور لکھا
جب بھی جھانکا پسِ افکار، مدینہ دیکھا

خواب میں دیکھنا جنت کی بشارت ہے، مگر
جس نے بادیدۂ بیدار مدینہ دیکھا

وائے بے تابئ اصحابِ اسیرانِ جمال
طوفِ کعبہ میں بھی سو بار مدینہ دیکھا

نعت سن کر مری، احباب مجھے پوچھتے ہیں
تو نے اب تک نہیں اسرآر مدینہ دیکھا؟

اتنا کہنے کی بھی ہمت نہیں مجھ میں اسرآر
میں نے اب تک نہیں سرکار مدینہ دیکھا

اسرار چشتی

نعت شریف

ہے ذات تری اسعدِ اوصافِ حمیدہ
اور ختم ہے تجھ پر حد اوصافِ حمیدہ

راز اپنی ہی تخلیق کا انسان نے جانا
جب اس پہ کھلا مقصدِ اوصافِ حمیدہ

آتے ہیں ملائک یہاں دینے کو سلامی
مرقد ہے کہ معبدِ اوصافِ حمیدہ

جاری ہے ازل دن سے ثناء خوانی تمہاری
پوری نہ ہوئی ابجدِ اوصافِ حمیدہ

ہیں دوشِ رسالت پہ سجے شبر و شبیر
آؤ، ذرا دیکھو قدِ اوصافِ حمیدہ

ہر سورۂ کامل ہے تری نعتِ مکمل
قرآن ہے یا مسند اوصافِ حمیدہ

تا حشر ہو آباد شہا میرا وطن بھی
سرسبز ہے جوں گنبد اوصافِ حمیدہ

سائل نظامی

نعت شریف

یا نبی ہیں دل بھی پتھر، آنکھ میں پانی نہیں
اس طرح بے خوف ہیں جیسے قضا آنی نہیں
رنج و غم کی دھوپ سے ہر دم بچایا آپ نے
آپ کی رحمت نے سر پر کب ردا تانی نہیں
دیکھ کر نعلین پا بے ساختہ دل کہہ اٹھا
اس سے بڑھ کر باخدا تخت سلیمانی نہیں
لگ رہا ہے آپ کو جو میرا گھر مہکا ہوا
خوشبوئے ذکر نبی ہے رات کی رانی نہیں
کام آئیں دور رہ کر بھی اویسی نسبتیں
جہل والوں نے نبی کی قدر پہچانی نہیں
بے نیاز غم کیا ہے نسبت سرکار نے
جب سے ان کا ہو گیا کوئی پریشانی نہیں
ظلم کی چکی میں انساں پس رہا ہے آج بھی
''لوگ فانی ہیں مگر لوگوں کے دکھ فانی نہیں''
نعت کے شاعر پہ سایہ ہے رفعنا کا مدام
اور اصناف سخن میں یہ فراوانی نہیں
لا نبیؐ بعدی کا فرمان سرور ہے گواہ
وسعت کون ومکاں میں آپ کا ثانی نہیں

سرور حسین نقشبندی

تحقیق و تنقید،
فکر و فن

ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ۔ ناظرہ پروین

پاکستانی نعتیہ ادب میں قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے ماخوذ اسمائے رسول ﷺ

اسمائے رسول کا ایک اور اہم مصدر و ماخذ قدیم و جدید نعتیہ شاعری ہے ، نعت کے اولین نمونے رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے کی روایات ہی سے ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ حصہ ان الہامی صحائف کے ان مندرجات کی صورت میں ہے جو آپ ﷺ کی مبشرات سے متعلق ہے۔ آپ ﷺ کے عہد ولادت سے پہلے کے علماء، رہبان، احبار، موحدین، متکلمین اور منجم کے نزدیک ان مندرجات کو خوصی توجہ حاصل تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کے اہل بصیرت اور مذہبی سوجھ بوجھ رکھنے والے افراد بڑی شدّت کے ساتھ اس نبی کی آمد کے منتظر تھے جس کی بشارت سابقہ کتب سماوی میں دی گئی تھی۔ لہٰذا اس عہد کے اہلِ فکر کی سوچوں، مباحث اور گفتگو کا محور ''النبی المنتظر ﷺ'' تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف وتوصیف میں کہے گئے اشعار کا موضوع اس نبی منتظر سے متعلق ہے جس کے زمانے تک زندہ رہنے اور جسے دیکھنے کی شدید خواہش کا اظہار ماقبل بعثتِ حضور ﷺ کے اشعار میں ملتا ہے۔ (۱)

مشہور محقق اور نعت گو شاعر راجا رشید محمود اوّلین نعت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

> ''اس بیان یا تحریر جو نظم یا نثر میں آقائے کائنات علیہ السلام کی مدح میں تخلیق ہو، نعت ہے ......تو بلاشبہ نعت کا مجموعۂ اوّل امّ الکتاب قرآنِ مجید اور اوّلین نعت گو خود حضور ﷺ کا خالق و محبِ حقیقی ہے۔ اس صورت میں قرآن پاک میں بیان و مضامینِ توصیف سرکار (ﷺ) کو اوّلین نعتیں کہا جا سکتا ہے''۔

قرآن کریم میں نعت:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (۲)

''بے شک ہم نے تمھی میں بھیجا خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا''۔

﴿قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ (۳)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا''۔

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (۴)

''اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (۵)

''اور ہم شنے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا''۔

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (۶)

''بے شک تمہارا خلق بڑی شان والا ہے''۔

اسی طرح قرآن مجید میں جا بجا حامل قرآن کے لیے مختلف صفاتی اور ذاتی نام، آپ ﷺ کا مقامِ عبدیت، آپ ﷺ کا منصبِ رسالت، آپ ﷺ کا نبی الانبیاء ہونا، خاتم الانبیاء ہونا، معلم کتاب وحکمت ہونا، مزکی نفوس ہونا، آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ، آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع، آپ ﷺ کا صاحبِ عصمت ہونا، صاحبِ خلقِ عظیم ہونا، آپ ﷺ کا سراپا معجزہ ہونا، آپ ﷺ کا حکم وفیصل ہونا، آپ ﷺ کا عزت واحترام اللہ رب العزت نے بیان کیا ہے، جیسے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ (۷) ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ (۸) ﴿هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ (۹) ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ (۱۰) ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ (۱۱) ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (۱۲) ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُO عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ (۱۳) ﴿لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ﴾ (۱۴) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ (۱۵) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (۱۶) ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ﴾ (۱۷) ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ (۱۸) ﴿اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (۱۹) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (۲۰)

پاکستانی نعتیہ شاعری:

پاکستان میں فروغِ نعت کی مختلف جہتیں ہیں جن میں نعت کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دینے والی شخصیات چند معروف نعت خواں خواتین وحضرات نقیبان محفل، محافل کے منتظم، نعتیہ تنظیمیں، نعتیہ مکتبے اور ادارے شامل ہیں جن کے ذکر کے بغیر نعت خوانی کی تاریخ کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کے قیام کے بعد نعت ایک ایسی توانا قوت بن کر ابھری کہ جس نے پاکستانی معاشرت اور اس کی ثقافت پر بہت گہرے تہذیبی اثرات مرتب کیے۔ پاکستان کا کوئی شہر یا کوئی چھوٹے سے چھوٹا علاقہ ایسا نہیں کہ جہاں اس کے فیضان کی بارش نہ ہوتی ہو۔ بلاشتبہ ابتدائی قومی ذرائع ابلاغ، نجی اداروں اور تنظیمی شخصیات نے نعت کے شعبے میں ناقابلِ فراموش خدمات اور انمٹ نقوش یادگار چھوڑے ہیں یہ نقش اتنے گہرے اور پائیدار ہیں کہ اس کی روشنی میں یہ قافلہ نعت رواں دواں ہے۔

پاکستان میں نعت گوئی اور نعت خوانی کی تاریخ باہم اتنی مربوط ہے کہ اسے ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ قیام پاکستان کے بعد نعت خوانی کی مختلف اشکال تھیں۔ اس دور میں میں انفرادی نعت خوانی کے بھی مختلف ذرائع موجود تھے۔ پاکستان میں نعتیہ شاعری نہیں، بلکہ نعت خوانی کے موضوع پر کوئی یادگار کام نہیں ہو سکا، جسے کوئی مربوط و مستحکم تاریخ کا حوالہ کہا جائے۔ البتہ انفرادی طور پر اس سے وابستہ افراد نے ذاتی مشاہدات اور تاثرات میں اپنے دور کی نعت خوانی کا نقشہ کھینچا ہے۔ اگر نعت کے شعبے سے وابستہ تمام افراد اپنے اپنے دور میں ہونے والی نعت گوئی یا نعت خوانی کا بالالتزام ذکر کرتے، تو شاید اس موضوع کو قرار واقعی حاصل ہو جاتا۔

نعتیہ ادب میں قرآن مجید سے ماخوذ اسمائے رسول:

ا۔ سیدنا محمد ﷺ

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ [آل عمران:۱٤٤]

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ [الفتح:۲۹]

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [الاحزاب:٤٠]

﴿وَاٰمِنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾ [محمد(ﷺ):۲]

یا محمدؐ، مصطفیؐ، خیرُ البشرؐ
تیری اعلیٰ شان مَـــا زَاغَ الْبَـــصَـــرُ

خلق تیرا فاتحِ قلبِ جہاں
معجزہ ادنیٰ ترا اشَـــقُّ الْـــقَـــمَـــر

مہمانِ لامکاں، ممدوحِ حق
تُو محمدؐ، عرش تیرا مُستقر

امرِ حق، جیسے ہو کوندا برق کا
لفظِ کُن، یعنی کَـلَـمْـحٍ بِـالْبَـصَـر (۲۱)

مندرجہ بالا نعتیہ اشعار میں نبی کریم ﷺ سے متعلق قرآن سے لفظ ''محمد'' میں آپ ﷺ کا اللہ کی بے پناہ تعریف کرنا، اسی طرح ''زَاغَ الْبَصَرُ''، ''نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی''

نہ جھپکی آنکھ جس کے روبروئے جلوہ باری
سرِ قوسین ذاتِ ربِّ عزت دیکھنے والا

یعنی نبی ﷺ کی نگاہیں دائیں بائیں ہوئیں اور نہ اس حد سے متجاوز اور بلند ہوئیں جو آپ ﷺ کے لیے مقرر کر دی گئی تھی، یعنی انتہا درجہ کی امانت داری کا مظاہرہ ہے۔ اسی طرح ''کَـلَـمْـحٍ بِـالْبَـصَـر''، ''جیسے آنکھ کا جھپکنا'' یعنی نبی کریم ﷺ نے اللہ کے احکامات اس کی مرضی ومنشاء کی تعمیل بجا لاتے ہوئے صرف آنکھ کے جھپکنے کے برابر ہی تاخیر کی، فوراً اس پر عمل درآمد کر کے اپنی امت کو اللہ کا پیغام اور اس کا حکم سنا دیا۔

۲۔ سیدنا ناطقِ وحی ﷺ

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ [النجم: ۳، ٤]

سلام اُن پر جن کا حرفِ لَب ایمانِ واثق
وہی ہیں صاحبِ قرآں، وہی قرآنِ ناطق
راز ''مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى'' کھولا ہے کلامُ اللہ نے
بات بات آقا ﷺ کی ہے ''نطقِ الٰہی'' ہو بہو (۲۲)

ناطقِ وحی آقائے نامدار ﷺ کے ذات کے کیا کہنے، جب اللہ آپ کی زبان کی صداقت خود قرآن میں پیش کر دے، ''مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى''، ''اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں''، یعنی وہ کس طرح بہک سکتے ہیں، وہ تو وحی الٰہی کے بغیر لب کشائی ہی نہیں کرتے:

نبی کے ہر سخن میں ہے جھلک وحی الٰہی کی
حدیث مصطفیٰ پر مرحبا کہیے بجا کہیے

حتیٰ کہ مزاح اور خوش طبعی کے مواقع پر بھی نبی اکرم ﷺ کی زبانِ نبوت سے حق کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا، اسی طرح حالتِ غضب میں آپ ﷺ کا اس قدر اہتمام کہ حق کے سوا کوئی بات کا نکلنا یا سرزد ہونا ناممکن تھا۔

۳۔سیدنا شافعِ عصیاں ﷺ

﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء: ٦٤]

درِ سرور ﷺ پہ جب ''جَـــــــــــاؤُوْكَ'' کے ارشاد پر آئے
پیامِ رُستگاری آیا استغفار کرتے ہی
معافی مانگتا ہوں اپنے آقا ﷺ کے وسیلے سے
میں اپنی جان پر جب بھی کوئی بیداد کرتا ہوں
وصالِ حق کی نیّت سے جو قرآں کی تلاوت ہو
تو ''جَـــــاؤُوْكَ'' سے سرور ﷺ کی وساطت منکشف ہوگی (۲۳)

امت کے غمخوار نبی اکرم ﷺ کو اللہ نے کس قدر علو مرتبت اور رفعت سے نوازا کہ آپ ﷺ کے در پر کوئی بھی شخص گناہوں سے لتھڑا ہوا آ جائے، جتنے بھی اپنی جان پر گناہوں کی صورت میں ظلم کر کے آ جائے، لفظ ''جَــاؤُوْكَ'' اشارہ کرتا ہے اسی جانب کہ نبی ﷺ فوراً اسے اللہ سے استغفار کرنے کی تلقین کرتے، آپ ﷺ کی برکت سے اللہ استغفار کو قبول فرما لیتا۔

۴۔سیدنا قاب قوسین ﷺ

﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ [النجم: ٩]

دَنَـــا کے قصر میں ''قَـــوْسَيْـــن'' کی ہوئی قربت
خدا کا بندے سے یہ اتّصال کیا کہنے

سلام اُن پر جو تھے قوسین سے نزدیک تر بھی
مگر بہکی نہ بھٹکی ہے ذرا جن کی نظر بھی
''قَوْسَیْن'' و''دَنَا'' ہیں شبِ اسراء کے اشارے
تفصیل کا سمجھو اسے اِجمال مکمل (۲۴)

اس میں اشارہ ہے کہ جب ہاتفِ سدرہ محمد کریم ﷺ سفرِ معراج کے موقع پر اللہ سے ملاقات کے لیے گئے، تو کس قدر عزت والی آپ کی مہمان نوازی ہوئی، اور اللہ سے ملاقات کے دوران آپ ﷺ کا اس قدر قریب ہونا، کہ آدمؑ سے لیکر خاتم الرسل تک کوئی بھی اللہ کی بارگاہ میں اتنا قریب نہیں گیا، یعنی یہ عزّ و شرف صرف آپ ہی کے مقدر میں آیا اور کسی کے نہیں۔

۵۔ ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ''

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [الانشراح: ٤]

ہے زمیں و آسماں پر ہر گھڑی چرچا ترا
ہر حدِ اِمکاں سے بالا ہے ترا ذکرِ رفیع
سلام اُن پر کہ جو ہیں صاحبِ معراج و رِفعت
رفیعُ المرتبت اور صاحبِ دستارِ بجودت
رفیع و اعلیٰ، سلیم و اطہر
جہاں میں کوئی نہیں ہے ہمسر
کبھی تفسیر ہوگی علمِ باطن سے''رَفَعْنَا'' کی
تو پھر سرورِ ﷺ کی عظمت اور رفعت منکشف ہوگی (۲۵)

''اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا''، کیا مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اپنے حبیب کے بارے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کا ذکر اتنا بلند کر دیا ہے کہ جہاں جہاں تک خدائی ہوگی وہاں وہاں تک مصطفائی ہوگی، جہاں اللہ کا نام آئے گا وہاں محمد کریم ﷺ کا نام بھی آئے گا، فرشتوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ہوگا، بلکہ محبوب کی اطاعت خود محبّ کی اطاعت ہے۔

۶۔سیدنا حامل اتمام دین ونعمت ﷺ

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ [المائدہ:۳]

سلام اُن پر جن کی ذات خود اِتمام نعمت
کمالِ رحمت و لطف و کرم ہے جن کی بعثت
ہم نے دینا چاہا جب ختمِ نبوت کا ثبوت
آیہ ''اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ'' کام آگئی (۲۶)

یعنی نبی معظم اس کائنات کے خالق و مالک کی شناخت اور پہچان کرانے والے ہیں، لیکن اللہ کی پہچان اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک معلم کتاب وحکمت کی پہچان نہ کر لی جائے، اسی لیے اللہ نے اپنے آخری دین، دینِ اسلام کو بھی آپ ﷺ پر مکمل فرما دیا اور دین میں اضافے اور تنقیص کو بھی ختم کر دیا، یعنی نبی ﷺ پر دینِ اسلام کے تمام امور کو نہ صرف مکمل اور تکمیل فرما دی بلکہ اپنی نعمت قرآن اور دینِ اسلام بھی کلی طور پر آپ ﷺ کو عطا فرما دیا۔

سلام اُن پر جو ہیں میعارِ انسانِ مکمل
قیادت میں، خطابت میں، تکلّم میں مُدلّل

۷۔سیدنا خاتم النّبیین ﷺ

﴿وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ [الاحزاب: ٤٠]

محمدؐ سرورِ دنیا و دیں سب سے الگ
محمدؐ خاتمِ کُل مرسلیں سب سے الگ
سیدِ ذو منزلت، ذی مرتبت، ذاتِ مکیںؐ
سرورِ کل انبیاء و خاتمِ کُل مرسلیں
سب صُحُف تیرے مبشّر، ہر نبی تیرا نقیب
ختم ہے تجھ پر نبوّت، تو ہے ختم المرسلیں
آپؐ خیر البشرؐ، آپؐ ختم الرسل
صاحبِ خیر، خیرُ الوریٰ آپؐ ہیں (۲۷)

خاتمؐ مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے، یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ نبی نہیں بلکہ کذاب ہوگا، عیسیٰؑ بھی اگر قربِ قیامت آئیں گے تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ امتی کی حیثیت سے آئیں گے، کیونکہ قرآن مجید اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے: ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ ''لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں'' یعنی خاتمِ مرتبت رسول معظم کو اللہ رب العزت نے خَاتَم بھی بنایا اور خاتم بھی بنایا، یعنی آپ ﷺ کو مبعوث کرنے کے بعد انبیاء کی نبوت کا سلسلہ بھی ختم کر دیا اور قیامت تک کے لیے آپ کی نبوت اور رسالت کا دور قائم کر دیا۔

۸۔ سیدنا رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْن ﷺ

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الانبیاء: ۱۰۷]

وہ ہے ربُّ العالمیں تو رحمةٌ للعالمیں
اللہ اللہ تیرے منصب کی یہ شوکت السّلام
سلام اُن پر جو مہر و رحمةٌ للعالمیں ہیں
رحیم و رحمتِ عالَم، شفیع المذنبیں ہیں
مقامِ رحمةٌ للعالمیں سب سے الگ
عجب وہ عبدِ ربُّ العالمیں سب سے الگ (۲۸)

اس کائنات کے ذرے ذرے میں دو طرح کا عنصر پایا جاتا ہے، یعنی ایک منفی اور ایک مثبت، بارش اگر کھیتوں کو لہلہانے کے لیے برسے، ترکاریوں کو چمکانے کے لیے برسے، پیاسوں کے لیے برسے تو باعثِ رحمت، لیکن اگر یہی بارش طغیانی اور سرکشی کا روپ دھار لے تو باعثِ زحمت اور جان لیوا بن جاتی ہے، آگ کے بغیر زندگی کا تصور قائم و دائم نہیں رہ سکتا، یعنی بے شمار ضروریات اور مفائد کے لیے آگ کا استعمال ہوتا ہے، یہی آگ اگر کسی کے آشیانے کو جھلسا دے، کسی کے بدن کو جلا دے تو باعثِ زحمت بن جاتی ہے، اس طرح کی دیگر مثالوں سے یہی بات سمجھ آتی ہے کہ ایک ایک شے میں دونوں طرح کا عنصر پایا جاتا ہے، لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی ذات کی باری آئی تو اللہ وحدہٗ لاشریک نے یہ اعلان فرما دیا، ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ (۲۹) یہی اے پیغمبر

آپ رحمت ہی رحمت ہو، آپ کے ذات والا صفات میں زحمت کا کوئی عنصر موجود نہیں ہوسکتا۔یعنی آپ جن و انس، نباتات و جمادات، اشجار و احجار، جانوروں حتیٰ کہ کائنات کے ذرے ذرے کے لیے رحمت ہی رحمت ہیں۔

۹۔سیدنا رَءُوْفٌ الرَّحِیْم ﷺ

﴿حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ [التوبۃ: ۱۲۸]

یا حکیمؐ یا کریمؐ، یا رؤفؐ، یا رحیم
واقفِ اسرارِ حق اے مہر و الفت کے امیں
وہ امید و غم خوارِ قلبِ نحیف
محمدؐ رؤف و رحیم و لطیف
مشقت ہو ہم پر تو اس پر گراں
''حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ'' کی شرح و بیاں (۳۰)

کتاب وحکمت کی تعلیم دینے والے نبی آخرالزماں ﷺ اپنی امت پر اس قدر مشفق ومہربان ہیں، اس قدر نرم خو، امت کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے والے، اس امت کے لیے رب کے پیغامات کواجاگراور واضح کرنے والے، کہ اللہ نے خود ان کا قرآن مجید میں : ﴿حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمُ ﴾ (۳۱) جیسی صفات سے تذکرہ فرمایا ہے۔یعنی پیغمبر ﷺ پر تمہاری ہر قسم کی تکلیف و مشقت، گراں گزرتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں پشتوں سے پکڑ پکڑ کر کھینچتا ہوں لیکن تم مجھ سے دامن چھڑا کر زبردستی جہنم میں داخل ہوتے ہو''۔ (۳۲) گویا یہ ساری خوبیاں آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور کریمانہ صفات کی مظہر ہیں۔آپ ﷺ کے رحیم ہونے کا اظہار یوں تو زندگی کے ہر پہلو میں ہوتا ہے لیکن یہاں تک کہ جب دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد وقتال کا معاملہ ہوتا، دوران جنگ بھی آپ ﷺ کی تعلیمات میں صفت رحیمیت نمایاں ہوتی۔انسان تو انسان جانوروں پر بھی رحمت وشفقت کرنے کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات موجود ہیں۔

۱۰۔ سیدنا مُزمل ﷺ

﴿یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ [المزمل: ۱]

سلام ان پر جو مزمل ہیں جو صاحبِ ردا ہیں
انہیں سے حشر میں ہم طالبِ ظلِ عبا ہیں (۳۳)

سرورِ عالم وعالمیان کی شان اقدس میں یہ آیت نازل ہوئی، ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ﴾ (۳۴) ''اے چادر میں لپٹنے والے'' یعنی ایک محبّ اپنے محبوب کی اس ادا کا ذکر کر رہا ہے جس ادا اور جس کیفیت میں اس کا محبوب اس وقت موجود ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کو چادر اوڑھنے کی حالت میں وحی کے ذریعے بلایا گیا، اور چادر ہٹا کر بارگاہِ ایزدی میں آنے کی دعوت دی گئی۔

۱۱۔ سیدنا رسول ﷺ

﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [المائدہ: ٦٧]
﴿وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا﴾ [النساء:٧٩]
﴿قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ [النساء: ٧٩]
﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ [المائدہ: ٩٩]
﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [التوبہ: ١٢٨]
﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ [یٰسٓ: ٢]
﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْكُمْ﴾ [المزمل: ١٥]

قیامت میں اپنے سہارے رسولؐ
کریں گے شفاعت ہمارے رسولؐ
وہ سلطانِ کل انبیاءؑ بن کے نکلے
محمدؐ رسولِ خداؐ بن کے نکلے
امین وحی و رسولؐ طاہر، نہیں ہے تیرا کوئی مماثل
بشر ہے تیرا وجودِ ظاہر، حقیقتاً ذاتِ حق سے واصل (۳۵)

﴿وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ﴾ (۳۶) ''اور ہم نے تجھے تمام لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے''۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی یہ شان آپ کو دوسرے انبیاء و رسل سے ممتاز اور سرفراز کرتی ہے، کہ آپ ﷺ قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کی طرف رہبر، رہنما، مقتدا، پیشوا اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کا یہ صفاتی اسم گرامی ''سیدنا رسول اللہ ﷺ'' آپ ﷺ کے اصل مرتبے اور مقام کا اظہار کرتا ہے۔قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر آپ ﷺ کو اسی لقب سے یاد کر کے آپ ﷺ کی پیغمبرانہ شان کو اجاگر کیا گیا ہے۔قرآن حکیم میں کسی جگہ آپ ﷺ کو ذاتی اسم گرامی یعنی ''محمد'' سے مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ صفاتی اسماء کے ساتھ بڑے باوقار اور محبت آمیز لہجوں میں مخاطب کیا گیا ہےاور رسول کے اسم گرامی سے آپ کو زیادہ مرتبہ یاد کیا گیا ہے۔(۳۷)

۱۲۔ سیدنا سراجِ منیر ﷺ

اندھیری شبوں میں سراجِ منیر
نقیبِ صداقت، بشیر و نذیر
گماں کی شبوں میں سراجِ منیر
نہیں ہے جہانوں میں جس کی نظیر(۳۸)

﴿وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾(۳۹) ''اور (آپ ﷺ) اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے اور روشن چراغ ہیں''۔جس طرح چراغ سے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کے ذریعے بھی کفر وشرک کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں، علاوہ ازیں اس چراغ سے کسب ضیا کر کے جو کمال و سعادت حاصل کرنا چاہے، کر سکتا ہے، اس لیے کہ یہ چراغ قیامت تک روشن ہے۔

۱۳۔سیدنا المکرّم ﷺ

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ [الفتح: ۱۰]
﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النساء: ۸۰]

ذہن میں رکھ آیہ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ
بات کر طبعِ پیمبر کی نفاست دیکھ کر(۴۰)
زمین و آسماں میں جو مکرّم ہیں تو آپؐ
جہاں میں باعثِ تکریمِ آدم ہیں تو آپؐ

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾(۴۱)
''اے اصحاب نبی ﷺ! صوت نبی ﷺ سے اپنی آوازیں اونچی نہ کیا کرو''

آیہ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے انتہائی ادب واحترام اور تکریم کا بیان ہے جو ہر خاص و عام ہر مسلمان سے مطلوب ہے، پہلا ادب یہ کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں جب تم گفتگو کرو تو تمہاری آواز نبی ﷺ سے کی آواز سے بلند نہ ہو، دوسرا ادب، جب خود تم پیارے آقا ﷺ سے بات کرو تو انتہائی ادب واحترام، وقار اور سکون سے کرو، اس طرح اونچی اونچی آواز سے بات نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلفی سے گفتگو کرتے ہو، گویا مقامِ محمد ﷺ اور تکریمِ محمد ﷺ سمجھانا مقصود ہے۔

۱۴۔ سیدنا معلّم ﷺ

﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: ۱۲۹]

﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: ۱۵۱]

﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ [البقرۃ: ۱۲۹]

﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [آل عمران: ١٦٤]

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ [النحل: ٤٤]

معلّم، راہبر، مُرشد، خطیبِ دل نشیں
سُخن وَر، دیدہ ورَ، نکتہ نوازِ زندگی
کیا معلّم ہے وہ اُمّی، جس کے فیضِ چشم سے
ایک مُشتِ خاک مجھ جیسی گُہر ہوتی گئی
وہ مُزکّی، وہ مُعلِّم، وہ کتاب
کتنے ہی دَر ذہن کے اندر کھلے
سلام اُن عالمِ اُمّی پہ، وہ یکتا مُعلّم
وہ کنزِ حکمت و عرفان و علم و فن کے قاسم (۴۲)

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۴۳)

''بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اُن ہی میں سے ایک رسول ان میں

بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے‘‘۔

نبی ﷺ کو اللہ مبعوث میں فرمانے کے بعد اسے احسان کے طور پر بیان کر رہا ہے، اور فی الواقع یہ احسان عظیم ہے کہ اس طرح ایک تو وہ اپنی زبان اور لہجے میں ہی اللہ کا پیغام پہنچائے گا، جسے سمجھنا ہر شخص کے لیے آسان ہے، پھر وہ نبی تم میں اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن کریم کے اس بیان کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کی اپنی حدیث بھی ہے کہ: ’’مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے‘‘۔ واقعی اگر ہم آپ ﷺ کے پیغمبرانہ کردار کو دیکھیں تو وہ سراسر پڑھانا، بتانا اور سکھانا ہے۔ جونہی قرآن نازل ہوتا تھا، آپ ﷺ آیات کی تلاوت کر کے صحابہؓ کو تعلیم دیتے، اس کے بعد ان آیات میں جو مضمون نازل ہوتا اس کی صحابہ کے سامنے آپ ﷺ وضاحت فرماتے اور اس کے بعد اپنے قول و فعل میں صحابہ جو کہ آپ ﷺ کے براہِ راست شاگرد تھے، آیات قرآن کا نمونہ بن کر پیش ہوتے، مکہ میں دارِ بنی ارقم کو آپ ﷺ نے بحیثیت معلم، صحابہ کی تعلیم و تربیت کا مرکز بنایا ہوا تھا، ہجرت مدینہ فرمائی تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں قیام فرمایا لوگ وہاں بھی آپ ﷺ سے سیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو آپ ﷺ نے صفہ کا چبوترا بنوایا جہاں مسند نشین ہو کر آپ ﷺ صحابہؓ کو تعلیم دیتے تھے۔ (۴۴)

۱۵۔ سیدنا بشیر و نذیر ﷺ

محمدؐ ازل اور ابد کا امیر
ازَل تا ابد راحتوں کا بشیر
عبادِ اطاعت کے حق میں بشیر
ضلالت میں بھٹکے ہوؤں کو نذیر
اندھیری شبوں میں سراجِ منیر
نقیبِ صداقت، بشیر و نذیر
پیامِ نجات و اَماں کا بشیر
گروہانِ طغیان و شر کو نذیر

یا بشیرِ اہلِ ایماں، یا نذیرِ گمرہاں
یا سراجِ رُشد و نُور و ہادی و حقِّ مبیں[۴۵]

﴿اِنَّـآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾[۴۶] ’’ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے‘‘۔ ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[۴۷] ’’اور مومنین کو خوشخبری سنا دیجیے‘‘۔ ﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾[۴۸] ’’عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے‘‘۔ ﴿اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ﴾[۴۹] ’’میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں‘‘۔

قرآن حکیم کی متعدد آیات میں آپ ﷺ کو بحیثیت ’’بشیر‘‘ بیان کیا گیا ہے، کسی مقام پر آپ کی یہ صفت اسمِ مبارکہ کے طور پر بیان کی گئی ہے اور کہیں معانی کے لباس میں آپ ﷺ کی زینت قرار دی گئی ہے۔ اس طرح لفظی اور معنوی انداز میں قرآن کریم نے مختلف حوالوں سے مختلف مقامات پر آپ ﷺ کو ’’بشیر‘‘ قرار دیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- ☆ محمد رسول اللہ ﷺ مومنین و صالحین کو جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔
- ☆ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ رب العزت کی اطاعت وعبادت کے بدلے میں دنیا اور آخرت میں کامیابی کی خوشخبری دینے والے ہیں۔
- ☆ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ رب العزت کے فضل کثیر اور خیر کثیر کی خوش خبری دینے والے ہیں۔
- ☆ آپ ﷺ اطاعت گزاروں کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی خوش خبری دینے والے ہیں۔[۵۰]

اسی طرح عاصیوں اور گنہگاروں کے لیے آپ ﷺ نذیر ہیں جبکہ نیکوں، عابدوں، زاہدوں اور متقیوں کے لیے آپ ﷺ بشیر ہیں، یاد رہے یہاں ڈرانے سے مراد آپ ﷺ کا:

- ☆ لوگوں کو اللہ کی نافرمانیوں کے بدلے عذاب سے ڈرانا ہے۔
- ☆ لوگوں کو بددیانتی، ظلم، شرک، کفر سمیت جملہ گناہوں کے بدلے اللہ رب العزت کی ناراضگی سے ڈرانا بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ جس قدر ممکن ہو سکے ہم برائی اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کی حوصلہ شکنی کریں، لوگوں کو پیار سے، محبت سے، حکمت عملی سے اس برائی اور شر کے برے نتائج سے آگاہ کریں جس میں وہ مبتلا ہیں۔[۵۱] نبی اکرم ﷺ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کا ذکرِ خیر کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپ ﷺ کی صفات کو پڑھتے، سنتے اور سمجھتے ہوئے انہی کے نقشِ قدم پر چلا جائے تا کہ ان کی صفات کا عکس اور پرتو ہماری زندگیوں پر بھی

اپنا اثر دکھا سکے۔

احادیث رسول سے ماخوذ اسمائے رسول ﷺ پر روشنی:

رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف ایک ایسا موضوع ہے جو ہمہ گیر بھی ہے اور وسعت پذیر بھی، ہر دور میں ان گنت انسانوں نے دربارِ رسالت میں اپنی عقیدت و محبت کے گلدستے پیش کیے، مقدس زندگی کے ہر پہلو سے نقاب اٹھایا، اس طرح کہ خصائل و شمائل کا ہر رُخ صفحۂ قرطاس کی زینت بنا مگر بہت کچھ کہنے کے باوجود بہت کچھ باقی ہے، کہنے والوں کو قرار نہیں اور موضوع کی وسعت کی کوئی حد نہیں، دونوں جانب پھیلاؤ ہی پھیلاؤ ہے۔

قرآنِ کریم کے بعد نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کا مستند ترین ذریعہ احادیثِ نبوی ﷺ کا ہے، احادیث نبوی میں ''نعت'' کا لفظ ہمیں بآسانی دستیاب ہے، لفظِ نعت کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی کہتے ہیں:

''قرآنِ مجید میں اس مادہ کا کوئی صیغہ نہیں آیا ہے، احادیث میں دو تین جگہ یہ لفظ آیا ہے اور ہر جگہ خوبیوں کے بیان میں آیا ہے''۔ (۵۲)

احادیثِ نبوی ﷺ کے حوالے سے نعت کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

''قرآن کریم کے بعد مستند طور پر جہاں نبی ﷺ کا ذکر ملتا ہے، ان میں سب سے بڑا ذخیرہ حدیث کا ہے، بہت سی احادیث میں حضور اکرم ﷺ کی تعریف اور نعت ملتی ہے، سیرت و شمائل کی تمام حدیثیں اس میں داخل ہیں، یہاں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

الف:...... وہ احادیث ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے نفسِ واقعہ بیان کرنے کے لیے ایسے الفاظ بیان فرمائے ہیں جن سے نعت کا پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے، مثلاً

"عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان اللّٰه اصطفٰی من ولد ابراهيم اسماعيل بنی كنانة واصطفٰی من بنی كنانة قريشا واصطفٰی من قريش بن هاشم واصطفانی من بنی هاشم". (۵۳)

''روایت ہے واثلہ بن اسقعؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے چن لیا

اولادِ ابراہیم سے اسمٰعیل کو اور ان سے بنی کنانہ کو، اور ان میں سے قریش کو اور ان میں سے بنی ہاشم کو اور ان میں سے مجھ کو، یعنی آپ خلاصۂ موجودات اور اشرف اولاد ابراہیم ہیں۔

ب:......احادیث کی دوسری قسم وہ احادیث ہیں جن میں صحابۂ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق تعریفی جملے بیان کیے ہیں، اس میں آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ، اوصاف، سیرت اور کردار، رفتار و گفتار، معاشرت، تعلقات اور معاملات آپ کی نشست و برخاست غرض زندگی کے ہر شعبہ اور ہر گوشے سے متعلق مدحیہ اور نعتیہ جملے نقل ہیں:

مندرجہ ذیل حدیث کا تعلق آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے ہے:

"فـقالت خديجة كلا والله ما يخزيك الله ابدًا، انك تصل الرحم وتـحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضعيف وتعين علٰى نوائب الحق". (٥٤)

''حضرت خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں! بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں، ضعیفوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا ہے وہ کہتے ہیں:

''احادیثِ رسول ﷺ اور شمائل نبوی میں نعت کا لفظ اپنی مختلف نحوی اور صرفی صورتوں میں تقریباً پچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر ہر زبان اور ہر عہد کے نعت گو شعراء کی توجہ کا مرکز رہا جن میں واضح طور پر آپ ﷺ کی توصیف اور مدح کا بیان ہے۔ احادیث کے بعض مجموعوں میں ان احادیث کو علیحدہ ابواب میں جمع کیا گیا ہے۔ جن میں آپ ﷺ کے مناقب و فضائل کا ذکر ہے، مثلاً مشکوٰۃ شریف میں فضائل سید المرسلین ﷺ کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے، جس میں ایسی احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں یا تو آپ ﷺ کی اپنی زبان مبارک سے یا صحابہ کرامؓ اور ازواجِ مطہراتؓ سے آپ ﷺ کی تعریف اور خصائل و فضائل کی توصیف کا اظہار کیا گیا ہے۔ سنن ترمذی میں بھی مناقب النبی ﷺ پر ایک باب موجود

ہے۔ علاوہ ازیں شمائل النبی ﷺ کے نام سے امام ترمذی نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث بھی مرتب کیا ہے جس میں آپ ﷺ کے حلیۂ مبارک، اشیائے استعمال، لباس و خوراک، عبادات و عادات، طریق نشت و رفتار، آپ ﷺ کے نعلین، پسینہ، بال، مہر نبوت اور اسمائے مبارک کی فضیلت اور توصیف کا بیان ہے''۔ (۵۵)

پاکستانی نعتیہ ادب:

بلاشبہ اس جدید دور نے علماء وصلحاء، ادباء وشعراء کو ایک نئی فکر اور طرزِ سخن سے آشنا کیا۔ اسی صورت حال نے نعت گو شعراء کو بھی متاثر کیا، جدید مضامین اور عصرِ حاضر کے موضوعات پاکستانی نعتیہ شاعری میں نئی روح پھونکنے لگے، نعت اب ذاتیات سے بالاتر ہو کر کائنات کو مسخر کرنے لگی ہے۔ موجودہ نعتیہ ادب کی اہمیت بیان کرتے ہوئے پروفیسر سید یونس شاہ گیلانی کہتے ہیں:

''آج کی نعتیہ شاعری میں انسانی زندگی کے مسائل اور اس کے دکھوں کی نشاندہی موجود ہے، اگر جذبہ صادق ہو اور بات دل سے نکلے تو وہ ضرور اثر پذیر ہوتی ہے، شاعری کو ذاتی مناقشات، تذکرہ جنگ و جدال، نفرت، کینہ پروری، تکبر، ریاکاری، قومی تعصب اور عشق مجازی کی داستانوں سے نکال کر اس میں وسعت نظری پیدا کرنے کا کام نعت ہی نے کیا۔ نعت نے صرف نبی کریم ﷺ کی ذاتِ میمنت لزوم کے شعری بیان ہی میں اپنے آپ کو محصور نہیں رکھا بلکہ اس نے پیغام محمدی کو عوام تک پہنچایا، مادی وسائل میں پست قوموں میں علوہمتی، آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا کیا''۔ (۵۶)

عصرِ حاضر کی نعت تعلیمات اسلامی اور فرمودات نبوی کے اظہار کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، نعت ایک تسلسل و تواتر کے ساتھ محوِ سفر ہے، عصرِ حاضر میں اور ہر آنے والے دور میں اس کی رفتار، اس کی آواز اور اس کا آہنگ فزوں تر ہے نعت کا پیغام پہلے سے کہیں زیادہ پُر اثر اور توانا ہے، عصرِ حاضر کی نعت نئے انداز اور جدید اسلوب کی آئینہ دار ہے، اس میں کسی مقام پر صورتِ مصطفیٰ ﷺ کی جلوہ گری ہے تو کسی مقام پر سیرتِ پاک صاحبِ لولاک کی اثر پذیری ہے، کہیں ذاتی غم کے حوالے موجود ہیں تو کہیں ملت اسلامیہ کا استغاثہ حضور اکرم ﷺ کے دربارِ اقدس میں اجتماعی طور پر پیش کیا گیا ہے۔ شہرِ آشوب اور آشوبِ ملت بھی اس دور کی نعت کا مقصود و محور ہے کہیں داد رس سے دادرسی کی درخواست ہے، تو کہیں فریاد رس سے فریاد رسی کی التجا ہے، کہیں دہائی اور آہ و نالہ ہے تو کہیں ظلم و

زیادتی کی شکایت ہے، کہیں حضور سے نظرِ کرم کی درخواست ہے تو کہیں ان مشکل حالات میں امداد طلبی کا حصول شاعر کے لیے طمانیت کا باعث ہے۔

اسی موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے حفیظ تائب کہتے ہیں:

''نعت میں اس انقلاب کی بازگشت صاف سنائی دینے لگی ہے، جسے برپا کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تھے، وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطورِ خاص نعت کا موضوع بنا ہے، جس سے اُمت مسلمہ اور عہدِ حاضر کا انسان دوچار ہے، اس دور کے نعت نگار اپنی ذاتی اور کائناتی دکھوں کا مداوا رحضور پرنور ﷺ کی سیرتِ اطہر میں تلاش کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے منشورِ حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمویا جا رہا ہے، یوں نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر، عہد حاضر کا سب سے مقبول اور محبوب موضوعِ سخن ٹھہری ہے اور ''ورفعنا لک ذکرک'' کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچا ہے''۔ (۵۷)

ان تمام آراء کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ پاکستانی نعتیہ ادب میں سب سے مقبول اور معروف موضوع سخنِ نعت ہے، قیام پاکستان اور استحکام پاکستان کے نعت گو شعراء ہوں یا بعد میں آنے والے نعت گو شعراء، سب نعت کی ہمہ گیری اور وسعت کے قائل ہیں، اور ان کی اس بابرکت کوشش نے نعتیہ ادب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

نعتیہ ادب میں احادیثِ رسول سے ماخوذ اسمائے رسول:

ا۔ سیدنا الابرار ﷺ

سیّدُ الابرار، شاہِ انبیاء
سرَورِ دیں، رہبرِ جنّ و بشر
سلام اُن پر جو اپنے ربّ کے ہیں سب سے مُقرّب
وہی حق سے مخاطب تھے، وہی حق کے مخاطَب
رُوپ انُوپ، تو کامل، اکمل، تو اعلیٰ، تو اَولیٰ
تُو خوبی ہی خوبی آقا، میں خامی ہی خامی (۵۸)

﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾ (۵۹) نبی اکرم ﷺ کی ہستی اس کائنات کی سب سے بزرگ و برتر، اعلیٰ و ارفع ہستی ہے اسی لیے نبی ﷺ کے لیے اسم گرامی ''ابرار'' استعمال کیا گیا ہے۔

" عن عبدالله بن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ بلّغنی ان اقواما یقولون کذا وکذا، والله لان أبر واتقی الله منهم". (٦٠)

''عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں اللہ کی قسم میں سب سے زیادہ نیک اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں''۔

امام شرف الدین بوصیری ''قصیدہ بردہ شریف'' میں رقمطراز ہیں:

نبینا الآمر الناهی فلا احد
ابرّ فی قول "لا" منه ولا "نعم" (۶۱)

''ہمارے پیارے نبی ﷺ (نیکی کا) حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے، پس کوئی بھی ''نفی'' یا ''اثبات'' میں آپ ﷺ سے زیادہ راست باز نہیں''۔

۲۔ سیدنا اَحْسَنُ وَاَجوَدُ النَّاسِ ﷺ

سلام اُن پر سخی جن سا نہ گزرا ہے نہ ہو گا
عطا، غفراں، عنایت، موہبت جن کے لیے ہے
سلام اُن پر جو لطف و رحمت و احسانِ حق ہیں
زبورِ زندگی، درسِ بقاء، فرمانِ حق ہیں
سلام اُن پر کہ جو ہیں صاحبِ خُلق و مروّت
سراپا رحمت و جود و کرم، لطف و محبت
بحرِ محبت، خیرِ مجسّم، خُلقِ عظیم، احسان و عطا
یومِ ازل سے کس نے ایسے حُسن کا پیکر دیکھا ہے (۶۲)

" عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال کان رسول الله ﷺ احسن الناس واجود الناس واشجع الناس". (٦٣)

''انسؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ بہادر تھے''۔

قال حسّان بن ثابتؓ: "وابذل منه للطريف وتالد اذا ضن معطاء بما كان يتلد"(٦٤)

''حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا: ''جب سخی اپنے خزانوں کے ساتھ بخیلی کرتے ہیں تو حضورِ اقدس ﷺ غریبوں کے ساتھ سخاوت کا دریا بن جاتے ہیں''۔

" عن ابی سعید الخدریؓ قال: كان يخطب النبی ﷺ من استعف يعفه الله من استغنى يغنه الله ومن سألنا اما أن نبذل له وأما ان نو اسيه". (٦٥)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ خطبۂ جمعہ میں فرما رہے تھے کہ'' جو شخص سوال کرنے سے بچے گا اللہ اس کو بچائے گا اور جو شخص بے پرواہی اختیار کرے گا اللہ اس کو غنی کرے گا اور جو شخص ہم سے مانگے ہم اسے دیں گے یا اس کے ساتھ شریک ہوں گے''۔

" عن عبداللّٰه بن ابی بكرؓ عن أبا اسيدؓ كان يقول وكان رسول اللّٰه ﷺ لا يمنع شيئًا يسأله . (٦٦)

''حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابواسیدؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ سے جس چیز کا سوال ہوتا، آپ ﷺ اسے کبھی ردّ نہ فرماتے بلکہ آپ ﷺ سوال کو پورا کرتے''۔

" عن جابر بن عبداللّٰهؓ قال ما سئل رسول اللّٰه ﷺ شيئًا قط فقال لا". (٦٧)

''حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے جب مانگا جاتا تو آپ ﷺ کبھی ''نہ'' کا لفظ زبان مبارک پر نہ لاتے''۔

"عن انسؓ رفعه الا اخبركم عن الاجود اللّٰه الاجود وانا اجود بنی آدم". (٦٨)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بتا دوں بڑا سخی کون ہے، سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے اور آدمؑ کی اولاد سے میں زیادہ سخی ہوں''۔

۳۔سیدنا اَشْجَعُ النَّاسِ ﷺ

سامنے طوفانِ ظُلمت کے رہا سینہ سپَر
کون ہے تجھ سا بہادُر، کون ہے تجھ سا شجیع
سلام اُن پر، نہیں میدان میں جن سا شجیع
پہ یکسر لطف کمزوروں پہ ہے قلبِ ودیع
سلام اُن پر، نہیں کونین میں جن سا زعیم
اوالعزم و شجیع و ہیبتِ قلبِ غنیم
حبیبِ داوَر، وہ نورِ پیکر، وہ حسنِ ارض و سما کا محور
ہو میرا دل، میری جاں نچھاور، جری، شجیع و جوانِ رعنا(۶۹)

"عـن انس بن مالك رضى الله عنه قال كان رسول الله ﷺ احسن الناس وكان اجود الناس وكان اشجع الناس". (۷۰)

''انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اورسب سے زیادہ سخی اورسب سے زیادہ بہادر تھے''۔

"عـن ابـن عـمرؓ قال ما رأيت أحدا أنجد ولا أجود ولا أشجع ولا أجود ولا أشجع ولا أضوأ وأوضا من رسول الله ﷺ. (۷۱)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے نہ تو کسی کو اعلیٰ دیکھا اور نہ ہی کوئی سخی دیکھا اور نہ ہی کوئی بہادر دیکھا اور نہ ہی کوئی خوبصورت حسین دیکھا''۔

۴۔سیدنا اَلْاَکْرَمُ ﷺ

سلام اُن پر جہانوں میں جو ہیں سب سے مُکرّم
ہوا ہے اور نہ ہو گا کوئی اُن سے بڑھ کے اَکرم
سب سے مُکرّم سب سے مُعظّم
صلی اللہ علیہ وسلم

کون ہے آپ e سے اَکرم و اَرحم
صلی اللہ علیہ وسلم
محمدؐ صفِ انبیاء کا امام
مُبشَّر مُکرَّم، مدارُ المہام (۷۲)

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال رسول اللّٰہ ﷺ انا اکرم الاوّلین والاٰخرین ولا فخر". (۷۳)

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اوّلین و آخرین میں سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہوں اور کوئی فخر نہیں''۔

"عن انس بن مالك رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان اوّل الناس خروجًا اذا بعثوا وانا خطیبهم اذا وفدوا وانا مبشرهم اذا یئسوا لواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولد اٰدم علی ربی ولا فخر". (۷٤)

''انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کو جب لوگ اٹھیں گے میں سب سے پہلے اٹھنے والا ہوں گا اور میں ان کا خطیب ہوں گا، جب لوگ وفد بن کر جائیں گے اور میں خوش خبری سنانے والا ہوں گا، جب وہ مایوس ہوں گے، اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اپنے رب کے نزدیک بنی آدم کی اولاد میں میں سب سے مکرم ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں ہے''۔

۵۔سیدنا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ ﷺ

مناصب میں وہ رحمتِ دو جہاں
مراتب میں وہ فائقِ آسماں
رحمتوں کا جہاں، خُلق کا گلستاں
لائقِ ہر ثناء، مصطفیٰؐ، مصطفیٰؐ
مُشفَّع و شافِع و شفاعت
شفیعِ محشرؐ، رسولِ راحتؐ

سلام اُن پر کہ جو ہیں صاحبِ خلق و مروّت
سراپا رحمت و جُود و کرم، لطف و محبت(۷۵)

"عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال اذا صلیتم علی رسول اللّٰہ ﷺ فاحسنوا الصلاۃ علیه فانکم لا تدرون لعل ذلك یعرض علیه قال فقالوا فعلمنا قال فولوا: اللّٰھم اجعل صلٰوتك ورحمتك وبرکاتك علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبین محمد عبدك ورسولك امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمة اللّٰھم ابعثه مقاما محمودًا یغبط به الاوّلون والآخرون اللّٰھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علٰی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انك حمیدٌ مجیدٌ اللّٰھم بارك علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انك حمیدٌ مجیدٌ" (۷٦)

''عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں جب تم رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھو تو بہترین طریقہ سے پڑھو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شائد تمہارا درود رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا جائے، لوگوں نے کہا ہمیں سکھا دیجیے تو انہوں نے فرمایا کہو اے اللہ! اپنے درود اور رحمتیں اور برکتیں بھیج پیغمبروں کے سردار اور متقیوں اور پرہیزگاروں کے امام اور نبیوں کے ختم کرنے والے محمد ﷺ پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں، بھلائی کے پیشوا، بھلائی کے چاہنے والے اور رحمت کے پیغمبر ہیں اے اللہ ان کو مقام محمود عطا فرما جس پر اگلے پچھلے فخر کریں۔ اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر جس طرح آپ نے درود بھیجا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے، اے اللہ برکت نازل فرما محمد ﷺ کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے''۔

امام محمد بن یوسف شامی اپنی شہرہ آفاق کتاب سبل الھدیٰ میں فرماتے ہیں:

" قال ابو بکر بن طاھرؒ زین اللّٰہ محمدًا ﷺ بزینة الرحمة فکان

کونہ رحمة وجميع شمائله وصفاته رحمة على الخلق وحياته رحمة ومماته رحمة". (۷۷)

''امام ابوبکر بن طاہر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رحمت کی زینت بنایا، آپ ﷺ رحمت تھے اور آپ ﷺ کے تمام اخلاق وصفات مخلوق کے لیے رحمت تھے اور آپ ﷺ کی زندگی بھی رحمت تھی اور آپ ﷺ کی وفات بھی رحمت تھی''۔

۲۔سیدنا مُعَلِّمُ الاُمَّۃَ ﷺ

سلام ان عالمِ اُمّی پہ، وہ یکتا مُعلِّم
وہ کنزِ حکمت و عرفان و علم و فن کے قاسم
سلام اس صاحبِ جود و سخا، لُطف و عطا پر
مُعلِّم، راہ بر، سرچشمۂ فہم و ذکار پر
سلام اُن پر کہ جو ہیں صیقلِ فہم و وُقوف
مُعلِّم، مہربان و لطف فرما و عطوف
مُعلِّم، مزکّی، صراطِ الٰہی
وہ بندے کو حق سے ملا دینے والے
وہ مُزکّی، وہ مُعلِّم، وہ کتاب
کتنے ہی دَر ذہن کے اندر کھلے (۷۸)

" وقوله تعالى ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ﴾ يعنى ﴿القرآن والحكمة﴾ يعنى السنة قاله الحسن وقتادة ومقاتل بن حيان وابو مالك رضى الله عنهم وغيرهم وقيل الفهم فى الدين ولا منافاة" (۷۹)

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ وہ نبی اُن کو کتاب کی تعلیم دیں گے، کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سُنّت ہے، یہ تفسیر حضرت حسن بصری، قتادہ، مقاتل بن حیان اور ابو مالکؒ وغیرہ سے منقول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکمت سے مراد دین کا فہم ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں''۔

۷۔سیدنا اَلشَّکُوْرُ ﷺ

سلام اُن پر رِضائے حق پہ جو دائم تھے شاکر
صعوبت، صدمہ و اندوہ اور کُلفت میں صابر
سلام اُن پر سِوا، جو صاحبِ صبر و رِضا ہیں
جو ہر اک حال میں پابندِ منشائے خدا ہیں
سلام اُس ذات پر جو صاحبِ صبر و رِضا ہے
توکّل میں تشکُّر میں قناعت میں سِوا ہے
شانِ عبدیت کا تیری سرِّ ''مـــااَوحـــی'' ثبوت
تجھ سے بڑھ کر کون ہو گا رازدارِ بندگی (۸۰)

"عـن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه يقول ان كان النبى ﷺ ليقوم او ليصلّى حتى ترم قد ماه اوس قاه فيقال له فيقول افلا اكون عبدًا شكورًا". (۸۱)

''مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو قیام کرتے یا اتنی نماز پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے یا آپ ﷺ کی پنڈلیوں پر ورم آجاتے، آپ کو عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزر بندہ نہ بنوں''۔

۸۔سیدنا اَحْلَی النَّاسِ ﷺ

فصیح بھی ہے، ادیب بھی ہے
بلیغ بھی ہے خطیب بھی ہے
مطالب میں یکتا فتح البیان
مغارِب، مشارِق میں وہ ضَوفشاں (۸۲)
سلام اُن پر کہ جو آفاق میں حق کی زبان ہیں
فصیحِ اَفصحاں ہیں، قادرِ لفظ و بیاں ہیں
تُو خُلقِ حَسَن تُو خیرِ بشَر
تُو رُوحِ زمن تُو حُسنِ سَحَر

بحرِ محبت، خیرِ مجسّم، خُلقِ عظیم، اِحسان و عطا
یومِ ازل سے کس نے ایسے حُسن کا پیکر دیکھا ہے
سلام اُن پر کہ جو ہیں قاطعِ زہرِ ہلال
دلوں کو شہد کر دیتے ہیں وہ شیریں خصائل
سلام اُن پر جو معجزِ چشم ہیں، شیریں دَہن ہیں
زبانِ خالقِ قدوس ہیں، شیریں سخن ہیں(۸۳)

" كان ﷺ افصح الناس مطقا واحلاهم كلامًا "(٨٤)

''حضور ﷺ بولنے میں تمام لوگوں سے فصیح تھے اور کلام کے لحاظ سے آپ ﷺ سب سے شیریں زبان تھے''۔

" عـن بـريدة رضى الله عنه قال كان رسول الله ﷺ افصح الناس مطقاً واحلاهم كلامًا " . (٨٥)

''حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ تمام لوگوں سے فصیح اللسان اور شیریں زبان تھے''۔

"سئلت عائشة رضى اللّٰه عنها:عن خلقه صلى اللّٰه عليه وسلم ، فقالت:"كان خلقه القرآن"(٨٦)

''حضرت عائشہؓ سے نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ نبی ﷺ کا اخلاق قرآن ہے''۔

یاد ہے بات مجھے حضرت صدیقہؓ کی
آپؐ کا خلق بھی قرآن ہے سبحان اللہ(۸۷)

۹۔سیدنا اَلْقَاسِمُ ﷺ

خدا کی نعمت کا جو ہے قاسم، وہ ہے یتیم و یسر مکہ
خدائی جاگیر جس کی ٹھہری، وہ ہے غریب الدیار بطحا(۸۸)
سلام اُن عالمِ اُمّی پہ، وہ یکتا مُعلِّم
وہ کنزِ حکمت و عرفان و علم و فن کے قاسم

سلام اُن پر ہے جن کی خاکِ پاک صدر شک طور
وہی ہیں قاسمِ فردوسِ انہار و قصور (۸۹)

"عن أبی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال ما اعطيتكم ولا امنعكم انا قاسم اضع حيث أمرت" (۹۰)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور نہ ہی میں تم سے کچھ روکتا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے''۔

" انَّمَا اَنَا قَاسِمُ بَینکُمْ " (۹۱)

''بے شک میں تمہارے درمیان تقسیم کرنے والا ہوں''۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہیں عطا کرتا ہوں نہ تم سے روکتا ہوں، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور وہی کرتا ہوں جو مجھے حکم دیا جاتا ہے''۔ (۹۲)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ بحیثیت ''قاسم'' آپ ﷺ کیا تقسیم فرماتے تھے، اس کا واضح جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ

☆ منزل من اللہ علم امت میں تقسیم فرماتے تھے۔
☆ غریب الحال اور مفلس حال لوگوں میں مال تقسیم فرماتے تھے۔
☆ آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرماتے تھے۔
☆ آپ ﷺ مالِ فے تقسیم فرماتے تھے۔
☆ آپ ﷺ لوگوں میں صدقات تقسیم فرماتے تھے۔ (۹۳)

جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (۹۴)

''یعنی جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رُک جاؤ''۔

۱۰۔ سیدنا اَحَبَّ النَّاسِ ﷺ

زندگی کچھ بھی نہیں تیری محبت کے بغیر
اور بے روح محبت ہے اطاعت کے بغیر

کوئی دستور مکمل نہ کوئی نظم درست
تیرے لائے ہوئے آئینِ شریعت کے بغیر
دین ہی میں کوئی لذت ہے نہ دنیا میں ہے لُطف
اے غمِ عشقِ نبیؐ، تیری رفاقت کے بغیر
ساغر آبِ حیات آئے تو میں ٹھکرا دوں
بخدا نامِ محمدؐ کی حلاوت کے بغیر
مرحبا اُلفتِ سردارِ دوعالم کے طفیل
آن پہنچا ہوں کہاں کشف و کرامات کے بغیر (۹۵)

”عـن أنس رضی اللّٰہ عنه قال رسول اللّٰه ﷺ لا یؤمن احدکم حتی أکون أحب الیه من والده ووَلدہٖ والناس أجمعین“. (۹۶)

”انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“۔

اہلِ ایماں کے لیے جانوں سے اولیٰ آپؐ ہیں
خوں کے سب رشتوں سے ارفع اور اعلیٰ آپؐ ہیں
کوئی مومن ہی نہیں ان کی محبت کے بغیر
ہر دلِ تیرہ میں ایماں کا اُجالا آپؐ ہیں
حق نے ٹھہرائی محبت آپؐ کی ایماں کی شرط
ٹھہرا احسن اور اجمل جن کا اُسوہ آپؐ ہیں
حُبِّ سرورؐ کا تقاضا پیروی ہے آپؐ ہیں
خوش خدا ہوتا ہے جس سے وہ حوالہ آپؐ ہیں (۹۷)

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ ہوں یا حضور اکرم ﷺ کے اسمائے مبارک، حمد و نعت کے ذیل میں یہ مختصر ثنا پارے ہیں جن کا تذکرہ اور ورد اخلاص سرشت حب داروں اور اطاعت نژاد اور نعت نگاروں کے لیے حیرت و بہجت اور انکشافات و مشاہدات کی کئی امکان بھری دنیاؤں کے دَر وا کرسکتا ہے۔

حوالہ جات

(۱) ریاض مجید، ڈاکٹر، ''اردو میں نعت گوئی''، اقبال اکادمی لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص:۱۲۴

(۲) الاحزاب:۴۵

(۳) المائدہ:۱۵

(۴) الانبیاء:۱۰۷

(۵) الانشراح:۴

(۶) القلم:۴

(۷) الفرقان:۱

(۸) الزمر:۳۶

(۹) الحدید:۹

(۱۰) آلِ عمران:۱۴۴

(۱۱) التوبہ:۱۲۸

(۱۲) الفتح:۲۹

(۱۳) الشعراء:۱۹۳، ۱۹۴

(۱۴) النحل:۳۹

(۱۵) الفتح:۱۰

(۱۶) النساء:۵۶

(۱۷) النساء:۵۰

(۱۸) الاحزاب:۳۶

(۱۹) الاحزاب:۶

(۲۰) الحجرات:۴

(۲۱) ابوالامتیاز، ع س مسلم، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، القمر انٹرپرائزرز، اردو بازار لاہور، ص:۹۰

(۲۲) محمود، راجا رشید، ''اوراقِ نعت''، مکتبہ ایوانِ نعت لاہور، ص:۲۸

(۲۳) ایضاً ص:۱

(۲۴) ایضاً ص:۳

(۲۵) ایضاً ص:۱۴

(۲۶) محمود، راجا رشید، ''متاعِ نعت''، ملتان روڈ لاہور، ص:۳۷

(۲۷) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۲۴۵

(۲۸) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۲۴۶

(۲۹) الانبیاء:۱۰۷

(۳۰) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۲۶۳

(۳۱) التوبہ:۱۲۸

(۳۲) الجامع الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الانتھا من المعاصی:۲۰

(۳۳) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۴۳۵

(۳۴) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۲۵۴، ۲۵۵

(۳۵) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۲۸۵
(۳۶) النساء:۷۹
(۳۷) طاہر مصطفےٰ، محمد، ڈاکٹر، ''فلسفۂ اسمائے رسول ﷺ''، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، ص:۶۸۵
(۳۸) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۲۷۸
(۳۹) الاحزاب:۴۶
(۴۰) شاد، مقصود حسین، محمد ''ذکرِ حفیظ تائب''، القمر انٹر پرائزرز لاہور، ص:۳۶
(۴۱) الحجرات:۲
(۴۲) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۴۵۵
(۴۳) آل عمران:۱۶۴
(۴۴) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۲۷۷
(۴۵) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۴۹۵
(۴۶) البقرہ:۱۱۹ (۴۷) التوبہ:۱۱۲
(۴۸) الحج:۳۴ (۴۹) ھود:۲
(۵۰) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۵۹۸
(۵۱) ڈاکٹر طاہر مصطفےٰ ''فلسفۂ اسمائے رسول ﷺ''، ص:۳۹۷
(۵۲) ندوی، سید عبدالقدوس ہاشمی، مولانا، ''ورفعنا لک ذکرک''، مشمولہ ارمغانِ نعت کراچی، ص:۱۵
(۵۳) جامع الترمذی، باب المناقب، اسلامی کتب خانہ لاہور، ج:۲، ص:۷۵
(۵۴) جامع الصحیح البخاری، باب الوحی، شبیر برادرز لاہور، جولائی ۲۰۰۶ء، ج:۲، ص:۳۷
(۵۵) ریاض مجید، ڈاکٹر، ''اردو میں نعت گوئی''، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۹۰ء، ص:۴
(۵۶) آزاد فتح پوری، محمد اسماعیل، ڈاکٹر، ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء''، فائن آرٹ ورکس الہ آباد ۱۹۸۸ء، ص:۲۳
(۵۷) حفیظ تائب، ''اردو نعت''، مشمولہ نقوش رسول نمبر، جنوری ۱۹۸۴ء، ص:۱۸۸
(۵۸) ابوالامتیاز، ع س مسلم، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، القمر انٹر پرائزرز، اردو بازار لاہور، ص:۱۲۹،۱۲۸
(۵۹) آلِ عمران:۱۹۳
(۶۰) الجامع الصحیح البخاری، باب فاسئلوا اھل الذکر، ج:۴، ص:۱۱۴
(۶۱) طاہر مصطفےٰ، ڈاکٹر محمد، ''فلسفۂ اسمائے رسول''، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص:۷۷۵
(۶۲) ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، ص:۱۲۵

(۶۳) نعیم الاصفہانی، دلائل النبوہ، ج:۳،ص:۲۲۶
(۶۴) تاریخ ابن کثیر، ج:۵،ص:۲۸۱
(۶۵) مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۳،ص:۴۴
(۶۶) مجمع الزوائد، ج:۲،ص:۱۰۰
(۶۷) الجامع الصحیح البخاری، ج:۶،ص:۴۲
(۶۸) شرح المواھب، ج:۳،ص:۱۰۱
(۶۹) ابوالامتیاز،''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''،ص:۳۱۲
(۷۰) رواہ الدیلمی،منتخب کنزل العمال علی ہاشمی احمد، ج:۴،ص:۳۰۴، ۳۰۵
(۷۱) سنن دارمی، ج:۱،ص:۲۳
(۷۲) ابوالامتیاز،''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''،ص:۶۲۴
(۷۳) سنن الترمذی، کتاب الشمائل الشریفہ، الرقم:۳۶۱۶
(۷۴) فتح الباری، ج:۶،ص:۶۵۰
(۷۵) ابوالامتیاز،''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''،ص:۲۴۲
(۷۶) مجمع البحار، ج:۳،ص:۲۸۲
(۷۷) الشامی،الصالحی،محمد بن یوسف،امام،''سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد''، ج:۱،ص:۵۷۳
(۷۸) ابوالامتیاز،''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، اردو بازار لاہور،ص:۴۵۵
(۷۹) تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۱۸۴
(۸۰) ابوالامتیاز، ع س مسلم،''اسماء النبیؐ صدفِ ضمائر میں''،القمر انٹر پرائزرز، اردو بازار لاہور،ص:۲۲۴
(۸۱) الغزالی،''احیاء العلوم''، ج:۲،ص:۳۶۳
(۸۲) ابوالامتیاز،''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''،ص:۳۷۸
(۸۳) ابوالامتیاز،''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''،ص:۲۳۲
(۸۴) ''احیاء العلوم''، ج:۲،ص:۲۶۳
(۸۵) المغنی لابن القدامہ، ج:۲،ص:۳۶۳
(۸۶) شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ، باب اخلاقہ ﷺ، ج:۲،ص:۹
(۸۷) شاد،مقصود حسین،محمد''ذکر حفیظ تائب''،ص:۴۲
(۸۸) ایضاً

(۸۹)　ابوالامتیاز، ''اسماء النبیؐ پیراہن شعر میں''، اردو بازار لاہور، ص:۱۹۰

(۹۰)　تفسیر مظہری، ج:۸، ص:۱۶۵

(۹۱)　الجامع الصحیح البخاری، کتاب الخمس

(۹۲)　ایضاً

(۹۳)　طاہر مصطفیٰ، ڈاکٹر محمد، ''فلسفۂ اسمائے رسول''، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ص:۱۰۷

(۹۴)　الحشر:۷

(۹۵)　ماہر القادری، ''ذکر جمیل''، القمر انٹر پرائزز، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص:۱۷۲

(۹۶)　ابن کثیر، تاریخ، ج:۶، ص:۱۷

(۹۷)　حفیظ تائب، کوثریہ، القمر انٹر پرائزرز، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص:۶۴

☆......☆......☆

پروفیسر مجاہد احمد

حضرت عباس بن عبدالمطلب اور نعتیہ شاعری

مقدمہ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ عظیم المرتبت صحابی اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے۔ قبولیت اسلام سے پہلے اور بعد اپنی تمام تر توانائیاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت وحفاظت میں صرف کیں، آپ اور نبی مکرم کے مابین دوطرفہ محبت واحترام کا تعلق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بہترین شخص اور اپنے والد کی مانند قرار دیا اور ان سے محبت کو خود سے محبت اور ان سے عداوت کو خود سے عداوت بتایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر نعت کہی جسے نہ صرف آپ نے پسند فرمایا بلکہ اس پر ان کو دعاؤں سے بھی نوازا۔

مقالہ ہذا کے مشمولات حسب ذیل ہیں:

(۱) مختصر حالات زندگی (۲) فضائل ومناقب

(۳) نعتیہ شاعری کے نمونے (۴) اختتامیہ

(۵) حوالہ جات

مختصر حالاتِ زندگی

حضرت عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالفضل تھی، دراصل آپ کے دس بیٹے تھے، جن میں سب سے بڑے فضل تھے، انہیں کی مناسبت سے آپ نے یہ کنیت اختیار کی، آپ کی زوجہ محترمہ بھی اپنی کنیت ام فضل سے معروف تھیں، آپ کی والدہ محترمہ نتیلہ بنت خباب بن کلب تھیں، آپ بچپن میں گم ہوگئے تو آپ کی والدہ نے نذر مانی کہ اگر میرا بیٹا مل گیا تو میں بیت اللہ پر غلاف چڑھاؤں گی، جب آپ ملے تو انہوں نے اپنی نذر پوری کی، آپ کی والدہ عرب کی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے بیت اللہ پر دیبا کا غلاف چڑھایا۔(۱)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے بھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے

چنانچہ جس رات انصار نے بیعت عقبہ کی آپ بھی اس وقت موجود تھے، آپ نے انصار سے فرمایا: اے گروہ قریش! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد (ﷺ) لوگوں میں بزرگ و عظیم ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس وقت جو عہد و پیمان باندھ رہے ہو توڑ دو۔ (۲)

دورِ جاہلیت میں قریش کے رئیس تھے، مسجد حرام کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانا آپ کے فرائض میں شامل تھے، خدمت سے مراد یہ ہے کہ آپ مسجد حرام میں نہ کسی کو گالیاں بکنے دیتے تھے اور نہ کسی کو برے الفاظ کہنے کی اجازت دیتے تھے۔ (۳)

مشرکین مکہ جب غزوۂ بدر کے لیے نکلے تو آپ کو بھی زبردستی ساتھ لے آئے۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے دیا تھا کہ جس کو بھی عباس ملیں وہ انہیں قتل نہ کرے، کیونکہ وہ اپنی رضا و رغبت سے نہیں آئے۔ (۴)

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، جب قیدیوں کے بند سخت ہوئے تو رحمتِ عالم ﷺ آپ کی تکلیف کے تصور سے سو نہ سکے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ نیند نہ آنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عباس کی حالت زار کے تصور سے نیند نہیں آ رہی۔ ایک صحابی اٹھے اور انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بندشیں ڈھیلی کر دیں۔ اس پر آپ ﷺ نے تمام قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کرنے کا حکم دے دیا۔ (۵)

سیرت نگاروں کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے لیکن آپ نے قبولیتِ اسلام کو پوشیدہ رکھا، آپ سید المرسلین ﷺ کو مدینہ طیبہ میں مشرکین کے حالات و واقعات لکھ کر بھیجا کرتے تھے اور مکہ مکرمہ میں باقی مسلمانوں کی اطلاعات دیا کرتے تھے، نبی مکرم ﷺ آپ کی اطلاعات پر مکمل اعتماد فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تھی جس پر آپ نے انہیں لکھا کہ چچا جان! آپ اپنی جگہ رہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھ پر نبوت کو ختم فرمایا ہے، آپ پر ہجرت کو ختم فرمائے گا۔ (۶)

لہٰذا جب سرورِ انبیاء ﷺ فتح مکہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ مع اہل و عیال مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے راستے میں آپ سے ملے، آپ ﷺ نے ان کے اہل و عیال کو مدینہ طیبہ بھیج دیا اور انہیں ساتھ لے کر فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ (۷)

آپ نبی کریم ﷺ سے عمر میں تین سال بڑے تھے، لیکن ادب کا یہ حال تھا کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا سید الانبیاء ﷺ تو آپ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ مجھ سے بڑے ہیں اگرچہ میں پیدا پہلے ہو گیا تھا۔ (۸)

آپ کا وصال مبارک بروز جمعۃ المبارک ۱۲ رجب المرجب ۳۲ ہجری میں ہوا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۸۸ سال تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (۹)

فضائل ومناقب:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا، اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما۔ پھر ان پر بارش نازل ہوئی۔

اسی واقعہ کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا:

سال الامام وقد تتابع جدبنا
فسقى الغمام بغرة العباس
عم النبى وصف والده الذى
ورث النبى بذاك دون الناس
احيا الاله به البلاد فأصبحت
مخضرة الأجناب بعد الياس (۱۱)

''جب ہم پر مسلسل قحط پڑے تو امام نے دعا مانگی کہ اے اللہ! عباس کے روئے اقدس کے طفیل بارش برسا۔ وہ عباس جو نبی کے چچا اور ان کے والد کی مانند ہیں، وہ عباس جنہوں نے فضائل کو خصوصیت کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے وراثت میں پایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے طفیل شہروں کو زندہ کر دیا، مایوسی کے بعد وہ ہرے بھرے ہو گئے۔''

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سوموار کی صبح میرے پاس آیئے گا۔ آپ بھی اور آپ کا بیٹا بھی تا کہ میں آپ لوگوں کے لیے ایک دعا کروں جس کے سبب اللہ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو نفع عطا فرمائے گا۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) آپ اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں صبح کے وقت حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمیں اپنی چادر پہنا دی، پھر فرمایا: پروردگار! عباس اور ان کے بیٹے کو ظاہری و باطنی مغفرت عطا فرما جو کسی گناہ کو باقی نہ چھوڑے۔ پروردگار! ان کو ان کی اولاد میں محفوظ رکھ۔ (۱۲)

❁ ایک بار سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چچا! کل گھر رہیے گا اور اپنے بچوں کو بھی باہر نہ جانے دیجیے گا، میں آپ کی طرف آؤں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ تمام گھر والوں کو اپنی مقدس چادر میں ڈھانپا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے چچا اور میرے والد کے قائم مقام ہیں اور یہ ان کے بیٹے میری اہل بیت ہیں' ان سب کو آتش جہنم سے یوں ہی چھپا لے جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے، اس پر ان سب نے آمین کہا اور گھر کے در و دیوار نے بھی آمین کہا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ گھر کا کوئی پتھر یا ڈھیلا ایسا نہ تھا، جس نے آمین نہ کہا ہو۔ (۱۳)

روایت ہے کہ ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ غصے میں کیوں ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے اور قریش کے درمیان کیا معاملہ ہے؟ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو ہشاش بشاش ملتے ہیں اور جب ہمیں ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آ گئے، یہاں تک کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت کرے، پھر فرمایا: لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اس لیے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔ (۱۴)

منقول ہے کہ ایک روز حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں آتے دیکھا تو قیام فرما ہو گئے اور ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے، ان کی دونوں

آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اپنی داہنی جانب بٹھایا اور فرمایا: یہ میرے چچا ہیں، ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے چچا پر فخر کرے اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کتنی خوش آئند بات فرما رہے ہیں، آپ نے فرمایا: کیوں نہ کہوں؟ آپ میرے چچا ہیں اور میرے والد کی طرح ہیں، میرے اجداد کا بقیہ ہیں، میرے وارث ہیں، اور بہترین شخص ہیں، جنہیں میں اپنے اہل میں سے چھوڑے جا رہا ہوں۔ (۱۵)

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ لوگوں میں سخی ترین اور مہربان ترین ہیں۔ (۱۶)

❁ اسی طرح آپ کا فرمانِ عالی شان ہے: ''عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے ہوں۔'' (۱۷)

نعتیہ شاعری کے نمونے:

سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مدحت کی سعادت حاصل کی اور آپ وہ خوش نصیب مدح گو ہیں جنہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں سے بھی نوازا۔

آپ رضی اللہ عنہ مدحتِ رسول کرتے ہوئے کہتے ہیں: یا رسول اللہ! آپ دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے پہلے جنت میں سیدہ حواء کے بطنِ اقدس میں تھے، پھر آپ کا نطفہ مبارکہ ایسے وطن میں آیا جہاں آپ نہ بشر تھے نہ گوشت کا لوتھڑا اور نہ ہی خون کی پھٹک۔ آپ حضرت نوح کی کشتی میں سوار ہوئے اور ان کے نافرمانوں کو اپنے جلال سے غرق کر دیا، آپ ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد کے پاک اصلاب سے اپنی امہات کے پاک ارحام میں منتقل ہوتے رہے۔ قدر و منزلت کے اعتبار سے آپ کا خاندان تمام خاندانوں میں ممتاز و منفرد مقام رکھتا ہے، جب آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو آپ کی نورانیت کے باعث روئے زمین جگمگا اٹھی اور تمام جہان روشن ہوگیا، آپ کی روشنی اور نور کے طفیل ہی ہم آج راہِ ہدایت کے مسافر ہیں۔

چنانچہ حضرت خریم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کی مدحت کرنا چاہتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیجیے، اللہ تعالیٰ آپ کا دین صحیح وسالم رکھے، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ

نے یہ اشعار پڑھے ؎

من قبلها طبت فی الظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر
انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد
الجم نسرًا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم
اذا مضٰی عالم بدا طبق
حتی احتوی بیتك المهیمن من
خندف علیاء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت
الارض وضاءت بنورك الأفق
فنحن فی الضیاء وفی
النور وسبل الرشاد نخترق (۱۸)

1- آپ اس سے پہلے جنت میں اور حضرت حواء کے بطن اقدس میں تھے، جہاں جسم پر درختوں کے پتے لپیٹے جا رہے تھے۔

2- پھر آپ ایسے وطن میں تشریف لائے جہاں آپ نہ بشر تھے، نہ مضغہ تھے اور نہ علق (خون کی پھٹک)۔

3- بلکہ مبارک نطفہ تھے، آپ کشتی میں سوار ہوئے اور (قومِ نوح کے) نسر بت کے گلے میں رسی ڈالی اور اس کے ماننے والوں کو ڈبو دیا۔

4- زمانہ گزرتا گیا اور صدیاں بیتتی گئیں اور آپ پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے۔

5- یہاں تک کہ آپ کی شرافت وعظمت بڑے بڑے خاندانوں پر غالب آ گئی اور تمام خاندان

اس کے بلند مرتبے کے نیچے ہیں۔

-6 آپ وہ ذاتِ مبارکہ ہیں کہ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے (جہاں کے) افق روشن ہوگئے۔

-7 ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کی راہوں پر گامزن ہیں۔

اختتامیہ

مذکورہ حقائق کی روشنی میں ہم درج ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں:

- جس طرح نبی مکرم ﷺ کو ختم نبوت کا اعزاز حاصل ہے، اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ختم ہجرت کا اعزاز حاصل ہے۔
- انبیائے کرام علیہم السلام سے توسل کے علاوہ صالحین سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارش کے لیے بارگاہِ خداوندی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بطور وسیلہ پیش کیا۔
- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ممدوح ہیں۔
- نبی کریم ﷺ اپنے مدح گو کو دعاؤں سے نوازتے ہیں۔
- نعت گوئی محمود عمل ہے جس کی اجازت خود نبی مکرم ﷺ نے مرحمت فرمائی ہے۔
- ذکر میلادِ مصطفیٰ سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار سے معلوم ہوا۔
- نبی کریم ﷺ کے تمام آباء وامہات پاک اور مومن تھے۔
- نبی کریم ﷺ کا خاندان تمام خاندانوں میں افضل ہے۔

☆......☆......☆

حوالہ جات

(١) الاصابة فی تمییز الصحابة، امام ابن حجر عسقلانی، اشاعت اول، (بیروت، دارالکتب العلمیة: ١٩٩٥ء) ٣/ ٥١١۔ اسد الغابة فی معرفة الصحابة، امام ابن اثیر جزری، اشاعت نمبر غیر مذکور (بیروت: دارالفکر، ١٩٩٥ء) ٣/ ٥٩۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، امام ابن عبدالبر اندلسی۔ مدارج النبوت، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ترجمہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی، اشاعت نمبر غیر مذکور (لاہور، شبیر برادر، ٢٠٠٤ء) ٢/ ٥٦٨ .

(٢) اسد الغآبة فی معرفة الصحابة، امام ابن اثیر جزری: ٣/ ٥٩۔ مدارج النبوت، شاہ عبدالحق محدث دہلوی: ٢/ ٥٦٨ .

(٣) اسد الغابة فی معرفة الصحابة، امام ابن اثیر جزری: ٣/ ٥٩۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، امام ابن عبدالبر اندلسی .

(٤) الاستعیاب فی معرفة الاصحاب، امام عبدالبر اندلسی۔ مدارج النبوت، شاہ عبدالحق محدث دہلوی: ٢/ ٥٦٣ .

(٥) اسد الغابة فی معرفة الصحابة، امام ابن اثیر جزری: ٣/ ٥٩۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، امام ابن عبدالبر اندلسی۔ مدارج النبوت شاہ عبدالحق محدث دہلوی: ٢/ ٥٦٨ .

(٦) اسد الغابة فی معرفة الصحابة، امام ابن اثیر جزری: ٣/ ٦٠۔ الاستعیاب فی معرفء الاصحاب، امام ابن عبدالبر اندلسی۔ مدارج النبوت شاہ عبدالحق محدث دہلوی: ٢/ ٥٦٨، ٥٦٩ .

(٧) مدارج النبوت شاہ عبدالحق محدث دہلوی: ٢/ ٥٦٨ .

(٨) المستدرك علی الصحیحین، امام حاکم، کتاب معرفة الصحابة، اشاعت نمبر غیر مذکور (بیروت، دارالمعرفة، سن اشاعت غیر مذکور)

(۹)　المستدرک علی الصحیحین، امام حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ: ۳/ ۳۲۱.

(۱۰)　صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الاستسقاء.

(۱۱)　............

(۱۲)　مشکوٰۃ المصابیح، علامہ خطیب تبریزی.

(۱۳)　مدارج النبوت، شاہ عبدالحق محدث دھلوی: ۲/ ۵۶۹.

(۱٤)　مشکوٰۃ المصابیح، علامہ خطیب تبریزی۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، امام ابن اثیر جزری: ۳/ ٦۰.

(۱۵)　مدارج النبوت، شاہ عبدالحق محدث دھلوی: ۲/ ۵۶۹.

(۱٦) المستدرک علی الحاکم، امام حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ: ۳/ ۳۲۹۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، امام ابن حجر عسقلانی: ۳/ ۵۱۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، امام ابن اثیر جزری: ۳/ ٦۰۔ الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب، امام ابن عبدالبر اندلسی۔ مدارج النبوت، شاہ عبدالحق محدث دھلوی: ۲/ ۵۶۹.

(۱۷)　المستدرک علی الصحیحین، امام حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ: ۳/ ۳۲۵۔ مشکوٰۃ المصابیح، علامہ خطیب تبریزی.

(۱۸)　المستدرک علی الصحیحین، امام حاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ: ۳/ ۳۲۷.

☆......☆......☆

پروفیسر جمشید اعظم چشتی

فضل اللہ عمید لویکی (سنامی)

(ز، ۱۲۵۷ء بمطابق ۶۵۵ھ)

ز در طبع بیارت بسی جواہر حکمت
نثار نعمت پیمبر رسول خالق مطلق

فضل اللہ عمید لویکی اپنے وقت کے قادر الکلام شاعر شمار ہوتے ہیں۔ ان کا اصل وطن یلم میں قصبہ ''لویک'' تھا۔ اس لیے لویکی بھی کہلاتے ہیں۔ سرزمین پاک و ہند میں آئے تو سنام میں بود و باش اختیار کی اور تادم مرگ وہیں رہے۔ سنام پٹیالہ (بھارت) سے ۴۳ میل کے فاصلے پر لدھیانہ، جاکھل ریلوے پر واقعہ ہے۔ عمید کی تاریخ پیدائش ۶۰۱ھ/ ۱۲۰۳ء کے لگ بھگ نکلتی ہے۔ تاریخ وفات کا کہیں ذکر نہیں۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ انھوں نے ناصر الدین محمود (۱۲۶۵ء/ ۶۶۴ء) اور غیاث الدین بلبن (۱۲۸۷ء/ ۶۸۶ھ) کا زمانہ پایا ہے کیونکہ ان دونوں بادشاہوں کی مدح میں ان کے قصائد موجود ہیں۔ بقول بدایونی، عمید، ناصر الدین محمود کے عہد میں مستوفی جمیع ممالک تھے اور بلبن کے عہد میں بھی مشرف الممالک رہے ان کے ایک قصیدے کی رو سے پتا چلتا ہے کہ انہیں قید میں ڈال دیا گیا تھا۔

اسلوب

عمید لویکی کو بھی شہاب الدین مہمرہ کی طرح قصاید مصنوعہ کا استاد سمجھا جاتا ہے۔ عمید، شہاب ہمرہ بدایونی کو اپنا استاد مانتے تھے۔ بقول ڈاکٹر نذیر احمد:

> ''شاہد عمدہ تاثیر وشہرت کلامش این است کہ فرہنگ ھای فارسی اکثر اشعارش را برای توضیع معنی لغات مختلف آوردہ''

دیوان عمید لویکی کے مطالعہ کے بعد میں اس شش و پنج میں پڑ گیا کہ کون سا قصیدہ شامل کروں اور کون سا چھوڑوں، کیونکہ ان کے دیوان کا کم از کم تین چوتھائی حصہ حمد و نعت پر مشتمل ہے۔ عمید نے قصائد، غزلیات، منظومات اور ترکیب بند وغیرہ یعنی ہر صنف سخن میں نعت کہی ہے۔ ہم یہاں ہر صنف سخن کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ عمید، جیسا کہ سطور بالا میں ہم لکھ چکے ہیں، مشکل

پسند اور دقیق گو شاعر تھا۔ سرورِ دو جہان ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے اس نے اپنی فنی مہارت اور قادر الکلامی کا کھل کر مظاہرہ کیا ہے جس سے اس کے نعتیہ کلام میں عقیدت و محبت کے ساتھ ایک شکوہ بھی در آیا ہے۔

قطعہ در نعت

''ابتدا ناقص''

یا رب چہ خوشت در نظر جان را گلزار محمد رسول اللہ
گلدستہ باغ وقت ما گردان دیدار محمد رسول اللہ
گلزار شگفتہ بین ز فردوسم رخسار محمد رسول اللہ
جز نقطہ دل بدوستی ختہ پرکار محمد رسول اللہ
برسکہ نیک بختی است آنک معیار محمد رسول اللہ
بر چہرہ حور راندہ گلغونہ[۱] گلنار محمد رسول اللہ
شد باد صبا ز عنبر گیسو عطار محمد رسول اللہ
تا خرمن[۲] ماہ دانہ کش دیدم ز انبار محمد رسول اللہ
شد حاصل این رباط شش گوشہ ایثار محمد رسول اللہ
گلبرگ ز خلق خوش بہ جنیدی از بار[۳] محمد رسول اللہ
خود را بہ جہان بارزو بستہ دربار محمد رسول اللہ
او غم خور ما و قدسیان جملہ غم خوار محمد رسول اللہ
در روی سپاہ مرتضیٰ بودہ سالار محمد رسول اللہ
در معرکہ بود پیل شیر افگن ہر یسار محمد رسول اللہ

---

(۱) گلغونہ وگلگونہ غازہ باشد۔

(۲) خدمن ماہ کنایہ از ہالہ است کہ بردود ماہ بہم میرسد وآں راخرمن مہ بخلف الف نیز گویند، وخط عذرا خوباں راہم گفتہ اند۔

(۳) درمطبوعہ دیوان۔ باد

تا پای دو نیم زد سر دشمن	منشار[۱] محمد رسول اللہ
دیوان ازل به مشتری داده	ادرار محمد رسول اللہ
برمهر فگنده سایه دولت	دیوار محمد رسول اللہ
مقبول دو کون شد ز دین داری	مختار محمد رسول اللہ
چون نرگس شوخ کور شد حاسد	از خار محمد رسول اللہ
آیات صحیفه های قدسی شد	اخبار محمد رسول اللہ
حرزیست بیازوی گنه کاران	طومار محمد رسول اللہ
جز[۲] صفحه غیب کس کجا داند	اسرار محمد رسول اللہ
بر هرزه نبود برسر گیتی	اظهار محمد رسول اللہ
در حیز عالمین کی گنجد	مقدار محمد رسول اللہ
در چار سوی دو کون تیز آمد	بازار محمد رسول اللہ
طوطی است شکر لب وما ینطق	گفتار محمد رسول اللہ
بر کبک دری غرامت افگنده	رفتار محمد رسول اللہ
جودست و عطا کمینه در عالم	کردار محمد رسول اللہ
حیران ملکوت از ملک خوئی	در کار محمد رسول اللہ
دین آمده در عمارت دل ها	معمار محمد رسول اللہ
برظلم ز عدل بست در محکم	مسمار محمد رسول اللہ
آنانکه ز کبر و کین طلب کردند	آزار محمد رسول اللہ
فردا نرسد به دوزخ الیشان را	زنهار[۳] محمد رسول اللہ
خود کی جهد از زبانه آتش	بیزار محمد رسول اللہ
از صفحه دل بشوی یک بار	انکار محمد رسول اللہ

(۱) بمعنی اره۔

(۲) نسخۂ اصل: چه۔

(۳) زنهار دراینجا بمعنی امان باشد۔

تا راه سوی نجات بنماید اقرار محمد رسول الله
هر دل که ز شوق شد چو[1] جانم بیمار محمد رسول الله
در جام شفاش می دهد شربت تیمار محمد رسول الله
در نعت عمید را خطاب آمد
در بار محمد رسول الله
شد قاید مغفرت درین شعرم تکرار محمد رسول الله
تا روز نشور باد پاینده آثار محمد رسول الله

نعت

ای پیکر خیال تو عیاره بهشت خورشید مه جبین تو سیاره بهشت
چشمی که در خیال تو نظاره می کند بازیست در خیالش نظاره بهشت
روح الامین بدایگی طفل بخت تو یک ره دو تاست برسر گهواره بهشت
گر یک سرشک از عرقت در سقر چکد فارغ شود ز طعنه و بیغاره[2] بهشت
آراستند در شب معراج بهر تو ایوان و کاخ و منظر ورواره[3] بهشت
در پیش کاخ و منظر و ایوان دلفریب آویخته بسی تتق از شاره[4] بهشت
بی چاشنی لفظ توان شب نکرد راست رضوان ز قند حور شکر پاره بهشت
بر طایر سپهر نهادی فخ از رکاب راندی چو بر فرازش طیاره بهشت
فردا ز انبیا و رسل جز تو کس برد اول علم ز قاعده بر باره[5] بهشت

(۱) نسخه اصل: جان من۔
(۲) دراصل ناخوانا وغلط؛ ازروی بیت زیداز ناصرخسرو تصحیح یافت:
بردودستی عزت پیغمبر کردندمان نشانه بیغاره
(۳) درواره حجره را گویند که برلای حجرهٔ دیگر بسازند... ودرخبر است از رسول صلی الله علیه وسلم که در بهشت درواره هاست بتوان ریه بیرون رازادرون آن دردون راز بیرون آن'' تفسیر کمبرتج نگاه کنهد حاشیه جنانگیری ۱: ۱۱۷۵
(۴) شاره چادری باشد رنگین که بغایت تنک و نازک بود۔
(۵) باره معنی دیوار قلعه۔

هر چیز راست چاره عمید شکسته را
نامد مگر شفاعت تو چاره بهشت

نعت

مرا دو میم محمد دو قرة العین است — بدین دو مهر جهانی پراز زر عین است
جهان و هرچه زجنس زرست درگیتی — بچشم عقل همه تحت قرة العین است
بیاد چشمه آن هر دو میم چون خضرم — بهر دو کام ز آب حیات صد عین است
برآسمان ز پی داغ نعل شبدیزش[۱] — قد هلال منعل بصورت عین است
قضا باسم هما یونش می زند توقیع — بدان مثال که طغرای قاب قوسین[۲] است
ضمیر هرکه گرفت از درود او زینت — خیال زینت آفاق نزد اوشین است
چگویمت که به هنگام جلوه نعتش — عروس بکر سخن راچه زینت و زین است
''طریق'' نعت گرفتم که از پس توحید — طریق وعظ ونصیحت طریق مابین است[۳]

مباد تابه ابد گردن عمید آزاد
زنعت او که مرا از خلاصه دین است

نعت

زهی دین را ببازویت قوی پشت — شکست از روی دینت پشت زرتشت
کسی کز بازوت پشتی قوی یافت — ز نومیدی سپهرش شکند پشت
چنان شد دست تو در جود و بسطت — که جز در قبضه خنجر نه شد مشت[۴]
جهان بخشیت دست تو که پیشش — کف حاتم میان بندد چو انگشت

---

(۱) نامِ اسپ خسرو پرویز۔
(۲) قرآن۔سورہ النجم، آیت: ۹۔
(۳) دیوان میں یہ شعر آخری ہے۔
(۴) نسخۂ اصل: لشت: متن۔ تصحیں قیاسی۔

ز بیم احتسابت آب انگور مزاج خل[۱] پذیرد هم به چرخشت[۲]
درودت زنده کرد از سر دگر بار کسانی را که[۳] افراط گنه کشت
عمید خسته را در پرده نعت
مبادا بادت از خاطر فرامشت[۴]

نعت

خاک در گاهش بباغ و بوستان می ارزدم آستان بوسش بصد ملک جهان می ارزدم
زمره روحانیان پیش درش از سر دوان در رکاب آن براق خوش عنان می ارزدم
جان فدای خاک پایش کرد خواهم هر نفس خاک پای اوست آن صنعت که جان می ارزدم
دل که داغ در گهش دارد به تیغ شوق او گر شود قربان آن در هر زمان می ارزدم
یک نسیم از مشک عنبر پرور منشور او در مشام جان هزاران گلستان می ارزدم
چشم من شد چشمه خون تا خیالش بار داد حال چشمم زین بتر به کین بدان می ارزدم
خانمان در باختم بر ذره خاک درش ز آنکه هر ذره ز خاکش خنامان می ارزدم
هست پیدا و نهانم بسته سودای وصل وصل درگاهش به پیدا و نهان می ارزدم
دل به بحر و کان چه بندم چون ز روی خاصیت هر در لفظش بصد دریا و کان می ارزدم
طاق ابرویش کمان غازیان و غمزه تیر عالمی دل خسته زان تیر و کمان می ارزدم
حاصل کونین نعت مصطفیٰ هان ای عمید
گر سراید خاطر طوطی جان می ارزدم

---

(۱) بمعنی۔ سرکہ نیز آمدہ: برہان (ص:۷۹۲)
(۲) بمعنی۔ حوض کہ انگور دردن ریز اندر بپای مانند (رشیدی ص۵۰۲) نیز رک: تعلیقات۔
(۳) نسخہ اصل: ز؛ متن۔ تصحیح قیاسی۔
(۴) فرامشت یعنی فراموش۔

نعت

رخسار چو خورشید تو ماہیست دو پاره — قند لب لعل تو نباتی است دو پاره
ده شاخ چو انگشت شد از غصه دل خصم — روزی که ز انگشت تو شد ماه دو پاره
با خاک جناب تو چه خسرو چه فریدون — در پیش رکاب توچه رستم چه زواره(۱)
آن شب که رکابت سوی معراج به جنبید — افلاک عنان گرد کنان شد بنظاره
بهرام بیفکند ز کف دشنه سر تیز — ناهید جدا کرد فریشم(۲) ز دو تاره(۳)
آراسته شد روضه رضوان و ز حورا — بر هر طرفی تازه شد آئین حراره
بر ساعد گردون مه یک روزه براقت — در زیر سم آورد که نعلیست نه یاره
چون نوبت تو پنج شد آوازه او رفت — بر نه فلک از مسجد و منجوق(۴) و مناره
حلوای درودت جگری را که نسازد — پالوده بهست آن جگر از زخم کتاره(۵)

مقصود عمید آنک بتوفیق خداوند
در نعت و ثنای تو کند عمر کناره

نعت

رخ تست کز جمالش قمرالدجی شکسته — سر و پای هرمهی بین کمرش دو جا شکسته
رصدی که بست همت بزمین آستانت — امرش بزیج(۶) حکمت رصد(۷) سما شکسته

(۱) بدرادررستم۔ زال رارستم بزاد مراز دیگر زاداره (مجمل التواریخ والقصص ۲۵)
(۲) مخفف افریشم است، ابریشم وافریشم کنایہ بمعنی تار ساز آمده۔
رک: رشیدی و برھان۔
(۳) نری از ساز باشد، امابدین شکل دراکثر فرهنگها دیده نشد۔
(۴)(؟)
(۵) نوعی از خنجر مخصوص اہل ہند است۔
(۶) نسخہ اصل بدون نقطہ ھا۔
(۷) نسخہ اصل: بصد؛ متن تصحیح قیاسی۔

گل سیمتن ز خلقت که عرق گر چمن شد ز دہان پر زر او دل کیمیا شکسته
بکدام سو نہی رخ که نه این ندا برآمد که مصاف دشمنان را سر[۱] انبیا شکسته
بکرم چو دست بردی زده بحر کف بسر بر که رواج بحر و کانہا کف مصطفیٰ شکسته
بجنابت ار نه گردون ہوس نماز دارد ز ازل چراست آنگه قد او دو تا شکسته
کرم تو قدر قیصر قدم تو[۲] فرکسری چه بذروه مروت چه به کبریا شکسته
در تو دران مقامی که نہاد سنگ لعلش رخ عاشقان صادق ہمه کہربا شکسته
دل ہر که بر در تو ز وفا رقم پذیرد ورق دلش نگردد ز در جفا شکسته
بکسی که باطن او ز درود تست صافی ز کدورتش نه بینم بصف صفا شکسته
در تست عالمی را ز عنا مقر و مہرب[۳] ز چنین دری نماند دل ہر گدا شکسته
ز قبول خود رقم نه برخ عمید کز رد نه من گدا که چندین دل پادشا شکسته
چو عکاره[۴] شفاعت شدم این ثنا کرم کن که شفاعت تو خواهد صله ثنا شکسته

ز شکستگی که راندم سخن گسته بسته
ز کرم درست گیرش ز عمید پا شکسته

نعت

کمال لطف تو امروزم ار نگیرد دست کشم[۴] خجالت فردای وای بر من وای
بحق ختم رسالت که برکشیده تست میان انجمن انبیا بتاج و لوای
به چار[۵] یار مصدر نسین نار گہش که چار رکن جہانند و زنگ کفر زدای
بوقت آنک اجل چنگ در امل زندم بگاه آنک فنا گیردم به سختی نای
جدا مگردان از لااله الا الله بفیض فضل، زبان عمید حمد سرای
ہزار شکر که ز انعام عام تو دارد دل خدای شناس و زبان گوہر زای
مرا رسد ز افاضل که زین قمطره[۶] حمد غذا دہم بلب طوطیان شکر خای

---

(۱) نسخ اصل: شر، متن، تصحیح قیاسی۔ (۲) نسخه اصل۔ خری متن تصحیح قیاسی۔ (۳) بفتح اول بمعنی جای پناه۔ (۴) گذاست در اصل؛ عکازه؟ (۵) کلمه اول ناخوانا، تصحیح۔ (٦) نسخه اصل چہار (۷) باول مکسور و باتشدید سوم بمعنی خنور شکر و نبات (آنندراج)

O

دل بہ کوئے تو یارسول اللہؐ رو بہ سوئے تو یارسول اللہؐ
شب معراج و لیلۃ القدر است شرح موئے تو یارسول اللہؐ
برلب ذوالجلال والاکرام گفتگوئے تو یارسول اللہؐ
اہل دیں سوئے کعبہ سجدہ کنند کعبہ سوئے تو یارسول اللہؐ
انبیاء را چہ بر زمیں آورد جستجوئے تو یارسول اللہؐ
نورِ حق می کند طوافِ جمال گرد روئے تو یارسول اللہؐ
دل ما راست مژدۂ تسکیں آرزوئے تو یارسول اللہؐ
سرمہ چشم قدسیاں باشد خاکِ کوئے تو یارسول اللہؐ
کاش گوید نصیؔر درِ محشر
روبروئے تو ''یارسول اللہؐ''

O

دو عالم زیر فرمانِ محمدؐ بود ایزد ثنا خوانِ محمدؐ
پرس اے رہ نوردِ منزل ذات! زربُّ العالمیں شانِ محمدؐ
نگاہ و قلبِ بوبکرؓ و علیؓ خواہ کہ آساں نیست عرفانِ محمدؐ
ز دنیا و ز عقبیٰ ہم نیامد جواب روئے تابانِ محمد
بیامر زد خدا امت بحشر چوبیند چشم گریانِ محمدؐ
مقامِ مصطفائی، اللہ اللہ کہ جبریل است دربانِ محمدؐ
نوازش ہائے اور انیست پایاں رسد ہر نعمت از خوانِ محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ تعالیٰ اللہ یارانِ محمدؐ
تلمذرا شرف داند فلاطوں ز اطفالِ و بستانِ محمدؐ
برآید آبِ خجلت از جبینم اگر گویم ز احسانِ محمدؐ
حسینؓ و ہم حسنؓ، ہستند لاریب فروغِ ہر دو چشمانِ محمدؐ
مہ و مہر فلک بینند از دور بہ سیمائے درخشانِ محمدؐ
جبینِ قیصر و جم سجدہ ریزد بہ پیش خاکسارانِ محمدؐ
حضورِ اولیا اندر ادب کوش کہ ہست ایں بزمِ خاصانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ آسائی بہ عقبیٰ بزن دستے بدامانِ محمدؐ

نصیؔر از پرسش محشر چہ باک است
کہ ہستیم از غلامانِ محمدؐ

ڈاکٹر شاہد اشرف

مرزا محمد رفیع سودا کی نعت

مرزا محمد رفیع سوؔدا نے دِلی کی آب وہوا میں آنکھ کھولی، جہاں شعر وسخن کی محافل برپا تھیں، سوؔدا سے پہلے آبرو، مضمون، مظہر، بیان، ناجی اور یک رنگ نے اُردو شاعری کی اصناف میں دیدہ زیب اور خوش رنگ مضامین کے انبار لگائے اور ادبی تاریخ کا حصہ بن گئے۔ سودا نے مروجہ اصناف یعنی قصیدے، غزل، مثنوی، رباعی سمیت ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کا نسبتاً کم توجہ طلب نعتیہ پہلو کمال ہنر اور فنی محاسن کا نمونہ ہے۔

اگرچہ انہوں نے زیادہ توجہ مرثیہ اور مناقب کو دی ہے لیکن مختصر نعتیہ کلام پر اعتبار سے عقیدت ومحبت اور عجز وانکسار کا پرتو ہے، ان کی نعت میں منقبت کا پہلو بھی ملتا ہے، یوں ان کے مسلک کا رنگ نمایاں ہو جاتا ہے، اہل بیت سے محبت کا اظہار ہماری موجودہ نعتیہ شاعری کا حصہ ہے، سودا کی نعت دیکھی جائے تو اس گماں کو تقویت پہنچتی ہے کہ وہ ان اولین شعراء میں شامل ہیں جنہوں نے نعت کو مدح اہل بیت کی صورت میں پیش کیا ہے۔ ان کے اظہار کا قرینہ اور بیان کا سلیقہ ہر درجہ ندرت اور تازگی کا حامل ہے۔

پانچ صدی پہلے وہ اپنے لب ولہجے اور زبان و بیاں کی بدولت موجودہ عہد کے شعری آہنگ سے مطابقت رکھتے ہیں ؎

دِلا دریائے رحمت قطرہ ہے آبِ محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحابِ محمدؐ کا

محمدؐ علم کا گھر ہے علی اس کا ہے دروازہ
غلام اس کا ہو تو جو کلب ہو بابِ محمدؐ کا

زمیں و آسماں ہوں کیوں نہ روشن نور سے اُس کے
کہ ہے اک پرِ لوِ خورشید مہتاب محمدؐ کا

ادا کس کی زبان سے ہو سکے شکر اس کی نعت کا
دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا قابِ محمدؐ کا
ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آدابِ محمدؐ کا

وہ استاد شاعر ہیں، اور الفاظ کی نزاکت اور تراکیب کی افادیت سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں، سو ان کے ہاں موجودہ تراکیب کی تازگی اب تک برقرار و قائم ہے، جدت کا رنگ بھی نظر آتا ہے، بابِ محمدؐ، مہتاب محمدؐ اور آدابِ محمدؐ کے ساتھ قاب محمد ﷺ سے شعر کو مزین کرنا ان کی جدت طبع کی دلالت کرتا ہے یہ جدت اس وقت غزل و نعت کا امتزاج بن جاتی ہے جب وہ غزل کے اشعار میں نعتیہ خیال قلم بند کرتے ہیں ؎

پڑھیے درود حسن صبیح و ملیح پر
جلوہ ہر ایک پر ہے محمدؐ کے نور کا

سودا کا قصیدہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النّبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ عقیدت کے ساتھ ساتھ فنی مہارت اور چابکدستی کا اعلیٰ نمونہ ہے، انہوں نے قصیدے کے آغاز میں ایسی عمدہ فضا پیدا کی ہے کہ قاری اس میں جذب ہو جاتا ہے، وہ بہتے دریا کی موجوں کا طلسم پیدا کر دیتے ہیں، گویا اشعار لہروں کی مورت ایک دوسرے کے پیچھے رواں نظر آتے ہیں، یہ قصیدہ قادر الکلامی کا نمونہ اور اظہار و بیان کا شاہکار قرار دیا جا سکتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا مضمون کی دستک کے ساتھ ہی الفاظ خود بخود ترتیب میں آتے جاتے ہیں اور شاعر انہیں بغیر مشقت استعمال پر قادر ہے، قصیدے کے پہلے حصے سے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہوا جب کفر ثابت ہے، وہ تمغائے مسلمانی
فراہم زر کا کرنا باعث اندوہِ دِل ہووے
نہیں کچھ جمع سے غنچے کو حاصل جز پریشانی
کرے ہے کلفتِ ایام ضائع قدر مردوں کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہے پہچانی
اکیلا ہو کہ رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا

ہوئی ہے فیضِ تنہائی سے عمرِ خضر طولانی

اس قصیدے میں گریز کا شعر کمال استادانہ چابک دستی کا مظہر ہے، انہوں نے تشبیب کے بعد گریز کو اس طرح جز وقصیدہ بنایا ہے کہ گماں بھی نہیں ہوتا شاعر مدح کرنے لگا۔ وہ غیر معمولی شعری صلاحیتوں کے مالک ہیں، گریز کے ساتھ منسلک مدح کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
زہے دینِ محمدؐ پیروی میں اس کے جو ہودیں
زہے خاکِ قدم سے اس کی چشم عرش نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اُس کی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی
اسی کو آدم وحوا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی میں تا آیاتِ قرآنی
خیال خلق اس کا گر شفیع کافراں ہووے
رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی
زباں پر اس کے گزرے صرف جس جا گہ شفاعت کا
کرے داں ناز آمرزش پہ اک ہر فاسق و زانی
رکھا جس سے قدم مسند پر آ ان نے شریعت کا
کرے ہے موج بحر معدلت تب سے یہ طغیانی

قصیدے کا اختتام مدح سرکار ﷺ پر لکھتے گئے عام شعراء کے انداز سے جدا اور مختلف ہے، وہ جان بوجھ کر آپ ﷺ کو یوسف علیہ السلام ثانی قرار دیتے ہیں اور پھر توبہ واستغفار کرتے ہیں، دعا اور بخشش کا یہ قرینہ خاص عشق مصطفیٰ سے گہرے رمز کا پہلو رکھتا ہے، جنہیں ادائے خاص سے نوازا جاتا ہے وہ یقیناً خاصہ خاصان رسل کے مرتبے سے آگاہ ہوتے ہیں، یہاں محسوس ہوتا ہے وہ خطا کر کے نظروں میں آنے کے خواہش مند ہیں تاکہ استغفار کر کے دامن رحمت میں پناہ لی جائے ؎

ہزار افسوس اے دِل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں
وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی
نہ ہونے سے جدا سایہ کے اس قامت سے پیدا ہے
قیامت ہووے گا دلچسپ وہ محبوب سبحانی
جسے یہ صورت وسیرت کرامت حق نے کی ہووے
بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی

یہ شعر کہنے کے بعد ان پر ندامت اور افسوس کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور پھر وہ آپ ﷺ سے جس والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں وہ از حد دلچسپ ہے، یہی وہ قرینہ اظہار ہے۔ جسے صرف سودا جیسا شاعر ہی بیان کرسکتا ہے ؎

معاذ اللہ یہ کیا حرفِ بے موقع ہوا سرزد
جو اس کو پھر کہوں تو ہوں میں مردودِ مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا
کہ وہ ماہِ الوہیت ہے یہ ہے ماہِ کنعانی
جو صورت اس کی ہے وہ ہے صورت ایزد
جو معنی اس میں ہیں بے شک وہ ہیں معنی ربانی
حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جس نیا س کو ان نے دیکھی شکل یزدانی
غرض مشکل یہیں ہوتی کہ پیدا کر کے ایسے کو
خدا گر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی
بس آگے مت چل اے سودا میں دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

مثنوی قصہ درعشق پسر شیشہ گر بزرگر پسر بطور ساقی میں مروجہ مثنوی کے اصولوں کے مطابق انہوں نے قصے کے آغاز سے پہلے بادشاہ کی مدح، حمد، نعت، منقبت اور موسم بہار کے بعد اصل قصے کا آغاز کیا ہے، امثنوی میں شامل نعت بیس اشعار پر مشتمل ہے، وجہ تخلیق کائنات کے اوصاف

وکمالات بیان کرتے ہیں اور انہیں مشیر عالم غیب، عالم علم الٰہی، عادل و کامل و عاقل، سالار رسل، ماہر ہر جز و کل، شفیع المذنبین، شرف آدم، فخر انبیاء، صدق و عدالت حلم میں طاق اور علم وسخا میں شہرہ آفاق قرار دیتے ہیں۔ یہ تراکیب خاص ہنر مندی اور زبان دانی کی مظہر ہیں، نعت کے ابتدا میں لفظ محمد ﷺ کی ہر مصرع میں تکرار ایک حسن پیدا کر دیتی ہے ؎

محمدؐ باعث ایجادِ افلاک محمدؐ علت غائی لولاک
محمدؐ کنتِ کنزا کی گواہی محمدؐ عالم علم الٰہی
محمدؐ ہے مشیر عالم غیب محمدؐ رازِ دار حق ہے لاریب
محمدؐ عادل و کامل و عاقل محمدؐ ہے جو کچھ تھا اس کے قابل
محمدؐ جگ میں سالارِ رسل ہے محمدؐ ماہرِ ہر جز و کل ہے

ایک اور مثنوی میں موجود ''در نعت حصرت سید المرسلین ﷺ'' میں خوبصورتی سے مدح کرنے کے بعد خموشی اختیار کرنے کا ذکر کرتے ہیں، جواز یہ ہے کہ ان کا مدح خواں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہے، تیری کیا اوقات کہ کچھ شایان شان لکھ سکے۔ یوں عجز کا اظہار مدح کی خوبصورتی بڑھا دیتا ہے۔ وہ انتہائی زیرک اور دانا شاعر ہیں، جنہیں زبان کے ساتھ ساتھ خیال پر قدرت بھی حاصل ہے، ان کے کلام میں حسن بیان اور صنائع بدائع کے لیے ایک الگ مضمون درکار ہے، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ نعت خدا کی خاص عطا ہے اور یہ عطا ہر شاعر کو حاصل نہیں ہوتی ہے ؎

الا اے ساقی فرخندہ فرجام ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام
کہ یاں نقد وصولی نار واہے نہیں یہ حمد نعت مصطفیٰؐ ہے
زہے سر دفتر ارباب ملت نداوی بخش صدا انواع علت
محمد وہ کہ ہیں جتنے پیغمبر ہیں اس کے مرتبے سے سب فرو تر
نہ ہوتا وہ اگر زینت وہ خاک تصدق خاک کے ہوتے نہ افلاک
یہ منہ اس کی ثنا لائق نہیں ثنا گرد ان کا جبریل امیں ہے

سوداؔ کی نعت انداز و آہنگ کچھ جدا اور مختلف ہے، لفظیات، خیال اور اندازِ بیان ایک شاعر کو دوسرا سے منفرد بناتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ قبولیت کے لیے صرف اخلاص درکار ہوتا ہے، جو کسی فن، زبان یا انداز کا مرہون منت نہیں ہوتا، اور جہاں اخلاص اور ہنر یکجا ہو جائیں وہاں شعر یہی

زندگی اور بقا کا فیصلہ خود کرتا ہے، سودا کے نعتیہ اشعار ہر اعتبار سے لائق صد تحسین اور بقائے دوام کے حامل ہیں۔

حمد

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیان کا　　جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا
پردے کونین کے در دل سے اٹھا دے　　کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہان کا
ٹک دیکھ صنم خانہ عشق آن کے اے شیخ　　جوں شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتان کا
اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن　　جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا
دکھلایئے لے جا کے تجھے مصر کا بازار　　لیکن نہیں خواہان کوئی وان جنس گران کا
سودا جو کچھ گوش سے ہمت کے سنے تو　　مضمون یہی ہے جرس دل کی فغان کا
ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

نعت

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمدؐ کا　　جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحابِ محمدؐ کا
محمدؐ علم کا گھر ہے علی اس کا ہے دروازہ　　غلام اس کا ہو تو جو کلب ہو بابِ محمدؐ کا
قدر عنا جب اپنا خم کیا بہر نماز ان نے　　ہوا اس وقت ساجد کعبہ محراب محمدؐ کا
زمین وآسمان ہوں کیوں نہ روشن نور سے اس کے　　کہ ہے اک پر تو خورشید مہتاب محمدؐ کا
کہا پر خرد نے موجب خم پشت گردوں کا　　نہ بختی بارکش رہتا ہے اسباب محمدؐ کا
ادا کس کی زبان سے ہو سکے شکر اس کی نعت کا　　دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا قابِ محمدؐ کا
ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سوداؔ نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آدابِ محمدؐ کا

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا　　موسیٰ نہیں کہ سیر کردن کوہِ طور کا
پڑھیے درود حسن صبیح وملیح پر　　جلوہ ہر ایک پر ہے محمدؐ کے نور کا
توڑ دن یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہے　　ہووے نہ مجھ کو پاس جو تیرے حضور کا
بے کس کوئی مرے تو چلے اس پہ دل مرا　　گویا ہے یہ چراغ غریبان کی گور کا
ہم تو قفس میں آن کے خاموش ہو رہے　　اے ہمصفیر فائدہ ناحق کے شور کا

سودا کبھی نہ مانیو واعظ کی گفتگو
آوازۂ دہل ہے خوش آئند دور کا

نعتیہ قصیدہ

پردازم الٰہی تا دیباچہ صبح پذیر شعاع خورشید بخاتمہ شام تواند پیوست پیوستہ صبح اوراق ایں دیوان کہ گلدستہ معانی ست از ظلمت شام شامت حرف گیراں محفوظ باد بہ حرمت النبی وآلہ الا مجاد ے۔

جمع این اوراق بادا از پریشانی مصون　　ہست تا لوح امکان نقش ہستی آشکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ درنعت حضرت سید المرسلین خاتم النّبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ

ہوا جب کفر ثابت ہے، وہ تمغائے مسلمانی　　نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
ہنر پیدا کرا دل ترک کچھ تب لباس اپنا　　نہوجون تیغ بی جوہر وگرنہ ننگ عریانی
فراہم زر کا کرنا باعث اند وہ دل ہووے　　نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی
خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہل دولت کی　　نہ جھاڑے آستین کہکشاں شاہوں کی پیشانی
عروج دست ہمت کونہیں ہے قدر بیش وکم　　سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہی زرافشانی
کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردون کی　　ہوئی جب تیغ زنگ الودہ کم جاتی ہی پہچانی
اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا　　ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی
اذیت وصل میں دونی جدائی سے ہو عاشق کو　　بہت رہنا ہے نالاں فصل گلمین مرغ بستانی
موقور جان ارباب ہنر کوبی لباسی میں　　کہ ہو جو تیغ با جوہر اسے عزت ہے عریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سن کر — کہ تابد گو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی
یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد وآتش سے — موافق گر نہ ہووے دوست ہے وہ دشمن جانی
نہیں غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا — نفس جب تک ہے داغ دل سے فرصت کیونکہ ہے پانی
کرے ہی دہر زینت ظالموں پر تیرہ روزی کو — کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہی صفاہانی

طلوع مہر ہو پامال حسرت آسمان اوپر
لکھوں گا پھر غزل کر اس زمیں مطلع ثانی

مطلع ثانی

عجب نادان ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطان — فلک بال ہما کو پیین سونپے ہے مگس رانی
نہیں معلوم ان نے خاکمین کیا کیا ملا دیکھا — کہ چشم نقش پا سے تاعدم نکلی نہ حیرانی
ہماری آہ دل تیرا نہ نرماوے تو یا قسمت — وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہوگئے پانی
تری زلفوں سے اپنی رو سیاہی کہہ نہیں سکتا — کہ ہے جمعیت خاطر مجھے ان کی پریشانی
زمانہ میں نہیں کھلتا ہے کاربستہ حیران ہوں — گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی
جنون کے ہاتھہ سے سرتا قدم کا ہیدہ اتنا ہوں — کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں مژگانی
نرکھا جگ میں رسم دوستی اندوہ روزی نے — مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی
سیہ بختی میں اے سودا نہیں طول اہل لازم — ملط خامہ کے سر کٹوائے گی ایسی زبان دانی
سمجھ اے تا قباحت فہم کب تک یہ بیان ہوگا — ارادے چین پیشانی ولطف زلف طولانی
خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے — نہیں ہے ان سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھنے سے حاصل ان کے چشم وزلف کے اوپر — مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی
نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے — برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
زہے دین محمدؐ پیروی میں اس کے جو ہو دین — رہے خاک قدم سے اس کی چشم عرش نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو اگر اس کی — امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی
اس کو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا — مراد الفاظ سے معنی میں تا آیات قرآنی
خیال خلق اس کا گر شفیع کا فران ہووے — رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زبان پر اس کے گذرے حرف جس جا گہ شفاعت کا کرے دان ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی
لکھا جب سے قدم مسند پر آ ان نے شریعت کا کرے ہے موج بحرِ معدلت تب سے یہ طغیانی
اگر نقصان پر خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو گرہ کو آگ کے دو ہیں کرے غرق آن کر پانی
موافق گر نہ کرتا عدل اس کا آب و آتش کو تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکل لعل رمانی
یہ کیا انصاف ہے یادو کہ طیر و وحش تک جگہمین اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لے جانی
پلے ہے آشیان میں باز کے بچہ کبوتر کا شبان نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی
ہما آسا ہے پر داز ملخ اوج سعادت پر کرے ہے مور چڑھ کر سینہ دو پر سلیمانی
کھلے ہے غنچہ گل باغ میں خاطر سے بلبل کے جواب اوراق جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی
جہان انصاف سے ہر گاہ معمور ہے اتنا تو اس کے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی
ہزار افسوس ایدل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی
نہ ہونے سے جدا سایہ کے اس قامت سے پیدا ہے قیامت ہووے گا دلچسپ وہ محبوب سبحانی
جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد جو اس کو پھر کہوں تو ہوں میں مردودِ مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی
جو صورت اس کی ہے لاریب وہے ہے صورتِ ایزد جو معنی اس میں ہیں بے شک وہ ہیں معنی ربانی
حدیث میں رآنی دال ہے اس گفتگو پر کہ دیکھا جس نے اس کو ان نے دیکھی شکل یزدانی
غرض مشکل ہمیں ہوتی کہ پیدا کر کے ایسے کو خدا گر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سودا میں دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

در نعت سید المرسلین ﷺ

محمدؐ باعث ایجادِ افلاک محمدؐ علت غائی لولاک
محمدؐ کنت کنزا کی گواہی محمدؐ عالم علم الٰہی
محمدؐ ہے مشیر عالم غیب محمدؐ راز دار حق ہے لاریب

محمدؐ عادل و کامل و عاقل محمدؐ ہے جو کچھ تھا اس کے قابل
محمدؐ جگ میں سالارِ رسل ہے محمدؐ ماہرِ ہر جز و کل ہے
یہ بولے روز مولود اس کے اطوار نبوت کی ہے مسند کا سزاوار
دو عالم کی بنا وہ رہبری کو جلاوے منصب پیغمبری کو
نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک نہ پھرتے آسمان گردِ سرخاک
اس کی ذات سے اثبات حق ہے کہ اس کی ذات عین ذات حق ہے
لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم یہ فرمایا انا احمد بلا میم
خدا کا اس کو ہم سمجھیں نہ ثانی پر اس سے ہے حدیث من رانی
ہمیں کیونکر نہ رحمت پر یقین ہو کہ جب ایسا شفیع المذنبین ہو
جہان بخشش پہ ہو اس شاہ کا حکم رکھے کوہ گنہ دان کاہ کا حکم
وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر وفور اپنی سے آمرزش ہو بے قدر
زبان پر اس کے جب بخشش سے ہو قال پھر جنت گنہگار دن کے دنبال
کہوں کیا خلقت انسان میں کیا ہے شرف آدم کا فخر انبیاء ہے
کرے جو ہمسری اس سے کسے تاب کہ نبیوں سے ہیں بہتر اس کے اصحاب
کوئی صدق و عدالت حلم میں طاق کوئی علم و سخا میں شہرہ آفاق
غرض طاقت کسے وصف و ثنا کی سوا اس کے رسول مجتبٰی کی

نہ ہوگا نہ ہوا ہے مصطفٰےؐ سا
وصی جس کا علی مرتضٰیؓ سا

درنعت حضرت سید المرسلین ﷺ

الا اے ساقی فرخندہ فرجام ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام
کہ یان نقد فضولی ناروا ہے نہیں یہ حمدؐ نعتِ مصطفا ہے
زہے سر دفتر ارباب ملت تداوی بخش صدا نواع علت
محمدؐ وہ کہ ہیں جتنے پیمبر ہیں اس کے مرتبے سے سب فروتر
نہ ہوتا وہ اگر زینت وہ خاک تصدق خاک کے ہوتے نہ افلاک
جہان میں ہے یہ جتنا کچھ ہویدا ہوا اس کے لیے سب کچھ یہ پیدا
غرض جو کچھ کہ اس کا مرتبہ ہے خدا ہی عالم اس کا یا خدا ہے
یہ منہ اس کی ثنا لائق نہیں ہے ثنا گرد ان کا جبریل امیں ہے
بس اب بہتر ہے اس جگہ خموشی کہ ہو عجز سخن کی عیب پوشی
سکوت برمحل ہے دل کی تفریح
سخن پر اس کو سو درجہ ہے ترجیح

☆......☆......☆

ڈاکٹر شہزاد احمد
کراچی

نعتیہ ادب میں پی۔ایچ۔ڈی مقالات کی روایت

''**ورفعنا لك ذكرك**'' کی صداؤں نے پہلے عرب وعجم کو سیراب کیا۔ بعدازاں اپنا رُخ برصغیر پاک و ہند کی جانب موڑ لیا۔ برصغیر کی وادی میں کفر وشرک کا بازار گرم تھا۔ مگر باسیانِ برّصغیر نے ''ورفعنا لک ذکرک'' کی عرفانی، ایمانی، وجدانی اور سرمدی صداؤں کا وہ پُر تپاک اور والہانہ استقبال کیا، کہ برصغیر کا ہر گوشہ ہی نہیں، بلکہ چپّہ چپّہ نعتِ پاک صاحبِ لولاک کے گُل ہائے مشک بو سے مہکنے لگا۔

پاکستان کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کے لیے تحفۂ عظیم ثابت ہوا۔ جس کی بنیادوں میں اللہ (جلّ جلالہٗ) اور اُس کے حبیبِ پاک، صاحبِ لولاک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے محبت کرنے والوں اور جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کا خون شامل ہے۔ پاکستان کا خمیر عشقِ رسول سے گندھا ہے۔

مملکتِ خدادادِ پاکستان کا وجودِ مسعود محبتِ رسول کا مظہر ہے۔ پاکستان کی پاک سرزمین ''حمد و نعت'' کے لیے بہت سازگار ثابت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ''نعتیہ ادب'' کو دوام حاصل ہے۔ نعت کا ہر شعبہ اوجِ کمال کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

عہدِ حاضر نعت کے زرّیں دور اور بے بہا فروغ سے عبارت ہے۔ اکیسویں صدی نعت کے لیے وقف ہو چکی ہے۔ اس صدی کو نعت کی صدی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ نعتیہ ادب کے حوالے سے بے مثال، لازوال، اور فقید المثال تاریخی، تہذیبی، تحقیقی، تنقیدی اور تدوینی کام سامنے آرہے ہیں۔ غرض کہ نعتیہ ادب کا ہر شعبہ اپنے اپنے باب میں ایک نیا عہد رقم کر رہا ہے۔ ان دنوں شعبۂ تحقیقِ نعت اور اس کے قابلِ صد احترام محققین تحریکی انداز سے جامعاتی سطح پر نعتیہ خدمت گزاری میں مصروف ہیں۔

جامعاتی سطح پر شعبۂ تحقیقِ نعت کے محققین، نعت کی دنیا میں نو بہ نو اور نت نئے کام تحریک و تحقیق کی صورت میں انجام دے رہے ہیں۔ ہر جامعاتی سطح پر تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی لکھنے

والا محقق ہدیۂ تبریک اور داد و تحسین کا مستحق ہے۔ اس کا تحقیقی و علمی کام نعتیہ ادب کے لیے بے مثال تحفہ ہے۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جب شعبۂ تحقیقِ نعت کے محققین کے محیّر العقول نعتیہ کام سامنے آتے ہیں۔ زبان سے بے اختیار تحسینی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔

پاک و ہند میں اُردو نعتیہ ادب کے بہت گہرے اثرات ہیں۔ پاک و ہند میں ''نعتیہ ادب'' کے حوالے سے بہت زیادہ کام ہوئے ہیں۔ اب نعتیہ ادب پر ساری دنیا بالخصوص پاک و ہند میں جامعاتی سطح پر ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس، ایم فِل اور پی ایچ۔ ڈی کے مقالات ہی نہیں بلکہ ڈی لٹ یعنی پوسٹ ڈاکٹریٹ مقالے بھی لکھے جا رہے ہیں۔ یہ تمام کام اپنی اپنی جگہ سرمایہ ہیں، مگر وہ حضرات کتنے خوش بخت ہیں کہ جنھوں نے ابتدا میں ہی اس کی ضرورت کو محسوس کر کے کام شروع کر دیا تھا۔

راقم نے ایسے ہی چند مقالہ نگاروں کی یاد کو نہ صرف تازہ کیا ہے بلکہ اُن کے کام کا بھی اجمالی تعارف پیش کیا ہے۔ اُردو کے نعتیہ ادب میں یہ تمام مقالے سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نعت کا مرکز و محور، منبع و مقصد حضورِ اکرم سیّدِ عالم، نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات، قدسی صفات ہے۔ جب کہ شعبۂ تحقیقِ نعت کے وہ مداحینِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ جن کی ساری زندگی سرورِ کشورِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکرِ جمیل، اوصافِ حمیدہ، اعمالِ پسندیدہ اور محامد و محاسن کے بیان میں تحقیق کرتے گزری ہے۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدحت کا اعجاز ہے کہ یہ محققینِ رسول اُردو کے نعتیہ ادب کا اہم ترین باب ہیں۔ اُردو کی نعتیہ شاعری کی جب جب تاریخ رقم کی جائے گی تمام محققینِ نعت کی نمایاں خدمات کو ہمیشہ خراجِ تحسین پیش کیا جائے گا۔ ان نعتیہ محققین کے ذکر کے بغیر اُردو کے نعتیہ ادب کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔

''اُردو میں نعتیہ تحقیق نگاری کی روایت'' شعبۂ نعت میں زیادہ پرانی نہیں ہے۔ البتہ ابتدا سے ہی اِکّا دُکّا انفرادی طور پر نعت گو شعرا کا تحقیقی تذکرہ ضرور باصرہ نواز ہوتا رہا ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ اس ضمن میں ہمیں 70ء کی نصف دہائی سے پہلے نعتیہ تحقیق نگاری کی کوئی روایت اجتماعی یا انفرادی طور پر نظر نہیں آتی ہے۔

اس مقالے میں صرف پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر لکھے گئے چند مقالات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس میں زیادہ تر مطبوعہ مقالے اور کچھ غیر مطبوعہ مقالے بھی شامل ہیں۔

پی ایچ۔ ڈی کے حوالے سے لکھے گئے مقالات سے پہلے دو ایسی اہم اور اوّلین کتب کا ذکر بہت ضروری ہے کہ جنھوں نے سوائے رفیع الدین اشفاق کے مقالے ''اُردو میں نعتیہ شاعری'' کے علاوہ سب کی رہبری کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ہر دو ابتدائی کتب گو کہ پی ایچ۔ ڈی کے مقالات نہیں، مگر ان کے اثرات اتنے گہرے ہیں کہ ہر جگہ ان کے حوالوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ پی ایچ۔ ڈی کے مقالات سے پہلے نعتیہ ادب میں یہی دونوں کتب معرض وجود میں آئی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے ذکر کو مقدم رکھتے ہوئے اس مقالے کے تسلسل کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں صرف اُردو کا تحقیقی نعتیہ ادب پیش کیا گیا ہے۔ اس میں عربی اور فارسی کا نعتیہ ادب شامل نہیں۔

بیسویں صدی یعنی 70ء کی نصف دہائی میں ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ کی ہندوستان میں پہلی کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' مطبوعہ، پٹنہ بھارت، جنوری 1974ء) جب کہ پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر فرمانؔ فتح پوری کی پہلی کتاب ''اُردو کی نعتیہ شاعری'' (مطبوعہ لاہور پاکستان، 1974ء) (دونوں میں نام کی مماثلت ہے)۔ ہر دو متذکرہ کتب کی برکت سے نعتیہ ادب کے کئی تحقیقی مقالات مثالی انداز سے سامنے آئے۔

جامعاتی سطح پر لکھے گئے پی ایچ۔ ڈی کے مقالات اشاعتی ترتیب کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں۔ بعد ازاں غیر مطبوعہ مقالے بھی پیش کیے جائیں گے۔

نعتیہ مقالے برائے پی ایچ۔ ڈی (مطبوعہ)

1۔ ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاقؔ اکتوبر 1976ء اُردو میں نعتیہ شاعری اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی 684 ص (اُردو میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے سب سے پہلا مقالہ ہے)

2۔ ڈاکٹر ریاض مجید 1990ء اُردو میں نعت گوئی اقبال اکادمی پاکستان، 116۔ میکلوڈ روڈ، لاہور 718 ص (پاکستان کے حوالے سے نعتیہ شاعری کا سب سے پہلا مقالہ ہے)

3۔ ڈاکٹر شاہ رشادؔ عثمانی 1991ء اُردو شاعری میں نعت گوئی۔ ایک تنقیدی مطالعہ مجلسِ مصنّفین اسلامی شانتی باغ نیا کریم گنج گیا، بہار، انڈیا 336 ص

4۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزادؔ فتح پوری 1992ء اُردو شاعری میں نعت (اوّل و دوم) نسیم بک ڈپو، 25، جی بی مارگ، لکھنو 260018، انڈیا۔ اوّل ابتدا سے عہد محسن تک، دوم حالی سے حال

تک

5۔ ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی مارچ 1998ء اُردو میں میلاد النبی فکشن ہاؤس، 18، مزنگ روڈ، لاہور 920 ص

6۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی جون 2001ء اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر اقلیم نعت، صائمہ ایونیو، شمالی کراچی، کراچی 660 ص

7۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی دسمبر 2002ء برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری مرکز معارفِ اولیا، محکمۂ اوقاف، پنجاب، لاہور 1000 ص

8۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نومبر 2005ء پنجابی نعت (تحقیق تے تنقیدی جائزہ) پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، آؤٹ فال روڈ، لاہور 384 ص

9۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی فروری 2008ء اُردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، ریگل صدر، کراچی 678 ص

10۔ ڈاکٹر شوکت زرّیں چغتائی 2011ء اُردو نعت کے جدید رُجحانات بزمِ تخلیقِ ادب، پوسٹ بکس 17667، کراچی 384 ص

11۔ ڈاکٹر عزیز احسن مارچ 2013ء اُردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ اے، 12، بلاک 13، گلستانِ جوہر، کراچی 640 ص

12۔ ڈاکٹر شہزاد احمد 2014ء اُردو نعت پاکستان میں (اُردو نعتیہ شاعری کا تحقیقی جائزہ پاکستان کے خصوصی حوالے سے) حمد و نعت ریسرچ فاؤنڈیشن ملیر، کراچی 800 ص

13۔ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن رحیمی سن ندارد نعت گوئی کا موضوعاتی مطالعہ اریب پبلی کیشنز دریا گنج نئی دہلی (انڈیا) 480 ص

14۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی سن ندارد نعتیہ روایت کا عروج و ارتقا پہلی جلد (ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ) رضوی کتاب گھر جامع مسجد، دہلی (بھارت) 272 ص (دوسری جلد مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری ایک تحقیقی مقالہ)

15۔ ڈاکٹر جوہر قدوسی اُردو میں نعت گوئی روایت و ارتقا آزاد جموں کشمیر سے چھپا ہے۔ جسے میں نہیں دیکھ سکا)۔

نعتیہ مقالے برائے پی ایچ۔ڈی (غیر مطبوعہ)

یہ وہ نعتیہ مقالات ہیں جن پر ''ڈاکٹریٹ'' کی سند تفویض ہو چکی ہے۔مگر یہ مقالے تاحال زیورِ طباعت سے آراستہ نہ ہو سکے۔ ہر تحقیقی مقالہ اپنے اپنے موضوع کے تحت کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ تمام نعتیہ مقالات زیورِ طباعت سے آراستہ ہو جائیں تو نعتیہ ادب میں مزید تحقیقی و علمی مقالوں کا اضافہ ہوسکتا ہے۔

1۔ ڈاکٹر افضال احمد انور 2007ء اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ (غیر مطبوعہ)، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔ 588 ص (7 ابواب)

2۔ ڈاکٹر شاہ محمد تبریزی 2008ء، عہد نبوی کی نعتیہ شاعری (غیر مطبوعہ)، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، 978 ص (7 ابواب و دیگر ذیلی موضوعات)

3۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی 2013ء، ہماری ملّی شاعری میں نعتیہ عناصر، شعبۂ اُردو جامعہ کراچی، (13، ابواب)

4۔ ڈاکٹر جہاں آرا لطفی 2015ء، اُردو نعت پر عربی زبان کے اثرات بیسویں صدی برصغیر پاک و ہند میں، پچھلے ہفتہ ڈگری ایوارڈ ہوئی۔نگراں: ڈاکٹر احسان الحق

وہ مقالے جن پر پی ایچ۔ڈی کی سند نہ مل سکی

1۔ راجا رشید محمود، اُردو نعت کا ہیئتی مطالعہ، پی ایچ ڈی کے لیے لکھا جانے والا مقالہ تھا، ناگزیر وجوہات کی بنا پر سند تفویض نہ ہو سکی۔ غیر مطبوعہ

2۔ عارف منصور، دبستانِ کراچی کی نعتیہ شاعری کے موضوع پر پی ایچ ڈی کے حوالے سے مقالہ لکھ رہے تھے۔ مدت گزر جانے کی وجہ سے مقالہ منسوخ کر دیا گیا۔ سنا ہے کہ اب موصوف پھر مقالے کے لیے دوبارہ جدوجہد کر رہے ہیں۔

3۔ رشید وارثی مرحوم، اپریل 2010ء، اُردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، 312 ص

رشید وارثی کا یہ مقالہ پی ایچ ڈی کے لیے لکھا گیا تھا۔ مگر آفس کی جانب سے اجازت نہ ملنے پر ڈاکٹریٹ کی سند سے محروم رہا۔

اپنی معلومات کے مطابق میں نے چند مذکورہ بالا مقالات کا ذکر کیا ہے۔ اس موضوع کے حوالے سے میری تحقیق حرفِ آخر نہیں، اسے بارش کا پہلا قطرہ جانیے گا۔ نعتیہ ادب کا موضوع اتنا وقیع اور وسیع ہے کہ اس پر مزید کام کے امکانات کی گنجائش موجود ہے۔ مالکِ لوح و قلم (جلّ جلالہٗ) صاحبِ جود والکرم (ﷺ) کے طفیل نعتیہ ادب کو دوام و مدام اور قرار و ثبات عطا کرے۔

بارِیاب

نعتیہ مجموعہ

انور مسعود

ناشر

دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد

ڈاکٹر عزیز احسن

''اردو نعت کا ہیئتی مطالعہ......ایک لائقِ تحسین تحقیقی کاوش''

ڈاکٹر افضال احمد انور کا تحقیقی مقالہ ''اردو نعت کا ھیئتی مطالعہ'' اردو نعتیہ ادب کی تحقیقی سرگرمیوں میں ایک سنجیدہ اور انتھک محنت کی واضح مثال ہے۔نعت ایک موضوعاتی صنف سخن ہے جو ھیئتی اعتبار سے پہچانی جانے والی ہر صنفِ سخن کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اصنافِ سخن کی شکل و شباہت کے اعتبار سے جتنی شعری صورتیں رائج ہیں اور وقتاً فوقتاً بعض شعراء کی اختراعات کی شکل میں سامنے آتی رہی ہیں۔نعتیہ شاعری کا متن ان تمام اصنافِ سخن کے ظرف میں سما جاتا ہے۔حمد و نعت کے علاوہ کسی اور موضوعاتی صنف کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے کہ شعری پیمانوں کی تمام ھیئتی اشکال نے کسی موضوع کا رنگ اپنا لیا ہو۔ظاہر ہے اللہ کی ذات بے کراں ہے اور اس کے محبوب کی ذات کا دائرۂ رسالت بھی بے کراں ہے اس لیے اللہ رب العزت نے ''رفعنا لک ذکرک'' کہہ کر جس حقیقت کو آشکار فرمایا ہے اس کے مظاہر شعریات میں اس طرح سامنے آئے کہ کوئی دوسری صنف اس موضوع کی وسعتوں کے متوازی نہ آسکی۔اللہ کی ذات بے مثال ہے۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (نہیں ہے اس سے مشابہ [کائنات کی] کوئی شے) (آیت ۱۱،الشوریٰ)۔اس لیے اس کی حمد کے لیے کسی خاص لہجے، کسی خاص انداز اور کسی خاص ھیئتی صنف کی ضرورت نہیں ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کو عالمین کی رحمت بنایا ہے اور ان کے ذکر کو ان کی خاطر بلند کرنے کا اعلان فرمایا ہے تو یہ اہتمام بھی فرمایا ہے کہ ان کے ذکر میں کسی لہجے، کسی انداز اور کسی ھیئتی صنفِ سخن کا دائرہ محدود نہ رہے بلکہ ان ﷺ کی تعریف وتوصیف کے اسلوب و انداز میں بھی سمندر کی طرح بے کرانی کا عنصر قائم رہے۔

نعتیہ ادب کی تحقیق و تنقیح کا کام تو بہت بعد میں شروع ہوا لیکن نعتیہ ادب کی تخلیق اردو زبان کی پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی۔نویں صدی ہجری کی ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ'' میں حمد کے بعد نعت ہی ہے۔بعد کی مثنویوں میں بھی نعت مثنوی کی ھیئت ہی میں لکھی ہوئی ملتی ہے۔قصیدے نے رواج پایا تو نعتیہ قصائد کا دفتر بھی کھل گیا۔غزل نے قصیدے کی ھیئت اپناتے ہوئے اپنا الگ وجود منوایا تو نعتیہ ادب اس میں بھی تخلیق کیا جانے لگا۔غزل کی حد تک تو یہ بات مسلم ہوگئی کہ نعتیہ

شاعری کے لیے سب سے زیادہ موزوں یہ صنفِ سخن ہے۔ پھر رباعی، دوبیتی اور قطعے وغیرہ میں بھی نعت کہی گئی۔ شعراء نے اپنے وجدانی علم ،فطری میلان اور صنفِ سخن کے ھیئتی ڈھانچے کی طرف میلانِ طبع کی روشنی میں جس شکل کو منتخب کیا اسی کالبد میں نعتیہ اشعار کہہ دیئے ۔ اس طرح صدیوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔

لیکن نعتیہ ادب کے تخلیق کاروں نے بر بنائے خلوص کبھی اپنی کاوشِ نعت گوئی کو ادبی تخلیق کے دعوے کے طور پر پیش نہیں کیا اور یہی وجہ تھی کہ شعراء کے خلوص سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ادب کے ملحد تخلیق کاروں نے نعت کو ''صنفِ سخن'' کے طور پر قبول کرنے سے انکار کردیا۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ حمد ونعت کہنے والے لوگوں کو شعراء کی فہرست میں جگہ دینے سے بھی گریز کیا جانے لگا۔ اسی ملکِ پاکستان میں جس کی تخلیق اللہ کا نام بلند کرنے اور رسول اللہ کے نظام کے نفاذ کے لیے ہوئی تھی ،نعت گو شعراء کو اچھوت بنا دیا گیا۔لیکن آخر یہ عمل کب تک جاری رہتا۔ تارِعنکبوت بہت بودا ہوتا ہے۔ بے دین شعراء کا یہ پراپیگنڈہ آخر دم توڑ گیا اور نعتیہ ادب کی تخلیق کا غیبی اشارہ ایسا ملا کہ ملحدوں نے بھی توبہ کی اور اسی صنف کے طفیل اپنی تخلیقی دانش کا اظہار کرنے لگے۔

بات ذرا لمبی ہوگئی، لیکن اختصاراً اس تلخ حقیقت کا ذکر ضروری تھا کہ بعض لوگوں نے شعوری طور پر اور بعض لوگوں نے بر بنائے خلوص نعت کو'ایک عرصے تک''صنفِ سخن'' کے دائرے سے باہر رکھا۔ اب جب کہ اللہ رب العزت کے اعلانِ ''رفعنالك ذكرك'' کے مظاہر عام ہوئے تو اہلِ علم کو اس تقدس مآب صنفِ سخن کی آبیاری کا خیال آیا اور تخلیق کے ساتھ ساتھ اس موضوع کی تحقیق اور پھر تنقید کی طرف پیش رفت ہونے لگی۔

ڈاکٹر افضال احمد انور کو اللہ رب العزت نے اس کام کے لیے چنا کہ وہ، اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے وقف صنفِ سخن کے دائرے کی وسعتوں کا ذکر اس طور کریں کہ سائنٹیفک انداز میں یہ بات ثابت ہوجائے کہ جس طرح حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت لا متناہی ہے اسی طرح آپ ﷺ کی توصیف وثنا کے انداز واسالیب بھی لا متناہی ہیں۔نعت کسی ایک صنفی کالبد کی پابند صنفِ سخن نہیں ہے۔ اس کا نفسِ مضمون ، مافیہ (CONTENT) یا متن (Text) ہر شکل میں ڈھالا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر افضال احمد انور کی تحقیقی کاوش نے یہ بات بھی ثابت کردی کہ نعت کہنے والے شعراء

نے اس صنفِ سخن کی آبیاری کرتے ہوئے حسنِ اظہار اور موضوع کی عظمت دونوں پہلوؤں کا خیال رکھا ہے یعنی انہوں نے نعت کہتے ہوئے شعری ضرورتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے موضوع کے تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ مذکورہ مقالہ اس اعتبار سے بھی اختصاصی شان رکھتا ہے کہ اس میں ''نعت پر تنقید'' کے زیرِ عنوان اس میدان میں ہونے والی ادبی کاوشوں کا مختصر احوال بھی لکھا ہے اور نعتیہ ادب میں تنقیدی سرگرمیوں کی تحسین بھی کی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ مقالہ نگار، نعتیہ شاعری کو کلیۃً ادبی شان کے ساتھ جلوہ گر دیکھنے کے متمنی ہیں۔

یہ مقالہ اس اعتبار سے بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے کہ اس میں ہیئتی اصنافِ سخن کا مطالعہ ان اصناف کے مزاج اور مادی شکلوں کی تعیین کے ساتھ کیا گیا ہے۔ نعت شریف کا یہ فیضان ہے کہ اس ایک ہی مقالے میں ان تمام اصناف کے ہیئتی کالبد کا ذکر آ گیا ہے جن کو علاحدہ علاحدہ مطالعات کا حصہ بنایا جاتا رہا ہے۔ مثلاً غزل کا مطالعہ علاحدہ کسی ایک یا ایک سے زیادہ مقالوں میں کیا گیا ہے اور قصیدے کا مطالعہ بھی اسی طرح وحدانی دائرے میں رہتے ہوئے سامنے لایا گیا ہے۔ علیٰ ہٰذ القیاس ہر صنفِ سخن کو الگ الگ مطالعے کا موضوع بنایا گیا ہے لیکن ڈاکٹر افضال احمد انور نے ایک ہی مقالے میں ہر صنفی ھیئت کے مطالعے کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ اس طرح شاعری کے عام قاری کو تمام اصنافِ سخن کے مزاج اور ان کی ہیئتی شکلوں سے بھی آگاہی ہو جاتی ہے اور نعتیہ موضوع کو ان اصناف کے پیکر میں برتنے کے انداز و اسالیب بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ مقالہ محققین، ناقدین اور شعراء کے لیے یکساں مفید ہے۔

نعتیہ شاعری کی انفرادی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بیشتر تخلیقی جذبہ سچا ہوتا ہے اور اس شاعری میں بیان کردہ زیادہ تر حقائق مستند ہوتے ہیں۔ مستند حقائق کو شعری پیکر میں ظاہر کرنے کے لیے موضوع کی نزاکت کے ساتھ ساتھ شعری مقتضیات کا خیال رکھنے والے شعراء کی بیشتر تخلیقات مقالے میں حوالے کے طور پر نمونۃً پیش کر دی گئی ہیں جو مستقبل میں اس وادی میں داخل ہونے والے شعراء کے لیے مشعلِ راہ بنیں گی۔

یوں تو نعتیہ ادب میں بہت سا تحقیقی کام ہوا ہے لیکن تنقیدی جہت ذرا کمزور رہی ہے۔ ڈاکٹر افضال احمد انور کے مقالے میں تنقید کا حوالہ بھی آ گیا ہے اور اصنافِ سخن کی ھیئت اور ان کے مزاج کے حوالے سے مطالعے کا جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے وہ ہر اعتبار سے تنقیدی نوعیت کا ہے۔ اس

سے قبل ایک تحقیقی مقالہ ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' کے عنوان سے سندھ یونیورسٹی میں پیش کیا گیا تھا جس پر ڈاکٹر شوکت زرین چغتائی کو ۱۹۹۰ء میں پی۔ایچ۔ڈی کی سند عطا کی گئی تھی۔ اس مقالے میں بھی تمام تر گفتگو'' کلام'' پر تھی ''کلیم'' پر نہیں۔تنقیدی تحریروں کا خاصہ ہی یہ ہے کہ کلام پر گفتگو کی جائے ،کلیم کے کوائف کی جمع آوری کا کام تذکرہ نگاری کے ذیل میں آتا ہے۔ ڈاکٹر افضال احمد انور کا کام بھی تنقیدی اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اس میں بھی موضوعِ گفتگو کلام کو بنایا گیا ہے کلیم کو نہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تنقید کے ضمن میں ڈاکٹر افضال احمد انور کے مقالے سے کچھ حوالے دے کران کا تنقیدی منہاج واضح کرنے کی کوشش کی جائے:

مقالہ نگار نے ع۔س۔مسلم کے مثمن کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''حضور پرنور ﷺ کی صفت وثنا لکھتے ہوئے شاعر کا قلم اس سرشاری والہانہ پن اور تیز روی سے چلتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اصول ہے مذکور غیر فانی ہوتو ذاکر بھی غیر فانی ہوجایا کرتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک نے شاعر کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیے ہیں۔یوں لگتا ہے کہ شاعر کا سینہ ایسا چشمہ ہے جہاں سے مضامین مدحت جاری رہتے ہیں۔

وہ مصدوق ہے اور صادق وہی
بظاہر مؤخر پہ سابق وہی
رضائے خدا کے مطابق وہی
ہے طوفاں میں بادِ موافق وہی
حقیقت میں قرآنِ ناطق وہی
وہی حق ہے، شرحِ حقائق وہی
وہی مبتدیٰ، منتہیٰ ، مدعا
وہی مرتضٰی ، مجتبٰی، مصطفٰی

شاعر کو قادرالکلامی کا ملکہ حاصل ہے۔ الفاظ کا چناؤ ، تراکیب سازی،تشبیہات و استعارات کا فنکارانہ استعمال غرض بہترین شعری خوبیوں سے مالا مال یہ مثمن نعتیہ

ادب کی جھولی میں ایک قیمتی ہیرے سے کم نہیں۔۔۔یہ حقیقت ہے کہ ع۔س۔مسلم کا تمام کلام گویا انتخاب ہے۔آخر میں درودوسلام سے متعلق بھی ایک بند درج کیا جاتا ہے۔یہاں شاعر نے مثمن، ترکیب بند کو ترجیع بند سے ہمکنار کردیا ہے۔کیونکہ متعدد بندوں کا آخری مصرع ''محمد پہ لاکھوں درودوسلام'' ہے:

محمد سزاوار مدح و صلوٰۃ
وہی زینتِ محفلِ ممکنات
محمد سے قائم دم کائنات
خدا کا ہے جو ہے محمد کا ہات
محبت محمد کی راہِ نجات
اسی سے ہے ہم غم کے ماروں کی بات
وہی جامع قلب جملہ انام
محمد پہ لاکھوں درود و سلام''

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے، ڈاکٹر افضال احمد انور نے اپنے مقالے میں ''نعت کے انداز و اسالیب'' پر بصیرت افروز گفتگو کی ہے جس سے نعت پارے کی تخلیقی جمالیات کی گرہ کشائی ہوتی ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

''سیف نے کہا تھا کہ انداز بیاں بات بدل دیتا ہے، ورنہ ہر بات نئی بات نہیں ہوتی۔اردو نثر میں میر امن، رجب علی بیگ سرور مولانا محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد۔۔۔سب کا بات کرنے کا ڈھنگ جدا جدا ہے۔یہ ان کے اسالیب کی انفرادیت ہے۔نثر کی طرح شاعری میں بھی ہر ایک کا انداز جدا ہے۔میر تقی میر، مرزا غالب، نظیر اکبرآبادی کا اسلوب سخن ایک دوسرے سے نہیں ملتا۔نعت کے اسالیب بھی مختلف شاعروں کے ہاں مختلف دکھائی دیتے ہیں۔۔۔نعتیہ اسلوب کے تعین میں بہت سے عوامل کارفرما ہوسکتے ہیں جیسے نعت گو کی علمیت، اس کا انتخاب لفظیات، ترکیب سازی کی مہارت، حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کی سطح اور اس کے پیش کردہ نعتیہ مضامین کے پیچھے کارفرما اس کا مسلک وعقیدہ نیز وسعت مطالعہ اور فن عروض کے

علاوہ شعر کی مختلف ہیئتوں سے آگاہی وغیرہ وغیرہ۔ضروری نہیں کہ ہر نعت گو ایک ایسے اسلوب کا بھی حامل ہو جو دوسروں کے لیے باعثِ رشک بن کر اسلوب کی کسی عظیم روایت کا نقیب ٹھہرے، البتہ ضرور[ی] ہے کہ نعت گو جس انداز میں نعت کہے اس کا تجزیہ کرکے ناقد نعت، اس کے اسلوب کی خصوصیات سامنے لاسکتا ہے۔یہ اسلوب سادہ بھی ہوسکتا ہے اور پیچدار بھی، سہل بھی ہوسکتا ہے اور ادق بھی، عاشقانہ بھی ہوسکتا ہے اور فلسفیانہ بھی۔کسی کے اسلوب کی نقل بھی ہوسکتا ہے اور ذاتی بھی''۔

اسلوب کے ضمن میں کی جانے والی بحث کے درجِ بالا اقتباس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مقالہ نگار کا تنقیدی وژن نہ صرف خارجی ہیئتوں کا ادراک سمیٹے ہوئے ہے بلکہ فن پارے کی داخلی اختصاصی نوعیت کی پرکھ کی بصیرت کا بھی حامل ہے۔نعت کا موضوع اپنی تمام تر بوقلمونی کے ساتھ کائنات کی ایک ہی بڑی ہستی یعنی حضور رحمتِ عالمین ﷺ کے تذکار کا ہالہ بناتا ہے، اس لیے اس صنف میں فکر و خیال کی تکرار و توارد کے امکانات زیادہ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ نعتیہ شاعری کی پرکھ کے مرحلے پر ناقد ،شاعر کے اسلوب کی انفرادیت یا عدم انفرادیت کا ذکر کرتا ہے۔اسی لیے ڈاکٹر افضال احمد انور نے اپنے مقالے میں انداز و اسلوب کی بات کی ہے۔

ڈاکٹر افضال احمد انور نے تنقیدِ نعت کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

الف: نعتیہ شناخت

ب: آدابِ شریعت کا لحاظ

ج: جذبۂ عشقِ رسول ﷺ

د: لسانی و شعری تقاضوں کی ہم آہنگی

ڈاکٹر موصوف، مواد، مفہوم اور ہیئت کے اچھے برے پہلوؤں کی جانچ کے تناظر میں نعت کے مقام و مرتبہ کے تعین کے عمل کو تنقیدِ نعت کا نام دیتے ہیں۔ادبی تنقید کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''ادبی تنقید کا عمل جہاں فن پارے کے مواد کو جانچتا ہے، وہاں ہیئت کے حوالوں سے بھی اس کے معیار کا تعین کرتا ہے، ادب پاروں کو جانچنے کے لیے تنقید کی مختلف اقسام رو بہ عمل ہیں جیسے تاثراتی تنقید، مارکسی تنقید، نفسیاتی تنقید، جمالیاتی تنقید، تقابلی تنقید اور ساختیاتی تنقید وغیرہ۔تنقید کے یہ تمام طریقے جزوی طور پر تنقیدِ نعت میں کام آسکتے

ہیں لیکن نعت کا موضوع ایک ایسی الگ شناخت رکھتا ہے کہ اس کا تنقیدی نظام بھی الگ ہی ہونا چاہیئے ۔جیسے ہر عظیم ادب پارے کی جانچ کا معیار اس کے بطن سے نمودار ہوتا ہے اسی طرح اردو نعت کی تنقید بھی اپنے داخلی تقاضوں کے تحت ہی اپنا کام سر انجام دیتی ہے۔''

تنقید کے منصب کو جس خوبصورتی سے ڈاکٹر افضال احمد انور نے اجاگر کیا ہے اور جس طرح نعت کی تنقید کے لیے ایک جداگانہ منہاج کی ضرورت پر زور دیا ہے وہ ان کی ادب آگاہی اور نعت شناسی پر دال ہے۔

دراصل نعتیہ ادب میں تنقیدی سرگرمیاں اسی وقت پنپ سکتی ہیں جب نعت کے تخلیق کاروں میں اپنے موضوع سے خلوص کے ساتھ تداخل (Personal Invovement) کا عنصر مشہود ہوگا۔ فی زمانہ تو نعت نگاروں میں اپنی کتابوں کی تعداد بڑھانے کا رجحان زیادہ ہے، کلام کے معیار کی طرف دھیان ذرا کم ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ جو لوگ عام شاعری میں کوئی نام پیدا کر چکے ہیں ان کے کلام میں فنی خوبیاں تو ہوتی ہیں لیکن شرعی پہلوؤں کی جانکاری کا فقدان جھلکتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ شرعی پہلوؤں کی نگہداشت کے ساتھ شاعری کرتے ہیں ان کے ہاں شاعری کے اصول ڈھیلے پڑتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ مستثنیات ہر دو طبقات میں پائی جاتی ہیں جو الشاذ کالمعدوم کے زُمرے میں آتی ہیں۔

الحاصل، ڈاکٹر افضال احمد انور صاحب نے اپنے موضوع سے بھر پور انصاف کیا ہے ۔ وہ نعتیہ شاعری کے ھیئتی منظر نامے کو بڑی خوبصورتی سے منصہء شہود پر لائے ہیں۔ اس مقالے میں تحقیقی دیانت، تنقیدی بصیرت اور موضوع کی عظمت کے حوالے سے حزم و احتیاط کے نشانات بڑے واضح ہیں۔

میں ڈاکٹر افضال احمد انور کو ان کے تحقیقی مقالے پر عطا کی جانے والی ڈاکٹریٹ کی سند کے ضمن میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نعتیہ ادب کے فروغ کی کوششوں میں سدا کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے۔آمین بجاہِ سید الامین ، خاتم النبیین و رحمة للعالمین صلی الله علیه و آلہٖ وصحبہٖ وسلم !

ذوالفقار علی
(پی۔ایچ۔ڈی سکالر، پنجاب یونیورسٹی)

مدح سرائی

مدح نبوی:

نعت، عربی زبان کا لفظ ہے۔جس کے معنی تعریف کرنا اور اچھی صفت اور خوبی کو واضح خرنا ہے۔محمد مصطفیٰ ﷺ احمد مجتبیٰ سرور کائنات تاجدار دو جہاںؐ کی مدح و ثنا میں پہل کے لیے بہت سارے خوش نصیبوں نے پہل کی۔ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نعت کا لفظ استعمال کیا جو کہ صرف مدحت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے مختص ہوگیا۔ بہرکیف اگر سوال یہ ہو کہ نعت کا آغاز کب ہوا؟ یہ تو قرآن پاک میں واضح ہے۔تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل ہوا۔ جیسے قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٥٦)

انسانی عقل انسانیت کی تاریخ کے اس عمل کا تعین نہیں کرسکتی۔ ہاں ہمیں اندازاس بات سے ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی صحائف میں نعتیہ مضامین کا تذکرہ ہے اور بالخصوص قرآن مجید میں حضور نبی کریم ﷺ کی نعت کے مد میں اترنے والی آیات نعتیہ شاعری کے مختلف اسالیب کے مآخذ کے طور پر نظر آتی ہیں۔اسی بنا پر ہم نعتیہ شاعری کو ایک باقاعدہ فن کی حیثیت دیتے ہیں اور اسی حوالے سے سرکار دو عالم ﷺ سے والہانہ عقیدت اور عشق نے برصغیر اور بیرون برصغیر شعراء و ادباء میں وہ تڑپ پیدا کردی ہے جس سے مدحت رسول پاک ﷺ کا چرچا زمین و آسماں کی فضاؤں میں گونجنے لگا اور عروج کمال پا گیا۔

نعتیہ شاعری کے بیان و اہتمام کے لیے یقیناً شعراء و ادباء کو قرآن و حدیث، تفسیر اور کتب سیرت کا مستقل مطالعہ رکھنا چاہیے تا کہ اسوۂ حسنہ، شمائل و خصائل اور فضائل و خصائص مصطفیٰ ﷺ کے بیان کرنے کی فضا میں رہ کر نعت گوئی کا فن کمال حاصل کریں اور باعث تخلیق کائنات، آقائے کل جناب نبی آخر الزمان ﷺ کے جمال، سیرت طیبہ، رہبری و رہنمائی کرنے والی تعلیمات بیان

کریں۔ جیسے کہ ایک عظیم شاعر حفیظ تائب کہتے ہیں:

''نعت گوئی کے لیے حسن ارادت شرط ہے ساتھ کچھ فہم کتاب وعلم سیرت شرط ہے۔''

(وھی یٰس وھی طٰہ، ص ۱۳۰)

قرآن مجید میں تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ذکر، محمد مصطفیٰ سرکار دو جہاں ﷺ کا آیا ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے نعت رسول پاک ﷺ ایمان کا حصہ ہے۔ اسی لیے نعتیہ شاعری محبت رسول ﷺ کا وہ عمیق سمندر ہے جس میں غوطہ زن فنائیت کے عالم میں فنا ہوکر محبوب باری تعالیٰ کی یادوں میں محو ہوتے ہیں اور محبت میں کھو جاتے ہیں اور نعت گوئی کو مداح اپنی تمام تر توجیہات کا مرکز تسلیم کرتے ہیں اور اسی طرح خوانوں کی فکر حدود جمال مصطفیٰ ﷺ سے باہر نہیں نکلتی۔ رسول پاک ﷺ کی ارفعیت اور آفاقیت کو معیار آدمیت اور شرف انسانیت کی معراج سمجھتے ہیں۔ اپنی زبانوں سے اظہار محبت کا قرینہ سمجھتے ہیں۔ اپنے اعمال حسین، لحد عنبرین اور مغفرت کے ایوان کھل جانے کے اسباب سمجھتے ہیں۔ عظیم المرتب نعت خواں شاعر حفیظ تائب کہتے ہیں کہ:

''اس میں لازم جمال فن بھی اوج فکر بھی جتنی ممکن ہو خیالوں کی طہارت شرط ہے۔''

(وھی یٰس وھی طٰہ، ص ۱۳۰)

بچہ، بوڑھا، نوجوان ہر اک نعت گوئی سے محظوظ ہوتے ہیں اور اس عمل خیر کو باعث نجات تصور کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سچے خلوص والا نعت خواں مغفرت اور بخشش کے ساتھ ساتھ ترقی وعروج کی دعا رب کعبہ کے حضور بھی کرتا ہے اور رسالت بے پناہ کی خدمت میں بھی عرض گزار ہوتا ہے ان کی اس فریاد میں ان کا غم ذات اور غم امت شامل حال ہوتے ہیں۔ ملت اسلام پر باطل کی یلغار دیکھتا ہے تو التجائے فضل وعنایت کرتا ہے۔ مشکلات ومصائب اور مسائل کے باعث اپنی بے بسی اور بے کسی میں ڈوبے ہوئے دل، اپنی آزردگی اور افسردگی کا عالم بحضور سرور کائنات ﷺ نہایت ادب و احترام سے پیش کرتے ہیں۔

عظیم المرتبت نعت گو شاعر حفیظ تائب کہتے ہیں:

''گر ادب پہلا قرینہ ہے ثنا کے شہر میں ہر قدم اس راہ میں عجز طبیعت شرط ہے۔''

''اسوہ کا بھی نعت میں ابلاغ ہونا چاہیے لیکن اس میں بھی لطافت اور حکمت شرط ہے۔''(وھی یٰس وھی طٰہ، ص ۱۳۱)

نعت خواں درد مند مسلمانوں کی طرح اور بچوں کی معصومیت کا سا سماں لاتے ہوئے رسول پاک ﷺ سے التجا کرتے ہیں تا کہ دکھ درد کا مداوا ہو سکے اور رب کعبہ کے حضور وسیلہ نبی آخر الزماں ﷺ سے قبولیت کا شرف حاصل ہو سکے۔ اسی انداز میں مدح سرائی کی شمعیں روشن کرتے ہیں اور آقائے نامدار سردار دو جہاں ﷺ سے والہانہ عقیدت اور محبت کا اعتراف کرتے ہیں۔ وہ انداز اپناتے ہیں جن سے جمال مصطفیٰ ﷺ کے چرچے زمین و آسمان میں بلند ہوتے ہیں۔ صاحب ختم نبوت ﷺ کے ارشادات و پیغامات اور مقاصد کو نعت گوئی کی مالا میں موتیوں کی مثل سے بھی بڑھ کر مقام دیتے ہیں اور نعت گوئی سے معاشرے میں اصلاحی پہلو عمل میں لاتے ہیں اور یہ دلکش انداز مداح خواں ہی کے حصہ میں آتا ہے۔

مدح خواں جذبۂ شوق میں غوطہ لگاتے ہوئے سیرتِ پاک کے نئے نئے موضوعات کو اپنی شاعری کے عنوانات بناتے ہیں اسی کڑی میں رہتے ہوئے سیرتِ محبوب خدا کے مختلف پہلوؤں کی تعریف میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق مدح خوانی کرتے ہیں اور نئے سے نئے سیرت کے موضوعات متعارف کراتے ہیں مگر پھر بھی اس سلسلے کی انتہا کو نہیں پا سکتے۔

ایک شاعر کہتے ہیں:

حضور نور ہیں محمود ہیں محمد ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثنا کے لیے

اپنی دلی محبت اور خلوص سے قرآن پاک میں آئے ہوئے اس فیصلے ﴿ورفعنا لك ذكرك﴾ کو ڈھونڈتے رہتے ہیں اور مقام رسالت ﷺ اور شان رسالت کو بیان کرنے میں سبقت لے جانے کی دوڑ میں رہتے ہیں۔

مقام مصطفیٰ و شان مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں حفیظ تائبؒ کہتے ہیں:

شاہ فلک جناب رسالت مآب ہیں
خالق کائنات کا انتخاب رسالت مآب ہیں

(وھی یٰس وھی طٰہ، ص ۱۱۰)

بہت تیزی اور شدت دیکھانے کے بعد بھی ان میں تشنگی تلاش باقی رہتی ہے۔ رسالت کے عالی شان مقام کی جستجو کرتے ہوئے پُرامید رہتے ہیں۔ آپؐ کے وسیلہ جلیلہ سے مشکل کشائی کی

امید رکھتے ہیں اور عظمت رسول ﷺ بڑی شان سے بیان کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی ذات بابرکات، جامع الحسنات ہستی کو ہر ہر شعبے میں رہنمائے کامل قرار دیتے ہیں اور سرچشمہ ہدایت پاتے ہیں۔

نعت خواں نے ہر زبان میں نعت مصطفیٰ ﷺ بیان کی اور جب مصطفیٰ ﷺ میں نغمہ زن شعراء نے نغمہ گوئی کی اور حاضری اور حضوری کے مزے سے لطف اندوز ہوئے اور عاشقان صادق منتخب ہوئے۔ اسی شوق میں تائبؒ فرماتے ہیں:

دل سے شعر طیبہ کو تیار ہمیشہ
رہتا ہوں حضوری کا طلب ہمیشہ

(وھی یٰس وھی طٰہ، ص ۱۱۳)

نقطہ کمال اور درجہ معراج مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے کرتے ہوئے بلند وارفع مقام پائے۔ سچی، برمحل اور دلنواز شیریں زبانی سے بیان اور دلی محبت کے جذبات میں غوطہ زن ہوکر عشق مصطفیٰ ﷺ کے مطلوب ہوئے اور بلند و بالا مقام پائے۔ محبت اور خلوص کی یکتائی و بے مثالی کردار سے دربار نبوت میں محبوب ہوئے۔ ان کی فکر قابل تحسین فکر نے ان کے نصیب کی سرمست کیفیات کو وہ جلا دی کہ جس نے ان کے بیان کو چار چاند لگا دیے۔ یہ مداح خواں ذکاوت وشرافت، محبت واخلاص، فنکاری ومحنت، غم وگداز، عجز وانکسار کے مثالی نمونے پیش نظر آتے ہیں اور علوم وفنون سے فکروں کو ایک نئی نمو دیتے ہیں۔

حفیظ تائبؒ ان حالات میں واضح کرتے ہیں کہ محبت ایمان ہے اور اس کی شرط اطاعت ہے، کہتے ہیں:

ہے محبت آپؐ کی ایمان کامل کی کلید
ہاں مگر جوش محبت میں اطاعت شرط ہے

(وھی یٰس وھی طٰہ، ص ۱۳۱)

محسن انسانیت، آقائے نامدار، رحمت عالم، ہادی برحق کی تعلیمات و ارشادات اور آپؐ کی زندگی کے جہانگیر اصولوں پر دنیا کے ہر طبقہ کے لوگوں نے لب کشائی کی ہے اور اسی طرح زمین و آسمان میں رسالت مآب ﷺ کے چرچے کیے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ سے دنیا کے ہر ادارے خواہ تعلیمی ہو یا تحقیقی، کوئی بھی ہو ہر اک نے رہنمائی حاصل کی ہے اور خصائص و خصائل مصطفیٰ ﷺ

بیان کیے ہیں اور ایسے ایسے موتی اور گوہر و جواہرات کو پایا جن سے انسانیت کی رہبری و رہنمائی ہوئی اور اس طرح انسانیت نے درجہ کمال حاصل کرنے کی ایک راہ پائی۔ بدو اجڈ اور گنوار قسم کے لوگ آنِ واحد میں مہذب اور تمدن بن گئے۔ شرقاً غرباً کے بادشاہ بن گئے۔ میدان کے شہسوار بن گئے۔ جنھوں نے ایسے ایسے گہرے اثرات چھوڑے جن کو یورپ کی جاہل اقوام نے اپنایا اور ترقی یافتہ بن گئیں جس کے نشانات اب بھی سپین سے نمایاں ہوتے ہیں۔

ہمیں بھی اپنے اسلاف کے درس کو دہرانا چاہیے اور عمل پیرا ہونا چاہیے ہم نے رسالت مآب ﷺ کے فرمان عالی شان سے دوری اختیار کی تو ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوگئے۔ ملت اسلامیہ میں اس جہالت اور بے راہ روی کا خاتمہ بہت ضروری ہے۔ خصوصاً جھوٹ کو ''فن عظیم'' تصور کرنا بربادی کا باعث ہے۔ جھوٹ کو جڑ سے ختم کر دینا معاشرے کی ترقی و کمال کے لیے از حد ضروری ہے۔ حفیظ تائبؒ فرماتے ہیں تعلیمات نبویؐ ہمارے لیے مشعل راہ کہتے ہیں:

ان کی تعلیمات میں مضمر ہے حسن زندگی
ان سے بھرپور استفادہ بہر امت شرط ہے

(وھی یٰسں وھی طٰہٰ، ص ۱۳۱)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک قبیلے کا سردار حاضر ہوکر عرض گداز ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارے قبیلے میں پانچ عیوب عام ہیں جن میں چوری، بدکاری، جھوٹ، قتل و غارت وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں صرف ایک عیب چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ صرف ''جھوٹ'' چھوڑ دو۔ اس قبیلہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پاک پر عمل کیا تو دوسرے تمام عیوب خود بخود چھوٹ گئے۔ اس بات سے ہمیں درس حاصل کرنا چاہیے۔ ہر اک خواہ سیاستدان ہو یا تاجر کوئی بھی ہو جھوٹ کو ''فن عظیم'' نہ تصور کرے اور صبح و شام اس برائی سے دور رہے تو ہمارا ملک، معاشرہ، قوم اور ملت دن دونی رات چوگنی عروج و کمال پالے گا۔ ایک شاعر حفیظ تائب نے جہالت اور بے راہ روی میں ڈوبتے ہوئے خصوصاً جھوٹ بولنے والے گروہ جو جھوٹ کو ''فن عظیم'' سمجھتے ہیں کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں تائبؒ حضور رسالت مآب ﷺ سے عرض کرتے ہیں:

سچ مرے دور میں جرم ہیں، جھوٹ فن آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے راہ روی، ایک آزار ہے آگہی یا نبیؐ

پروفیسر محمد عارف ٹیکسلا

''نیاز''، ایک مطالعہ

حنیف نازش قادری سے میری اوّلین ملاقات ایک محفل نعت میں ہوئی جہاں انھوں نے اپنے کلام سے ترنم کا وہ نگ باندھا کہ دل کا ہر تار بج اُٹھا۔ ان کے سینے میں عشق رسول ﷺ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی تند و تیز لہریں ایک جوار بھاٹے کی سی کیفیت میں کناروں سے چھلک چھلک پڑتی تھیں۔ بلاشک وشبہ انہیں قدرت نے وہ لحن داؤدی بخشا ہے کہ ان کے دلکشا و دلنشین نعتیہ نغمے سماعتوں میں شہد سا گھول دیتے ہیں۔ وہ ایسے جوہر قابل ہیں جسے کوئی سخن شناس اور باذوق قاری بآسانی نظر انداز نہیں کرسکتا۔ حنیف نازش قادری ایک زود گو شاعر ہیں جنھوں نے ربع صدی اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں کثرت سے لکھا اور قدرت نے ان کی کہی ہوئی نعتوں کو وہ قبولیت عام بخشی کہ دیکھتے ہی دیکھتے بستی بستی، قریہ قریہ، ان کے نعتیہ کلام کی بھینی بھینی خوشبو پھیل گئی۔

اُن کا تازہ نعتیہ مجموعہ ''نیاز'' نعت مرکز لاہور نے حال ہی میں زیورِ اشاعت سے آراستہ کیا ہے جس میں چار حمدیں، حمدیہ قطعات، چند قرآنی آیات کا منظوم مفہوم، سورہ والتین کا منظوم ترجمہ، ۱۰۰ کے قریب نعتیں، خطبہ حجۃ الوداع کا منظوم ومفصل ترجمہ، نعتیہ مسدس، نعتیہ قطعات کے علاوہ دس منقبتیں اور پانچ سلام شامل ہیں۔ حنیف نازش قادری نے حمد لکھ کر اردو کے حمدیہ ادب کی تاریخ میں اپنے اچھوتے تخیل، مشکل قوافی و ردیف اور نادر و نایاب تراکیب سے گراں قدر اضافے کیے ہیں۔ ''نیاز'' میں شامل ان کی کہی ہوئی حمدیں پڑھتے ہوئے اساتذہ کے قدیم دواوین یاد آجاتے ہیں کہ جن کے آغاز میں حمدیہ اشعار شامل ہوتے تھے۔ عام طور پر نعت گوشعراء ایک آدھ حمد نعتیہ کلام کے آغاز میں لکھ دیتے ہیں، ورنہ حمد لکھنے کی باقاعدہ روایت دم توڑ رہی ہے جسے حنیف نازش قادری نے شعوری طور پر زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

لفظ محدود، تری شان مگر لامحدود
حمد کیسے ہو تری، نطق کو کیا ہے معلوم

جس پہ ہو تیرا کرم اُس کو نہیں غم کوئی
دھوپ ہو خوف کی یا حزن کی ہو بادِ سموم

''نیاز'' میں حنیف نازش قادری نے ایک اور حمد میں قوافی و ردیف کے حسن استعمال سے اپنی ہنرمندی اور فنکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حمد میں مستعمل قافیہ و ردیف وہ اوگھٹ گھاٹی تھی کہ جہاں سے عام قد کاٹھ کا شاعر سر کے بل بھی نہیں گزر سکتا تھا۔ حنیف نازش قادری کی کہی ہوئی اس حمد میں تازگیٔ فکر اور ندرتِ تخیل کا قوی احساس ہوتا ہے

گلوں کے لب پہ جو ہوتی ہے صبح دم تسبیح
تو آگے سنتی ہے شبنم بچشم نم تسبیح

حنیف نازش قادری کے دل میں موجزن حضورِ اکرم ﷺ سے محبت وعقیدت ان کے لفظ لفظ اور مصرع مصرع میں یوں ڈھلی ہوئی ہے کہ ہمیں ان کے مقدر پر رشک آتا ہے۔ ان کے سینے میں ہر مسلمان کی طرح شمع ایمان روشن ہے۔ وہ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ سے والہانہ وارفتگی کا اظہار کرتے ہوئے سپردگی و جاں سپاری کے احساس سے ہمہ وقت سرشار رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام ہر خاص و عام میں یکساں مقبول ہے۔ حنیف نازش قادری کے نعتیہ کلام کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے مجھے کبھی کبھی یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ اس اعتبار سے اپنے عہد کے نظر اکبرآبادی ہیں جن کی نظمیں سادھو لوگ گلیوں اور بازاروں میں گا گا کر پڑھا کرتے تھے۔ خیبر سے کراچی تک اردو پڑھنے اور لکھنے والے کم و بیش ہر فرد کو حنیف نازش قادری کے بے شمار نعتیہ اشعار نہ صرف یاد ہیں بلکہ وہ انہیں حرزِ جاں بنا کے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ یہ عزت، یہ مقام اور یہ نام خوش نصیب ہستیوں کو ہی نصیب ہوتا ہے، یقیناً حنیف نازش قادری انہی لوگوں میں سے ایک ہیں۔ مجھے اس موقع پر اُن کا ایک شعر بے اختیار یاد آیا ہے۔

میں تصور میں کھڑا تھا اپنے آقاؐ کے حضور
شہر بھر میں لوگ میری جستجو کرتے رہے

مجھے یہ ہرگز سمجھ نہیں آ رہی کہ میں اس اعلیٰ و ارفع شاعر کے بارے میں کیا لکھوں؟ میرے پاس تو وہ الفاظ ہی نہیں جن کے ذریعے میں اس کی نعتوں کی تحسین کرسکوں صرف چند کے فنی سلیقے دیکھ لیجیے۔

اذانوں میں سنتا ہوں جب نام اُن کا
تو آواز کا زیر و بم چومتا ہوں
یہ ہے ذوق میرا، یہ میرا طریقہ
ثنا اُن کی لکھ کر قلم چومتا ہوں

حنیف نازش قادری نے ایک اور نعت میں ایک زائر کوئے حبان کے جذبات واحساسات کی تصویر کشی اس قدر خوبصورت انداز میں کی ہے کہ قاری تھوڑی دیر کے لیے دم بخود ہوکر سنہری جالیوں کے تصور میں کھو کے رہ جاتا ہے۔

قافلے والو! چلو تم میں بھی آتا ہوں
ابھی کچھ دیر میں دیکھوں گا سنہری جالی

ایک دفعہ ہمارے ایک دوست ڈاکٹر تصدق حسین اپنے بھائی کے ساتھ لاہور میں معروف صوفی بزرگ اور لکھاری بابا جی محمد یحییٰ خان سے ملنے کے لیے گئے۔ ان کے بھائی نے بابا جی سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے جس سے مجھے حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوجائے۔ بابا جی محمد یحییٰ خان نے کہا کہ آپ بڑے باہمت ہیں۔ ہم تو درخت کی اوٹ میں چھپ کر محبوب کا دیدار کرنے والے لوگ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے کیا یہ بہتر نہیں کہ کچھ ایسے عمل کرلیے جائیں جن سے حضور اکرم ﷺ خوش ہوجائیں۔ اب ذرا ہمارے بابا جی حنیف نازش قادری کا یہ شعر بھی دیکھتے جائیں

سامنا کیسے کروں گا میں شہِ والا کا
اوٹ سے اشکوں کی دیکھوں سنہری جالی

حنیف نازش قادری کی نعتوں میں سادگی و دلآویزی اور رواں دواں اسلوب ملتا ہے، انھوں نے فن نعت کے جملہ تقاضوں کو بطریق احسن نبھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ مجلسی انداز کی نعت لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ ان کی نعتوں میں مخصوص لغت اور بے جا تفلسف نہیں ملتا۔ ان کی نعتوں میں مدینہ منورہ سے دوری کا احساس، وہاں سے دوری کا احوال، حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضری کا شوق بے نہایت دربارِ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیوند خاک ہوجانے کی خواہش اور اظہار میں شدید تڑپ ملتی ہے۔ حنیف نازش قادری نے حجۃ الوداع کے موقع پر عطا کیے گئے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر

کو نظم کے آہنگ میں پہلی دفعہ بیان کیا ہے۔ جو انہی کا اختصاص ہے حیرت ہے کہ اردو نعت کے ارتقائی دور میں اس سے پہلے اس موضوع پر خامہ فرسائی کسی نے نہ کی۔ یقیناً یہ سعادت قدرت نے حنیف نازش قادری کے مقدر میں لکھ دی تھی۔ اس خاص سعادت کے ملنے پر وہ جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔

نعت گو حضرات نے حضور اکرم ﷺ کے نورناموں، میلاد ناموں، معراج ناموں اور وصال ناموں میں تاریخی اندازِ نعت اپنایا ہے۔ ''ہو گئے مبعوث جب سرکارؐ زیرِ آسماں'' زیرِ مطالعہ کتاب ''نیاز'' میں شامل ان کی ایک طویل مسدس ہے، جس کا دوسرا نام میلاد نامہ رکھ سکتے ہیں۔ حنیف نازش قادری نے عموماً سادہ و آسان اور مستعمل بحروں میں طبع آزمائی کی ہے مگر وہ مشکل بحور بآسانی نبھا سکتے ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اردو لغت کی روایت سے بھی آگاہ ہیں اور جدید عہد کے نعتیہ ادب پر بھی ان کی نگاہ ہے۔ ذرا اس نعت میں قوافی کا خوبصورت استعمال ملاحظہ فرمایئے:

کیوں میرا قلم نعتِ نبیؐ سے نہ رہے پُر
رکھتا ہے کرم مجھ پہ مدینے کا تصور
جو خوش نہ ہو مداحتِ محبوبؐ کو سن کر
لے ڈوبا اُسے اس کی طبیعت کا تکدر

میں خصوصی طور پر آپ کی توجہ حنیف نازش قادری کی مندرجہ ذیل نعت کی طرف بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں جس میں انھوں نے چمک، مہک، تھک، ٹھٹھک اور چٹک جیسے قوافی کے استعمال سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔

لکھی جو نعتِ پیمبرؐ چمک گئے الفاظ
سر حدیقۂ مدحت مہک گئے الفاظ
چلے تھے کرنے احاطہ کمال حضرتؐ کا
محاسن آپ کے گن گن کے تھک گئے الفاظ

مجھے اس موقع پر جدید اردو غزل کے مایۂ ناز شاعر اور ڈرامہ نگار غلام محمد قاصر کا ایک غزلیہ شعر بے طرح یاد آ گیا ہے آپ بھی سن لیجیے۔

خوشبو گرفتِ عکس میں لایا اور اس کے بعد
میں دیکھتا رہا، تری تصویر تھک گئی

حنیف نازش قادری زبان و بیان کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ وہ کسی مقام پر بھی ابتذال یا سوقیانہ پن کا شکار نہیں ہوتے۔ اب ذرا ان کی ایک اور نعت کے یہ شعر بھی دیکھے جایئے جن میں انھوں نے بگاڑ۔ آڑ۔ اُجاڑ۔ باڑ۔ پہاڑ اور تاڑ جیسے بظاہر سخت اور کھردرے الفاظ کو فصاحت و بلاغت سے وہ نزاکت و لطافت بخشی ہے کہ انھیں بے ساختہ داد دینے کو دل کرتا ہے۔ مجھے اس مقام پر استاد امام بخش ناسخ یاد آ گئے ہیں جنھوں نے سنگلاخ زمینوں میں غزلیں کہیں اور ۱۰۰ اشعار پر مشتمل ایک ایسی غزل بھی لکھی جس کے کسی بھی لفظ پر نقطہ نہیں ہے۔

حنیف نازش قادری کی نعتوں میں قوافی و ردیف کے فنی استعمالات سے ان کی غیر معمولی تخلیقی زرخیزی اور فنکاری کا احساس ہوتا ہے جو ذکر و فکر مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز ہے۔ حنیف نازش قادری کی نعتوں میں جدید حسیت اور تازہ کاری کی ایک توانا لہر ملتی ہے جو آج کل کی نئی نعتوں میں برتی جا رہی ہے۔ یہ شعر دیکھئے:

محشر میں کوئی کام نہ آیا بگاڑ میں
بخشا گیا میں ان کی شفاعت کی اڑ میں
مدحت کا ذوق بخش کے مجھ روسیا کو
ان کی نظر نے پھول کھلائے اجاڑ میں

مجھے ممتاز حسین سے مکمل طور پر اتفاق ہے کہ ہر وہ شعر نعت ہے، جس کا تاثر ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے قریب لے آئے۔ بیر کو چک پاک و ہند (بشمول بنگلہ دیش) میں حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف، احوال، کردار، اشغال، معاملات، سخاوت، عفو و درگزر کے حوالے سے جو شاعری کی جاتی ہے اور کی جا رہی ہے اس صنف سخن کا نام ''نعت'' طے پا چکا ہے۔ حکیم محمود احمد برکاتی کہتے ہیں۔ نعت کے دو رنگ ہیں ایک میں شاعر اپنے جذبات، عشق اور شیفتگی کا اظہار کرتا ہے، اپنے ماضی کو یاد کرتا ہے، رحمت و رافت پر اعتماد، بخشش کی امید، مدینے پہنچ جانے اور وہیں رہنے کی آرزو، حضور اکرم ﷺ کے حسن صورت و شمائل وغیرہ کا بیان کرتا ہے دوسرا رنگ یہ ہے کہ شاعر اپنی ذات کو ملت میں گم کر کے حضور ﷺ سے ملّی صائب و مشکلات کی فریاد کرتا ہے۔ التفات

کی درخواست کرتا ہے۔حضور ﷺ کی تعلیمات کو موضوعِ سخن بناتا ہے۔آپ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع پر ملت کو ترغیب دیتا ہے۔محبت کے ساتھ اطاعت کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔حنیف نازش قادری کی ''نیاز'' میں مشمولہ نعتوں میں پہلا رنگ سخن غالب ہےمگر وہ آج کے عصری منظر نامے اور جدید عہد کے مشینی انسان کے پیچیدہ نفسی و عصبی مسائل کے حل کے لیے اسوۂ رسول ﷺ سے رہنمائی لینے کی ضرورت پر بھی زور دیتے ہیں۔ وہ آقا و مولیٰ کی بارگاہ میں بنی نوع انسان کی حالت زار کو بدلنے کے لیےاستغاثہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

غم کا طوفاں ہے یارسول اللہ
دل پریشاں ہے یارسول اللہ
اپنے اعمال کے شکنجے میں
آج انساں ہے یا رسول اللہ
آپ کا ہاتھ ہے یدِ قدرت
چہرہ قرآں ہے یارسول اللہ
چشم رحمت ہی ہم غریبوں کا
اب تو درماں ہے یارسول اللہ

اردو نعت کی تاریخ میں غزلیہ اندازِ نعت کی کافی مثالیں مل جاتی ہیں۔بعض کہنہ مشق شعراء کے ایسے مجموعہ ہائے نعت بھی سامنے آ رہے ہیں کہ ان کی کہی ہوئی نعتوں کے بیشتر اشعار خالص غزلیہ ہوتے ہیں۔اردو نعت گوئی راغب مراد آبادی نے اسد اللہ خاں غالب کی زمینوں میں نعتیں لکھ کر گویا غالب کی زمینوں کو مسلمان کر دیا ہے۔حنیف نازش قادری نے بھی بعض شعرا کی غزلیہ اور نعتیہ زمینوں میں التزام شعر کیا ہےمگر میں ان کی اس نعت کا بطورِ خاص ذکر کرنا چاہتا ہوں جو انھوں نے احمد فراز کی مشہور زمانہ غزل

بستیاں چاند ستاروں پہ سجانے والو
کرۂ ارض پہ بجھتے چلے جاتے ہیں چراغ

کی زمین میں لکھی ہے۔ یہ وہ زمین ہے جس میں طبع آزمائی کر کے حنیف نازش قادری نے احمد فراز کی زمین کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

زندگی میں جو درودوں کے جلاتے ہیں چراغ
بعدِ مرگ ان کی لحد پہ نظر آتے ہیں چراغ
آنکھ پھولی ہو کوئی یا ہو چھڑی لکڑی کی
چھو کے ہر چیز کو سرکار بناتے ہیں چراغ

حنیف نازش قادری کی نعتوں کے عمیق مطالعہ سے یہ نکتہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ مایۂ ناز شاعر حفیظ تائب کی شخصیت اور شاعری سے بے پناہ متاثر ہیں۔ حفیظ تائب کی کہی گئی نعتوں کی بحور اور زمینوں میں کہی گئی چند نعتوں کے اشعار ملاحظہ فرمایئے کہ جن میں طبع آزمائی کرکے ان کے اس عظیم المرتبت اور عالی قدر تلمیذ نے انہیں کس قدر زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے ؏ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

نقشِ پا آپؐ کا آنگن میں سجا رکھا ہے
اس لیے رہتا ہے شب بھر مرا آنگن روشن

☆☆☆

اے عشق مجھے لے چل سرکارؐ کے قدموں میں
گزرے مرا اک اک پل سرکار کے قدموں میں

☆☆☆

کیا شان تمہاری سرورِ دیں مکی مدنی، اللہ وغنی
عالم پہ تمہاری رحمت کی چادر ہے تنی اللہ غنی

مجھے نواب دہلوی بھی یاد آ رہے ہیں کہ جنھوں نے ایک مقام پر فرمایا تھا کہ نعت گوئی آسان بھی ہے اور مشکل تر بھی۔ آسان تو ان شعراء کے لیے ہے جو مبالغہ کریں یا نعت کہیں اور ہو جائے حمد یا غزل کا نام نعت رکھ دیں اور مشکل اُن کے لیے جو پابند حد ہیں، مشکل تر اُن کے لیے جن کی نگاہ میں حد سے آگے بڑھنا سوئے ادب اور پیچھے ہٹنا ترکِ ادب ہے۔ عرض ادب کا مقام عجب مقام ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ حنیف نازش قادری اپنی نعتوں میں پابند حد ہیں جو خونِ جگر میں انگلیاں ڈبو کر نعت کہتے ہیں اور حزم و احتیاط کا دامن نہیں چھوڑتے۔ مجھے ان کی نعتیں پڑھتے ہوئے پروفیسر ابوالخیر کشفی کانپوری کا یہ قول بھی یاد آیا کہ ان نعت گو شعراء کا جگر تو دیکھو جو پرانے لفظوں کو اپنے آنسوؤں

سے وضو کرا کر ایک نیا وجود عطا کرتے ہیں اور بطورِ ارمغاں بارگاہِ رسالت میں پیش کرتے ہیں۔ حنیف نازش قادری کے نعتیہ شعری مجموعہ ''نیاز'' کی نعتوں کا بنیادی فلسفہ عشق رسولؐ اور ادب و احترام مصطفیٰ ﷺ کا درس ہے وہ اپنی نعتوں کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کا یہ نعتیہ مجموعہ ''نیاز'' علمی و ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ آخر میں اُن کے ایک سلام بر امام عالی مقام کے اشعار کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

تیرے ایثار کی ہے دھوم امام مظلوم
سرفرازی ترا مقسوم، امامِ مظلوم
سردیا، ہاتھ نہ بیعت کے لیے تو نے دیا
سب کو عظمت تری معلوم، امامِ مظلوم

نسبتیں

حمد، نعت، سلام، منقبت

ڈاکٹر خورشید رضوی

ناشر

انٹرنیشنل نعت مرکز، اردو بازار لاہور

سرور حسین نقشبندی

نورین طلعت عروبہ کی حمد نگاری

حمد و نعت ایسی پاکیزہ اصناف ادب ہیں جن کے لیے اظہار کی قدرت کے ساتھ ساتھ فکری وقلبی طہارت بھی درکار ہوتی ہے۔اس میں حروف و بحور کی نغمگی کے ساتھ ساتھ اپنے دین ومذہب کی محبت سے معمور زندگی بھی بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔شعری مطالعے کی اہمیت اپنی جگہ لیکن قرآن وسیرت سے شغف کے بغیر محض فکری کاوش تک محدود رہنے سے اس کے تقاضوں سے پوری طرح باخبر نہیں ہوا جا سکتا۔طبعی موزونیت کی ارزانی کے ساتھ ساتھ جذبہء ایمان کی فراوانی بھی بہت ضروری ہے۔نورین طلعت عروبہ خوش قسمت ہیں کہ اس مبارک فن سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں عطائے ایزدی سے یہ تمام نعمتیں انہیں ودیعت ہوئی ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

حرم پاک کی معطر فضاؤں میں چند لمحے میسر آجائیں تو خیالات بہت دیر تک اس کی خنکی کو محسوس کرتے ہیں اور انہیں تو وہاں عرصہ دراز تک رہنے کی سعادت میسر آئی ہے۔ان فضاؤں کی اثر آفرینی ان کے خیالات پر مسلسل سایہ کناں ہے جس کا اظہار اس مجموعے کی صورت میں سامنے آیا ہے جس میں عقیدتوں میں سمٹی عبودیت کی ایسی دلآویز خوشبو ہے جو مطالعہ کرنے والے کے مشام جاں میں نہ صرف اترتی جاتی ہے بلکہ اس کو اپنا ہمسفر کرتے ہوئے ان مقدس فضاؤں میں ساتھ ساتھ لئے جاتی ہے۔

اردو شاعری کی تاریخ میں ہمیں شعراء کے بڑے بڑے دیوانوں کے آغاز میں حصول برکت کے لیے حمد و نعت کے کچھ نمونے دکھائی دیتے ہیں۔یہ نمونے شاعر کے طبعی میلان کے سبب کسی کے ہاں کم اور کسی کے ہاں زیادہ نظر آتے ہیں۔اور پھر اسی طرح غزلوں کے دوران بھی کہیں کہیں حمدیہ و نعتیہ اشعار کی بہت سی مثالیں اردو کی کلاسک شاعری میں جا بجا نظر آتی ہیں۔بالکل اسی طرح عہد

موجود میں جب نعتیہ مجموعے ہمارے ادبی منظر نامے میں 60% کی سطح پر پہنچ چکے ہیں ان کے آغاز میں بھی ایک یا دو حمدیں شامل ہوتی ہیں جن کی تعداد عموما پانچ سے زیادہ نہیں ہوتی۔عہد موجود میں خالصتا حمدیہ مجموعوں پر نظر دوڑائیں تو ان کی تعداد بہت گنی چنی ہے اور اگر خواتین شاعرات کی تخصیص کر لی جائے تو پھر یہ شائد بہت ہی کم ہو جائے۔لیکن اس تھوڑی سی تعداد میں بھی اگر حمد کے تقاضوں سے آگاہی،شعری جمالیات کا اظہار،قرآنی احکام ،تعلیمات و واقعات کی منظوم صورت کو معیار بنایا جائے تو محترمہ نورین طلعت عروبہ کا یہ مجموعہ ہی قابل اعتبار ٹھہرے گا۔اپنے اس دعوے کی دلیل کے طور پہ چند مثالیں نذر قارئین ہیں۔

جگہ جگہ قرآنی واقعات اور حوالوں کا ذکر ان کے گہرے مطالعے کا آئینہ دار ہے۔ کچھ میں پورے واقعے کے پیچھے موجود جذبہ یا عبرت نمایاں ہو رہے ہیں۔

دکھ بی بی ہاجرہ کا اگر یاد میں رہے کیسے بغیر اشک نوافل ادا کروں

شاعری کی معراج یہی ہے کہ کسی عمل کے پیچھے کارفرما ارادہ اور قوت بھی پیش نظر ہو اور یہاں دیکھئے کہ نظر ظاہری عمل سے زیادہ اس کے پیچھے کارفرما قوت،ارادے اور فیصلے کو بھی محسوس کر رہی ہے۔

منقار میں کنکر تو مسلم ہیں مگر ہاں کچھ اور بھی تھا شان ابابیل میں شامل

شاعر کی نظر ارض وسماوات کی پہنائیوں کے ساتھ ساتھ اپنے عہد اور معاشرے کے مسائل و معاملات سے بھی جڑی ہوتی ہے۔ وہ اس کرب کو محسوس بھی کرتا ہے اور اس کا برملا اظہار بھی۔

تو نے تو کہا تھا تری رسی کو پکڑ لیں آپس میں مگر بر سر پیکار ہیں یا رب

کچھ اشعار تو قرآنی آیات اور سیرت طیبہ کے من وعن منظوم مفہوم میں ڈھل گئے ہیں۔اور میری رائے میں حمد ونعت کہنے والے شاعر یا شاعرہ کے لیے یہ فنی اوج کمال کی ایک صورت ہے۔ چند مثالیں دیکھئے۔

مشرق ومغرب سب کا مالک، صاحب وسعت وہ
''کن'' کہتا ہے جو ہو نا ہے وہ ہو جاتا ہے

بنا ستون کے قائم ترا فلک مولا تو چھ دنوں میں بنی کائنات کے مالک

ابرہہ جیسا کوئی ظالم حد سے گزرے جب اپنا کام دکھائے میرا طاقت والا رب

....

نہ ہی اس کو نیند چھوئے نہ اونگھ کبھی آئے　　　اونچی کرسی والا میرا طاقت والا رب

....

مقتدر تو ہے، مقدم بھی، احد بھی تو ہے　　　آپ ہی اپنی بڑی شان کے شایاں ہے تو

....

واقعہ ابرہہ کا ہے ازبر اسے　　　مانتا ہے جہاں پاسبانی تری

....

حرم میں آ نیت اعتکاف کرتے ہوئے　　　ہو لب پہ تیسرا کلمہ طواف کرتے ہوئے

....

وہ نیتوں سے ارادوں کو جاننے والا　　　عمل سے پہلے ہی اس کا ثواب دیتا ہے

....

بہت آسان بنایا نیکیوں سے اجر پانے کو
کہ ہم جنت میں جا سکتے ہیں اپنی ماں کی خدمت سے

کسی کو مسکرا کے دیکھنا بھی کار نیکی ہے
نہ نکتہ تو نے سمجھایا کمال علم و حکمت سے

....

رب کی رضا یہی ہے کہ پہنچے وہ ان تلک　　　حصہ غریب کا ہے امیروں کے مال میں

جب سیرت کا مطالعہ پیش نظر ہو تو مضمون آفرینی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ مکڑی کا جالا غزل کے شاعر کے لیے قید و بند اور پریشان صورت حال کی علامت ہو سکتا ہے لیکن یہاں دیکھئے کیا رنگ دکھا رہا ہے۔

جو ثور میں مکڑی نے تیرے حکم سے تانا　　　یادوں کے حوالے اسی جالے سے جڑے ہیں

....

باب ملتزم پہ پہنچ کر مسلمان ایک ایسے بچے کی مانند ہو جاتا ہے جو کسی دکھ تکلیف یا شرمندگی کے سبب ماں کے دامن سے لپٹ لپٹ جاتا ہے۔ باب ملتزم پہ وارد ہونے والی قلبی کیفیات کی بھی

شاعرہ نے خوب ترجمانی کی ہے۔ کتنے اشکوں کے نذرانے وہاں دعا کی صورت پیش ہوتے ہیں، کتنے ہی دکھ اور پریشانیاں وہاں لپیٹ کے لیجائی جاتی ہیں، کتنی ہی آرزوئیں وہاں مراد لینے کے لیے رکھی جاتی ہیں۔ طائرِ فکر کی اڑان اس لمحے میں ملاحظہ فرمائیے۔

جو ملتزم سے لگی ہے قبولیت کے لیے میں چاہتی ہوں مجھے تو وہی دعا کر دے

اسی حوالے سے کچھ اور اشعار دیکھئے۔

ملتزم اس کی رسائی میں کیا ہے تو نے کیسے آجائے کوئی غم تیرے شیدائی پر

....

میں بابِ ملتزم سے لپٹی ہوئی کھڑی ہوں اب اور بات کیا ہو اس بات سے زیادہ

....

آنکھوں نے ملتزم پر فدا کر دئے اشک جو اس میں خوشیوں کے مارے بھرے

شاعرہ کا لکھنا محض لکھنا ہی نہیں بلکہ اس کے لیے وہ خاص عنایت پروردگار کی طالب ہے۔

دل نوکِ قلم پر ہو تجھے جان سے لکھوں
اے رب میں تیرے نام کو اس شان سے لکھوں

بہت سے لوگ تیری حمد لکھیں مگر سب سے جدا میرا قلم ہو

اللہ کی عطا کردہ جسمانی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کیا جا سکتا ہے لیکن نعمتوں کے اس حسنِ استعمال پر دھیان ہر کسی کے مقدر میں ہوتا۔

دیکھتے ہیں جو ترے گھر کی تجلی اس سے پیار آتا ہے ہمیں اپنی ہی بینائی پر

کسی معذور سے مل کر کبھی جو دل پگھلتا ہے
تو ہم پہلے سے بڑھ کر شکر خدو خال کرتے ہیں

جب دعا کا ایسا قرینہ مل جائے تو رشک آتا ہے

کر اس میں اضافہ کہ مرا علم ہو ایسا کوئی بھی حوالہ ہو میں قرآن سے لکھوں

شاعرہ کی فکر کی داد دینا پڑتی ہے کہ وہ عام زندگی میں پیش آنے والے کسی بھی معمولی واقعہ کو ایک خاص ربط سے جوڑ دیتی ہیں اور دیکھئے کہ ایک معمولی آنے والی تکلیف کو طائرِ خیال نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔

ہاتھ جل جائے تو میں سوچ کے کانپ اٹھتی ہوں
تو نے جو آگ بہت تیز جلا رکھی ہے

عمومی طور پہ دعاؤں التجاؤں میں انسان کے جذبات ہی پیش رو ہوتے ہیں مگر یہاں دیکھئے کے جذبات کے مرکز ومحور کو ہی اپنے معبود حقیقی کے حضور پیش کر دیا گیا ہے۔

اس جگہ لوگ نظر آئے تھے جذبات لئے
میں نے کعبے کے قریں لا کے مگر دل رکھا

شاعرہ اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں کہ بارگارہ ربوبیت میں قبولیت ،منظوری اور کامیابی کے تمام راستے محبوب کردگار کے راسے سے ہوکر جاتے ہیں **وہ اذ ظلموا انفسکم جاؤك**............ **فستغفرله**............ اور **من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ** کی تفسیر سے بخوبی آ گاہ ہیں اور اسی لئے کہتی ہیں

محمد ﷺ کی شفاعت سے سجی اک عرض بن کر میں
مرے خالق ترے دربارمیں منظور ہو جاؤں

شاعرہ کو اس حقیقت کا بھی ادراک ہے......

اپنے اللہ کے پیغام سے جڑ کر دیکھو
کیسے مضبوط بنا دیتا ہے ایمانوں کو

ہمارے آج کے دور کے بہت سے المیوں میں سے ایک یہ بھی بہت بڑا المیہ ہے کہ مسلمان عورت مغرب کی نام نہاد آزادی اور پروپیگنڈہ کی زد میں ہے۔اپنے حقوق کے لیے مغرب کی زبان کا استعمال یہاں بھی بری طرح سرایت کر چکا ہے۔یہ صرف اور صرف دین سے دوری اور پیغمبر اسلام کی سیرت سے آ گاہی نہ ہونے کے سبب ہے۔اسلام نے عورت کو جو تقدس،عزت، احترام اور پا کیزگی عطا کی ہے اس سے بڑھ کر نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کے لیے بہتر۔محترمہ نورین طلعت عروبہ کے ذوق اور فکر کو سلامی پیش کی جانی چاہئے۔

میری زینت مرے مولا نے حیا سے کر کے
کافروں سے مری پہچان جدا رکھی ہے

....

ماں کی گود پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ جہاں سے مستقبل کے خدوخال متعین ہوتے ہیں۔ کاش آج کی نام نہاد ماڈرنائزیشن اور بچوں کے مزاج کے حوالے سے پریشان مائیں اس بات کو سمجھ سکیں کہ گود میں اگر محبت رسول ﷺ کی لوری سنائی جائے تو پھر مستقبل کی پریشانی سے بچا جا سکتا ہے اور یہ فکری پاکیزگی ہماری شاعرہ کے ہاں بھی اسی مکتب کی عطا کردہ ہے۔

ماں نے بچپن میں سکھایا تھا مجھے عشق نبی ﷺ
اور کرایا تھا مرے رب کے ادب سے واقف

یہ کیسے ممکن ہے کہ شاعرہ محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو اور حمد میں نعت کا ذکر نہ آئے

ہے نعت در حقیقت اک حمد ہی کی صورت
معراج شعر کیا ہو پھر نعت سے زیادہ

حسن تغزل بھی شعری لوازمات میں سے ایک ہے اور اس کے جلوے حمد میں بھی جا بجا جھلکتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں رعائت لفظی بھی ہے تو بہ نو شعری زمینیں اور ردیفوں کا خوبصورت شاعرانہ استعمال بھی۔

کیا جانئے کہ کوئی عمل یوں قبول ہو خود رب کہے کہ آ مرے باغ ارم میں آ

....

یہ شان اور میسر کسے ہے اس کے سوا میرے بیاں سے باہر ہے اور بیان میں ہے

....

ذرے زمین پر تری تعریف میں مگن ماہ و نجوم چرخ کے اس پار سجدہ ریز

....

گرچہ دور نہیں ہے کعبہ نظروں سے لیکن میرے آنسو جو دشواری کرتے ہیں

....

دیکھ یہ کون لوگ ہیں جلتے چراغ لے کے جو
تیز ہوا میں آ گئے مولا ترے یقین پر

....

ہر پھول شاخ پر ہے ثناء خواں بنا ہوا باد صباء کے ساتھ چمن زار سجدہ ریز
صورت خانہء کعبہ اے گلاب اسود باغ ہستی ہے نچھاور تری رعنائی پر

محترمہ نورین طلعت عروبہ اس راز سے بھی آگاہ ہیں کہ پروردگار کے حضور حاضر ہونے سے پہلے محبوب پروردگار کی ''حاضری'' کا اذن خود پروردگار نے دیا ہے اور وہ اسی راستے سے ''حاضری'' کی صورت اشکوں میں لپٹی ہو نعتیں پیش کرنے کے بعد بارگاہ خداوند میں حاضر ہوئی ہیں جس کا لفظ لفظ قبولیت کی شبنم میں بھیگا محسوس ہوتا ہے۔

مترنم بحروں، پرخلوص جذبوں اور بندگی کے تقاضوں سے معمور شاعری آپ کی منتظر ہے۔

تحدیثِ نعمت

نعتیہ مجموعہ

ریاض حسین چودھری

ناشر

انٹرنیشنل نعت مرکز، اردو بازار، لاہور

انگلش مضمون آمنہ محمود

حمد و نعت

حمد

صبح دم غنچہ کوئی جب بھی صدا کرنے لگے
خالق ارض و سما کی وہ ثنا کرنے لگے

غم زدہ انسان کو لا تقنطوا تسکین دے
جب خدائے دو جہاں سے وہ دعا کرنے لگے

نغمہ توحید لگتا ہے چمن میں گونجنے
رقص جب شاداب پھولوں میں صبا کرنے لگے

جب شفق پھیلے فلک پر دامن کہسار میں
خاور پُر نور ہر سو پھر ضیا کرنے لگے

ظلم کے ہاتھوں تڑپتے ہیں غریبان وطن
اے خدا! ظالم بھی احساس جفا کرنے لگے

شرک کی امراض سے سب کو بچا رب علی
دین کے باغی ستم صبح و مسا کرنے لگے

اے خدا! اس آشیاں کو تا ابد آباد رکھ
کاش! ہر انسان اس پر جاں فدا کرنے لگے

گوہر ملسیانی

سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ

ہر دل میں اس کی ہے آرزو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
ہر لب پہ اس کی ہے گفتگو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
رازق ہے وہ مرزوق ہم، خالق ہے وہ مخلوق ہم
اقلیم اس کی ہے چار سو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
مطلوب ہے مقصود ہے، ہر جا پہ وہ موجود ہے
ہے وہ یم بہ یم، وہی جو بجو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
کہتی ہے یوں اُمّ الکتاب، اُس کے ثنا خواں ہیں گلاب
کرتے ہیں شبنم سے وضو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
وہ رؤف ہے وہ رحیم ہے وہ غفور ہے وہ کریم ہے
وہی بخشے عزت و آبرو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
تارے میں پھول میں سنگ میں ہر رنگ ہر آہنگ میں
جلوہ اسی کا ہے ہو بہو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
عابد ہیں سب معبود وہ، ساجد ہیں سب مسجود وہ
کرے سنگ دل کو وہ نرم خو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
ہمہ طائرانِ خوش نوا کرتے ہیں خالق کی ثنا
ہر اک کو اس کی ہے جستجو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
سارا نظامِ جسم و جاں ہے حکم سے اس کے رواں
پھرتا ہے رگ رگ میں لہو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ
دیکھ اُس کی قدرت کے نشاں ہر شے سے ہوتے ہیں عیاں
نازش یہی رکھ وردِ تو، سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَہٗ

محمد حنیف نازش

حمد باری تعالیٰ

تو ہی تو اے خدا! مرا پروردگار ہے
تجھ پر فدا ہے جان بھی دل بھی نثار ہے
تیرے ہی دم سے گلشن جاں پُر بہار ہے
تیری ہی یاد قلب و نظر کا قرار ہے
ذرّہ ہو آفتاب ہو قطرہ ہو بحر ہو
ہر چیز کے وجود سے تو آشکار ہے
ہر ذرّہ تیرے حکم کا رہتا ہے منتظر
پابند تیری گردشِ لیل و نہار ہے
دنیا کا ہر وقار ہے اک عارضی وقار
حاصل جسے دَوام ہے تیرا وقار ہے
سب پر عنایتیں ہوں تری ربّ مہرباں!
میں ہی نہیں ہوں ہر کوئی اُمیدوار ہے
مجھ کو جہاں میں پوچھنے والا کوئی نہ تھا
یہ تیرا فیض ہے کہ مرا اِعتبار ہے
تاراجیٔ وطن کی تو کوشش بہت ہوئی
لیکن ترے کرم سے چمن پُر بہار ہے
اس سے نجات کی کوئی صورت ہو اے خدا!
پھیلا ہوا جو ملک میں اِک انتشار ہے
یا رب! مرے چمن کو نظر کس کی کھا گئی
غنچوں پہ رنگ ہے نہ گُلوں پر نکھار ہے

رفیع الدین ذکی قریشی

حمدیہ مناجات

یارب زوال ملت بیضا کو ٹال دے
پھر اس کو حسن ذوقِ عمل بے مثال دے
میری نوائے شوق کو تاثیر کر عطاء
میرے سخن کے درد کو اوجِ کمال دے!
نعتوں کو اک لطافتِ جاوید ہو نصیب
اللہ میرے فن کو اب اتنا اُجال دے
لفظوں کو دے جمال معانی کی روشنی
افکار سے ہر ایک کثافت نکال دے!
ہر لفظ میں ہو اُسوۂ خیر البشر کا حسن
یارب وہ حسن میرے عمل میں بھی ڈھال دے!
ماضی کو جو نصیب ہوئی دیں کی روشنی
مالک! ہمیں بھی ایسا ہی پُرنور حال دے!
حسن عمل شعار بنے میری قوم کا
پرتو اب اس پہ عہدِ صحابہ کا ڈال دے!
دولت خلوصِ عشق نبی کی نصیب کر
جذبہ بھی پیروی کا ہمیں لازوال دے!
لبیک کہہ کے سوئے حرم چل پڑے عزیزؔ
دامن میں اس کے عزم کی خیرات ڈال دے!

ڈاکٹر عزیز احسن
کراچی

حمد باری تعالیٰ

ترے بارے میں اکثر سوچتا ہوں
تو کیسا ہے برابر سوچتا ہوں
تری ہیبت، ترے قہر و غضب سے
مرے مولا، میں ڈر کر سوچتا ہوں
مری سوچیں جو تھک کر لوٹتی ہیں
حدود اپنی سے باہر سوچتا ہوں
ترے دریائے رحمت کا اے مولا
میں بن کے اک شناور سوچتا ہوں
خدائے لم یزل تیری عطا سے
ثنا کرنے کو پیکر سوچتا ہوں
تری حکمت، تری قدرت کو مولا
ترا بن کے ثنا گر سوچتا ہو
نظر ڈالوں میں اپنے حال پر جب
سبھی مجھ سے ہیں بہتر سوچتا ہوں
لگائے خوش نصیبی سے جو میں نے
ترے گھر کے وہ چکر سوچتا ہوں
مرے مولا تو راضی ہے جو مجھ سے
تو پھر ایسا میں کیوں کر سوچتا ہوں

محمد اقبال نجمی
گوجرانوالہ

حمد باری تعالیٰ

حمد پیرا ہوا ہر ایک نظارا تیرا
میرے نقاشِ ازل! نقش ہے سارا تیرا

تیرے انعام سے بھر جاتے ہیں دامن سب کے
جب بھی ہو لطف و عنایت سے اشارا تیرا

اس کو کچھ خوفِ مصائب نہ حوادث کا خطر
تیری رحمت سے ملا جس کو سہارا تیرا

بیکراں بحر کا پایا ہے کنارا کس نے
کوئی ڈھونڈے بھی تو بے سود، کنارا تیرا

ساتھ بہتے ہیں مگر حکم سے تیرے، یاربّ!
میٹھے پانی سے الگ، پانی ہے کھارا تیرا

ذرّے ذرّے پہ برستا ہے کرم کا بادل
ہے اُفق تا بہ اُفق، لطف کا دھارا تیرا

کب سے ہے آس لگائے تری رحمت کی معین
رحم فرما، ہے محبت کا یہ مارا تیرا

غلام معین الحق گیلانی
گولڑہ شریف

حمد باری تعالیٰ

یارب نہ دل میں آرزو لعل و گہر کی ہے
مجھ کو تلاش ہے تو متاعِ ہنر کی ہے
گزرے نہ ایک پل بھی ترے ذکر کے بغیر
بس ایک ہی طلب مری فکر و نظر کی ہے
ہر پل ہو میری آنکھ ندامت سے اشکبار
بس آرزو یہی مرے دامانِ تر کی ہے
تو برگ و بار دے، مجھے کٹنے سے پیشتر
میری مثال تو کسی بوڑھے شجر کی ہے
دیتا وہی ہے طاقتِ پرواز بالیقیں
ورنہ بھلا مجال کہاں بال و پر کی ہے
درپیش آخرت کا سفر ہے مرے کریم
تشویش دم بہ دم مجھے زادِ سفر کی ہے
مجھ کو طوافِ خانۂ کعبہ نصیب ہو
مدت سے آرزو ترے نادیدہ گھر کی ہے
خلاق دو جہاں تری تحمید کے طفیل
لفظوں میں تازگی مرے گلہائے تر کی ہے
حیرت سے آسمان پہ خورشید کو نہ دیکھ
تخلیق وہ بھی خالق شام و سحر کی ہے

خورشید بیگ میلسوی

حمد باری تعالیٰ

خزاں رسیدہ چمن کو بہار دے یا رب
ہماری ہستی کے گیسو سنوار دے یا رب

بساط زیست کے ان بے قرار لمحوں کو
بہ فیض رحمت عالم قرار دے یا رب

رواں ہے سوئے نبی ناقۂ خیال ابھی
اسے تو عشق نبی کی مہار دے یا رب

رسول پاک کے پیغامِ لازوال کے ساتھ
میں جس مقام سے گزروں وقار دے یا رب

جہانِ شرک و ضلالت کا سر قلم کردوں
مجھے بھی کلکِ ہدایت کی دھار دے یارب

صدا وہ دیتے ہیں میدان حشر میں اے حلیم
سلامتی سے اسے تو گزار دے یا رب

حلیم حاذق
مغربی بنگال، انڈیا

حمد باری تعالیٰ

صبر، انکسار، شکر، صداقت، کرم، سخا
کرتی ہیں یہ صفات ہی بندے کو حق نما
کرتا ہے رزق مسلم و منکر کو وہ عطا
کس درجہ ساری خلق پہ ہے مہرباں خدا
رہتے ہیں ذوالجلال کے جلووں میں گم سدا
آئینۂ صفاتِ الٰہی ہیں اولیا
سیراب ہیں لطائفِ خمسہ کی کھیتیاں
ہے نور بار عالمِ لاہوت کی گھٹا
دربارِ ذوالجلال میں ہوتی ہے باریاب
مظلوم کے لبوں سے نکلتی ہے جو دعا
کرتا ہے وہ قدیر ہی ذرّے کو آفتاب
صرصر کو لمحہ بھر میں بناتا ہے جو صبا
مداح اس کے سرو و سمن شاخ و برگ و بار
تسبیح گو ہیں اس کے سبھی ارض تا سما
مولا کی بارگاہ سے ہوتی نہیں ہے ردّ
بندہ کرے حضوری دل سے جو التجا
شہزاؔد اس کی حمد کا یارا بھلا کسے
''لا اُحْصِی''،جس کی حمد میں کہتے ہیں مصطفیٰ

علامہ محمد شہزاد مجددی

حمد باری تعالیٰ

طاری ہے مجھ پہ خوفِ اجل ربِ ذوالجلال
میرے تفکرات بدل ربِ ذوالجلال

تیرے ہی سلسلے ہیں مکاں تا بہ لامکاں
تیرے ہی فیصلے ہیں اٹل ربِ ذوالجلال

مل جائے اب تو گوہر مقصود یا ودود!
کھل جائے اب تو دل کا کنول ربِ ذوالجلال

کب ہوں گی منزلیں مری آنکھوں پہ آشکار
کب ہوں گی مشکلیں مری حل، ربِ ذوالجلال

مجبور بھی ہیں بے زر و کمزور، کیا کریں!
مغرور بھی ہیں اہلِ دول، ربِ ذوالجلال

دیکھ اب تو ہاتھ پاؤں بھی دینے لگے جواب
بازو بھی اب تو ہوگئے شل، ربِ ذوالجلال

فیضانؔ اس تضاد پہ افسوس مند ہے
یکساں ہو کاش فکر و عمل ربِ ذوالجلال

فیض رسول

حمد باری تعالیٰ

احساسِ طلب کی جو رسد ہے وہ احد ہے
کرتا جو تدبّر کی مدد ہے وہ احد ہے
یہ ارض و سما کون و مکاں ہیں سبھی فانی
جو ذات بقا ہے جو ابد ہے وہ احد ہے
آیات کے باطن سے عیاں اُس کی تجلّی
قرآنِ ھُدا جس کی سند ہے وہ احد ہے
خلّاقی و صنّاعی و رزاقی ہے کس کی
قرآنِ مبین جس کی سند ہے وہ احد ہے
یہ حق ہے، جو ہے سورہ اخلاص سے ظاہر
اُس کا کوئی والد نہ ولد ہے وہ احد ہے
وہ خالق کونین ہے وہ مالک و مختار
ہر چیز کا مالک جو صمد ہے وہ احد ہے
کوئی نہیں اللہ کی یکتائی میں شامل
یعنی وہ احد ہے وہ احد ہے وہ احد ہے
جو اُس کے مظاہر ہیں، ندیم اُن کو کہوں کیا؟
اُن کی کوئی گنتی نہ عدد ہے وہ احد ہے

ریاض ندیم نیازی
سبی

مناجات

یا رب مری نگاہ کو اتنی رسائی دے
ہر سو جمالِ سرورِ عالمؐ دکھائی دے

مولا مسرتوں کے جواہر نہ دے مجھے
لیکن حیاتِ دل کو غمِ مصطفائی دے

اعجاز لا الہ کا اتنا تو دیکھ لوں
دھڑکن میں دل کی ذکر محمدؐ سنائی دے

ہر دیدہ ور کو منزل عرفاں کی راہ میں
نقش قدم حضورؐ کا سورج دکھائی دے

گوشِ تصورات میں ہوں اُن کی آہٹیں
ہر سانس میں پیامِ پیمبرؐ سنائی دے

اے آفتابِ عشق سحر کی نگاہ کو
شہر جمالِ ذات سے بھی آشنائی دے

اکرم سحر فارانی

حمد باری تعالیٰ

کیا ہے؟ حیرت کا سلسلہ ہے کوئی
حد ادراک سے ورا ہے کوئی
عقل عشاق سے یہ پوچھتی ہے
اس کو پانے کا راستہ ہے کوئی؟
میں نے یہ سوچ کر صدا کی ہے
میری آواز سن رہا ہے کوئی
یہ بھی تیرا کرم ہے، اے معبود!
تیری چاہت میں مبتلا ہے کوئی
میرے جذبوں کو لفظ دیتا ہے
میری سوچوں کو جانتا ہے کوئی
حمد یوں ذہن پر اترتی ہے
جیسے سورج نکل رہا ہے کوئی
میرے رب کی تو خیر بات ہی کیا
کہکشاؤں کی انتہا ہے کوئی؟
میری آنکھوں کو اشک عطا کردے
میرے ہونٹوں پہ التجا ہے کوئی
زندگی اک دلیل ہے اخترؔ
میں اگر ہوں تو پھر خدا ہے کوئی

محمد مسعود اختر

حمد باری تعالیٰ

ترے نغمے سنے میں نے پہاڑی آبشاروں میں
جھلک تیری نظر آئی فلک کے چاند تاروں میں
کہیں بن کے نزاکت پھول سے تو آشکارا ہے
کبھی آیا نظر بن کے محافظ مجھ کو خاروں میں
عیاں شان جلالی تیری پُر ہیبت پہاڑوں سے
ہے سجدہ ریز میری انکساری سبزہ زاروں میں
جو کی ہے جستجو تیری تو پایا لا مکاں تجھ کو
مگر جب بھی تجھے پایا تو پایا غم کے ماروں میں
کیا آراستہ دنیا کو کُن کے اک اشارے سے
بھرا ہے تو نے مولا رنگ کیا کیا ان نظاروں میں
لیے تسبیح شبنم حمد سے تیری نہ ہو غافل
الٰہی یاسمیں کو رکھنا اپنے جاں نثاروں میں

نجمہ یاسمین یوسف

حمد باری تعالیٰ

الٰہی مشکلیں آسان کردے
منور دیدۂ ایقان کردے

عطا کردے مجھے سجدوں کی لذت
مجھے شرمندۂ احسان کردے

پلا کر جام حب مرسل حق
مجھے تو صاحب عرفان کردے

مرے فکر و عمل میں نور بھر دے
مرا دل واقف قرآن کردے

مسلمانوں کو دے توقیر و عزت
جہانِ کفر کو ویران کردے
یہودیت مٹا اس خاکداں سے
اور ان کی بستیاں شمشان کردے
ہنود بے حیا کو دے خجالت
انہیں اب بے سروسامان کردے
برائے رحمتِ دنیا و عقبیٰ
مسلماں پر کرم، دیان کردے
تیرا بندہ ہے احمدؔ میرے مولا
اسے حضرت ﷺ کا مدحت خوان کردے

احمد محمود الزماں

حمد باری تعالیٰ

قدم قدم پہ جہاں کو سنائی دیتا ہے
ترا وُفور ہمیں لب کشائی دیتا ہے

تری عطا سے سبھی راستے منور ہیں
ترا کمال ہی ہر سو دکھائی دیتا ہے

تو بے نیاز سمجھتا ہے ظرف انساں کے
کسی کو وصل، کسی کو جدائی دیتا ہے

نظر تری ہی، مقدر سنوار دیتی ہے
کرم ترا ہی غموں سے رہائی دیتا ہے

یہ حرف تیرے وسیلے سے زندگی پائیں
سخن میں تیرا وظیفہ خدائی دیتا ہے

نثار ترابی

حمد باری تعالیٰ

کرو ذکر تم صبح و شام اللہ اللہ
یونہی زندگی ہو تمام اللہ اللہ

بسالو اِسے دل کی دھڑکن میں ایسے
کہ سینے میں گونجے مدام اللہ اللہ

بنیں گے سبھی کام برکت سے اس کی
کرو بس یہی ایک کام اللہ اللہ

بہت ہوگیا ہے اندھیرا دلوں میں
کرو اب زمانے میں عام اللہ اللہ

ہر اک شے ہے فانی زمانے کی یارو
رہے گا یہی ایک نام اللہ اللہ

ہے تاثیر اس نام اقدس کی ساری
کہ عارفؔ بھی ہے خوش کلام اللہ اللہ

خواجہ محمد عارف
برمنگھم، برطانیہ

حمد باری تعالیٰ

ترے در پہ میری جھکی جبیں، تری شان جلَّ جلالہٗ
مرے دل میں مولا ہے تو مکیں، تری شان جلَّ جلالہٗ

تری روشنی سے چمک اٹھا ہے، یہ آسمان بھی خوب تر
تری قدرتوں سے سجی زمیں، تری شان جلَّ جلالہٗ

تری رحمتوں کی ردا رہے، مرے سر پہ سایہ فگن مدام
تری ذات پر ہے مرا یقیں تری شان جلَّ جلالہٗ

تری قدرتوں کے یہ رنگ ہیں، ترے حسن کے ہیں یہ شاہکار
جو ہیں آسماں پہ جڑے نگیں تری شان جلَّ جلالہٗ

تری یاد سے ہے سکونِ دل میں، نگاہ میں بھی قرار ہے
ترا ذکر مولا ہے دلنشیں تری شان جلَّ جلالہٗ

رہے تیرا انجم زار پر بھی، کرم وہ تیرا مرے کریم!
کہ یہ دل نہ پھر ہو کبھی حزیں، تری شان جلَّ جلالہٗ

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم
سرگودھا

حمدِ باری تعالیٰ

شمع انفس جلائے ، کن فیکون
شان قدرت دکھائے ، کن فیکون

اس کی ہر سو ہے جلوہ آرائی
بزم عالم سجائے ، کن فیکون

سننا چاہو تو کوئی دور نہیں
ہر نفس ہے صدائے ، کن فیکون

جانے کیا کیا ظہور ہونے کو
منتظر ہے برائے ، کن فیکون

وحدہ لا شریک ، لم یولد
شان تیری خدائے کن فیکون

بندگان خدا تو سنتے ہیں
لحہ لحہ صدائے ، کن فیکون

مضطرب ہے بہت پریشاں ہے
تیرا بندہ خدائے کن فیکون

دیکھ سرور کہ پتھروں میں بھی
سبز پتے اگائے ، کن فیکون

سرور حسین نقشبندی

نعت شریف

مجھ پر خدائے پاک کی رحمت تو دیکھیے
سرکارؐ کا غلام ہوں نسبت تو دیکھیے

اقصیٰ میں سب رسول تھے آقاؐ کے منتظر
محبوبِ ذوالجلال کی عظمت تو دیکھیے

دیوار و در پہ نور کی برسات ہوگئی
میلادِ شاہِ دیں کی یہ شوکت تو دیکھیے

باطل کے کاخ و کو پہ ہے لرزہ ابھی تلک
ختم الرسلؐ کا رعب، یہ ہیبت تو دیکھیے

خلد بریں سے بڑھ کے یہ کوئے رسولؐ ہے
دربارِ مصطفیٰؐ کی یہ عظمت تو دیکھیے

محبوب رب کے حلقہ بگوشوں میں ہے ضیاؔء
اس بے نوا کی جاگتی قسمت تو دیکھیے

ضیاء محی الدین گیلانی
ہڑپہ

اِذنِ حضور

لے کر درِ رسولؐ سے آئی ہے میرے نام چپکے سے دل کو بادِ صبا نے دیا پیام
خوشبو سے بھرگئی مرے دیوار و بام کو آسودۂ سرور ہوا قلبِ تشنہ کام
مدت سے اُس طرف تھیں نگاہیں لگی ہوئیں عمرِ عزیز کاٹ دی آنکھوں میں بے منام
مشکوٰۃ دل میں اُن کی محبت کی مشعلیں راتوں کو اُنؐ کی یاد سے ہوتا تھا ہم کلام
آنکھوں میں نورِ حسن دو عالم کی جلوگی لوحِ خیال پر رخِ زیبا کا ارتسام
وہ موجۂ حیات، میرے دل کی دھڑکنیں ہے جن کی صوتِ پا مری سانسوں میں خوش خرام
دل کی لگی کو جانتا ہے کون جز حبیبؐ ہے خود رسولِ پاکؐ کی جانب سے اہتمام
پیدا ہوئی ہے صورتِ دیدارِ مصطفیٰؐ ہر ہر نفس کے ساتھ ہے اُنؐ پر مرا سلام
وہؐ خود بلائیں بابِ کرم پر زہے نصیب! کیونکر نہ ہو درست میری زیست کا نظام
ہر نقش پا ہے آپ کا صد رشکِ آفتاب ہر نقشِ پا کو آپ کے کرتا ہوں اِستلام
مہمیز اور ہیں مجھے پاؤں کے آبلے چلتا ہوں راہِ عشق میں اب اور تیز گام
شاید وفا نہ کرسکے یہ عمرِ بے ثبات اے دل تو رخشِ شوق کی اب چھوڑ دے لگام
جولانیٔ خرام سلامت رہے تری منزل ہے دور زیست کی ہونے لگی ہے شام

جلدی اُٹھا قدم کہ نہیں ایک پل قرار
مسلمؔ رہِ وفا میں گوارا نہیں قیام

ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم

نعت

لب پہ مرے نگار شریعت ﷺ کا ذکر ہے
حسن نبی ﷺ کا شانِ رسالت کا ذکر ہے

کوہ صفا پہ تفلحوا کی گونجتی صدا
اس آخری رسول ﷺ کی دعوت کا ذکر ہے

ذوقِ نیاز و شوقِ دید، قلبِ مضطرب
غار حرا میں حسنِ ریاضت کا ذکر ہے

جس کی نگاہِ فیض سے خوش باش ہیں غلام
شاہِ جہاں ﷺ کے اس گل رحمت کا ذکر ہے

انساں کو جس نے فکر و شعور عمل دیا
اس صاحب جمال ﷺ کی حکمت کا ذکر ہے

جامِ مئے طہور سے مخمور ہیں بشر
اس عہد پُر بہار کی عظمت کا ذکر ہے

جس سے نظام دہر کو ہے دل کشی ملی
گوہر اسی کریم ﷺ کی سیرت کا ذکر ہے

گوہر ملسیانی

نعت

یہ بھی جہاں اُنہیؐ کا، وہ بھی جہاں اُنہیؐ کا
محشر کی دھوپ میں ہے ہر سائباں اُنہیؐ کا

ربّ کریم اُنؐ کا ارض و سما کا مالک
ربِ جہاں ازل سے ہے مہرباں اُنہیؐ کا

میری زبان پر بھی شبنم درود کی ہے
میرا قلم انہیؐ کا، نطق و بیاں اُنہیؐ کا

آنکھوں میں رکھ لیا ہے روضے کی جالیوں کو
لب پر سجالیا ہے حرفِ اذاں انہیؐ کا

چشمے رواں دواں ہیں مدحت کی وادیوں میں
دریائے عشق میں ہے آبِ رواں اُنہیؐ کا

اُنؐ کے محیط میں ہے کون و مکاں کی وسعت
ہر ہر صدی اُنہیؐ کی، ہر ہر زماں اُنہیؐ کا

محبوبؐ کبریا ہیں، محبوبِ کل جہاں میں
بعد از خدا ہے باقی نام و نشاں اُنہیؐ کا

اُنؐ کے کرم کی بارش رکتی نہیں کبھی بھی
رحمت کا ہر سمندر ہے بے کراں اُنہیؐ کا

خیمہ مرے نبیؐ کا ہے امن کا نشیمن
ابرِ کرم کی چھاں میں ہے کارواں اُنہیؐ کا

مکے کی سرزمیں کا اعزاز محترم ہے
بطحا کی وادیاں ہیں دارالاماں انہیؐ کا

قرآں کتابِ ربی نازل ہوا ہے اُنؐ پر
فرمانِ حرف آخر ہے جاوداں اُنہیؐ کا

وہ آخری نبیؐ ہیں بزمِ جہاں میں تیرے
یا رب! ریاض بھی ہے یہ ناتواں اُنہیؐ کا

ریاض حسین چودھری

نعت

ہوئے ہم جو نزدیک در دھیرے دھیرے
کھلا بابِ رحمت اثر دھیرے دھیرے

خدا کی قسم! جالیوں کے عقب سے
نظر آئے خیر البشرؐ دھیرے دھیرے

خدا جانتا ہے مرے درد و غم کی
انہیں ہورہی ہے خبر دھیرے دھیرے

اسے احترام رسالت سمجھیے
نظر سے ملی ہے نظر دھیرے دھیرے

مدینہ کی جانب سفر کر رہا تھا
سمٹنے لگی رہگذر دھیرے دھیرے

کئی سال تک میں نے مشق ثنا کی
یہ فن مجھ کو آیا مگر دھیرے دھیرے

ابھی تک میں اس فن میں کامل نہیں ہوں
کھلیں گے رموزِ ہنر دھیرے دھیرے

حریم رسالت مرا مدعا ہے

اِدھر سے چلا ہوں اُدھر دھیرے دھیرے

دو پل کی کمائی نہیں نقش سجدہ
جبینیں ہوئیں معتبر دھیرے دھیرے

حرم کی زمیں کا تقاضا یہی ہے
حرم کو چلیں ہم سفر دھیرے دھیرے

یہ در درگہِ شاہِؐ خوباں کا در ہے
یہاں عشق رکھتا ہے سر دھیرے دھیرے

منیر اس کرم کا تو سوچا نہیں تھا
وہؐ پھر ہوں گے نزدیک تر دھیرے دھیرے

منیر قصوری

نعت

یہی ہے بخت کا بیدار ہونا
نبیؐ کا خواب میں دیدار ہونا

ہے بڑھ کر دو جہاں کی خسروی سے
غلامِ احمدؐ مختار ہونا

کوئی پوچھے ذرا حضرت عمرؓ سے
نگاہوں کا جگر کے پار ہونا

ارادہ ہو جو مدحت گستری کا
ضروری ہے نبیؐ سے پیار ہونا

ہے ضامن ہے دو جہاں میں عافیت کا
نبیؐ کا قافلہ سالار ہونا

یہی حاصل ہے ساری نعمتوں کا
مدینے کے لیے تیار ہونا

مسرت بخشتا ہے غمزدوں کو
رسول پاکؐ کا غمخوار ہونا

یدِ حضرتؐ میں دیکھا ٹہنیوں کا
کبھی مشعل، کبھی تلوار ہونا

نگاہِ مصطفیٰؐ سے منسلک ہے
دلوں کا مرکز انوار ہونا

توجہ ہوگئی آقاؐ کی نازشؔ
مرے کام آ گیا بیمار ہونا

محمد حنیف نازش

نعت

وجہ تخلیق دو عالم ہیں محمدؐ مصطفیٰ
نازشِ حوا و آدم ہیں محمدؐ مصطفیٰ

محترم ہیں یوں تو سارے مرسلینؑ و انبیاءؑ
سب سے رتبے میں مقدم ہیں محمدؐ مصطفیٰ

آپؐ کا اسم گرامی دافع رنج و بلا
چارہ گر، لطف مجسم ہیں محمدؐ مصطفیٰ

رات دن ہم پر برستی ہیں خدا کی رحمتیں
مہرباں اُمت پہ پیہم ہیں محمدؐ مصطفیٰ

گردشِ دوراں کا کیا ڈر ہو معین الحق مجھے
میرے ہادی، میرے ہمدم، ہیں محمدؐ مصطفیٰ

سیّد معین الحق گیلانی
گولڑہ شریف

نعت

راز و نیازِ کن فیکوں کا پتا ملا
جس کو حضور مل گئے اُس کو خدا ملا

جو جانتا ہے آپ کے لطف و کرم، حضورؐ
اس خوش گماں کو آپؐ سے کیا کیا صلا ملا

ارشاد مصطفیٰ کی یہ تعمیل دیکھئے
رب کے حضور بندۂ مومن جھکا ملا

نقشِ قدم حضور کا ہے جس کے سامنے
جنت نشان اُس کو ہر اک راستا ملا

اُمی لقب رسولؐ کا جو مقتدی ہوا
سب کچھ اُسے کمال کا، بے انتہا ملا

جو حرمت رسول کی عظمت کو پاگیا
اُس کو سراغِ چشمہ آبِ بقا ملا

سنت ہے یا بیاض طریقت، حضور کی
اہل نظر کو ایک صحیفہ کھلا ملا

عکس ریاض ہے مرا ہر کارِ خیر میں
صد شکر مجھ کو آئینہ حق نما ملا

سیّد ریاض حسین زیدی

نعت

گنہگارو! سنبھل جاؤ مدینہ آنے والا ہے
طلب کے ہاتھ پھیلاؤ مدینہ آنے والا ہے

ہے شہر مصطفیٰ میں ہر طرف انوار کی بارش
بڑھو سرشار ہوجاؤ مدینہ آنے والا ہے

اتر آئیں ہزاروں کہکشائیں ارضِ طیبہ پر
نگاہِ معتبر لاؤ مدینہ آنے والا ہے

حیاتِ جاوداں کی گر تمنا لے کے آئے ہو
غبارِ راہ بن جاؤ مدینہ آنے والا ہے

یہاں کا ذرّہ ذرّہ غیرت صد ماہ و اختر ہے
انھیں سے روشنی پاؤ مدینہ آنے والا ہے

معطر کوچہ کوچہ بوئے خلد جاوداں سے ہے
مشامِ روح مہکاؤ مدینہ آنے والا ہے

یہ شہر مغفرت ہے سیّد عالم کی رحمت سے
سند بخشش کی لے جاؤ مدینہ آنے والا ہے

تنا ہے بخششوں کا شامیانہ اہل عصیاں پر
اسی کے سائے میں آؤ مدینہ آنے والا ہے

علامہ قمرالزماں قمر اعظمی

برطانیہ

نعت

دل نشیں جرأتِ اظہار کہاں سے لاؤں
نعت لکھنے کا وہ معیار کہاں سے لاؤں

شاخِ طوبیٰ بھی نہیں شہپرِ قدسی بھی نہیں
اے قلم ندرتِ افکار کہاں سے لاؤں

نور و نکہت سے تراشے ہوئے پیکر کی طرح
ایسے الفاظ کا اقرار کہاں سے لاؤں

ہوگئیں محو دعا سانس کی ساری کرنیں
دیدۂ نرگس بیمار کہاں سے لاؤں

میری جانب تو اندھیروں کا فقط ڈیرا ہے
لمحہ مرکزِ انوار کہاں سے لاؤں

حلیم حاذق
مغربی بنگال، انڈیا

نعت شریف

دلبر و دلدار و غمخوار و سخی میرے حضورؐ
قاسم و فتاح و مختار و غنی میرے حضورؐ

خالق کون و مکاں کی سرخوشی میرے حضورؐ
گلشن ہر دوسرا کی تازگی میرے حضورؐ

پیشوائے آدم و نوح و ابراہیم و کلیم
انبیاء و مرسلیں میں سیّدی میرے حضورؐ

سوچئے تو آئنہ ہیں کبریا کی ذات کا
دیکھئے تو دیکھنے میں آدمی میرے حضورؐ

آپؐ رحمت کی گھٹا ہیں اور میں ہوں تشنہ لب
دور ہوجائے مری تشنہ لبی میرے حضور

آپؐ سے نسبت کا ہے اعجاز، قیصر کچھ نہیں
اس کے جذبوں میں جو ہے اک دلکشی میرے حضور

آپ کے حصے میں آئی رہنمائی کی سند
راہِ حق میں رہبروں کی رہبری میرے حضور

بدنظر بدکیس اور گمراہ تھا
آپ کے آنے سے پہلے آدمی میرے حضور

عبدالحمید قیصر

نعت

جب خیال شہِ عربؐ آئے
سوچنے بولنے کا ڈھب آئے

روشنی زیست رنگ خوشبو کا
اعتبار آیا آپؐ جب آئے

سامنے اُن کو خواب میں دیکھوں
کاش ایسی بھی کوئی شب آئے

حق کے محبوب رحمتِ عالم
لے کے کیا کیا حسیں لقب آئے

دل بھی، آنکھیں بھی ہیں مدینے میں
لوٹ کر ہم وہاں سے کب آئے

اُنؐ کو سوچوں تو نعت بن جائے
اُنؐ کو دیکھوں تو یادِ رب آئے

جاوِد اُنؐ کے حضور یاد رہے
سانس جو آئے باادب آئے

غضنفر جاوید چشتی
گجرات

نعتؐ

منتقل ہورہا ہے بفضل خدا، آخرت کا خزینہ سخن در سخن
مصطفیؐ کے وسیلے سے عالم میں ہے، عام سینہ بہ سینہ سخن در سخن

زندگی بندگی، بندگی زندگی، آئنہ ظاہری، آئنہ باطنی
از زمیں تا فلک ہے جبھی آپؐ کی، زندگی کا قرینہ سخن در سخن

اپنی قسمت پہ ہم کو بڑا ناز ہے، آپؐ کے امتی ہیں یہ اعزاز ہے
سنت مصطفیٰ کی سعادت ملی، ہم کو زینہ بہ زینہ سخن در سخن

مرحبا، سیّدی، خاتم الانبیاء آپؐ کی ذات ہے، ذاتِ رب آشنا
ہم کو فرمانِ رب آپ ہی سے ملا، تاجدارِ مدینہ سخن در سخن

ڈوبتا ڈگمگاتا یہ کیونکر بھلا، مصطفیٰ جس سفینہ کے ہیں ناخدا
مدح گو دم بہ دم، مصطفیٰ کے ہیں ہم، سارے اہل سفینہ سخن در سخن

میرے آقاؐ ہیں آرام فرما جہاں، موجزن خلد کی رونقیں ہیں وہاں
آپؐ کی ذاتِ نوری کے باعث ہی ہے، ارضِ جنت مدینہ سخن در سخن

عثمان قیصر

نعت

لمحہ لمحہ ہے تصور ہم کنارِ مصطفیٰؐ
لحظہ لحظہ ہے مقدر نو بہارِ مصطفیٰؐ

آنکھ والے جانتے ہیں مانتے ہیں دیکھ کر
چاند تارے اور سورج ہیں نثارِ مصطفیٰؐ

ہر کسی پر فیض فرما ہر کسی پر مہرباں
ہر کسی کے کام آنا حسن کارِ مصطفیٰؐ

آسماں نے بھی زمیں کی گود میں دیکھا کہ ہے
ہر صحابی جان و دل سے جاں نثارِ مصطفیٰؐ

عمر بھر چلتے رہے چلتے رہے چلتے رہے
آپؐ کے نقش قدم پر چار یارِ مصطفیٰؐ

آپؐ کے رستے کے ذرّے بھی ہوئے مدحت سرا
ایک مدت سے ہمیں تھا انتظارِ مصطفیٰؐ

بے قراری میں سکوں ہے بے سکونی میں قرار
دل ہے لذت یاب ہوکر بے قرارِ مصطفیٰؐ

بس وہی مسلم وہی مومن وہی ہے اُمتی
جس کسی کو بھی ہوا ہے اعتبارِ مصطفیٰؐ

وہ سراپا رنگ حق ہے وہ سراپا نورِ حق
خوش نصیبی سے ہوا جو دل فگارِ مصطفیٰؐ

اتباعِ مصطفیٰؐ میں اتباعِ رب تو ہے
دیکھتا ہوں ہر جہاں پر اختیارِ مصطفیٰؐ

زندگی کی رزم میں رزمی مجھے درکار ہے
یک نگاہِ کامران و کام گارِ مصطفیٰؐ

بشیر رزمی

نعت

سحابِ نور جو چھایا تو میں نے نعت کہی
پیامِ لطف جو پایا تو میں نے نعت کہی
رضا و صبر کی راہوں کی خاک بنتے ہوئے
مقامِ شکر جو آیا تو میں نے نعت کہی
شہنشہِ دو جہاں نے جو ازرہِ شفقت
گدا کا مان بڑھایا تو میں نعت کہی
نگاہِ رحمت سرکار نے جو عاجز کا
نصیب خفتہ جگایا تو میں نے نعت کہی
نسیم صبح کا جھونکا جو لمس روضۂ پاک
سمو کے روح میں لایا تو میں نے نعت کہی
مری بساط کہاں! شاہ دیں کی نعت کہاں
ثنا کا اِذن جو پایا تو میں نعت کہی
مرا تمام تشخص ہے نعت کا صدقہ
خیال جوں ہی یہ آیا تو میں نے نعت کہی
مرے لیے تو ہیں فیضان غم بھی موجب کیف
''غموں نے جب بھی ستایا تو میں نے نعت کہی''

فیض رسول فیضان

نعت شریف

اے نبیوں کے سیّد و سرور اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر
رب کے پیارے خلق کے رہبر اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر

تیری رحمت ہر عالم میں، تیری برکت ہر عالم میں
تیری ہستی جود سراسر اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر

تیرا ذکر بلند و بالا تو نبیوں میں اولیٰ و اعلیٰ
خاکی و نوری تیرے ثنا گر اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر

تیرا چرچا ارض و سما میں تیرا شہرہ ہر دوسرا میں
دو جگ تیرے نوکر چاکر اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر

تجھ سے منور دونوں جہاں ہیں جگمگ جگمگ کون و مکاں ہیں
نور کا سہرا تیرے سر پر اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر

گیت ان کی عظمت کے گاؤ اے دل والو دل سے مناؤ
جشنِ آمد صاحبِ کوثر اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر

تیرا خالق تیرا ثنا گر کون ہے آقا تجھ سے بڑھ کر
کہنا پڑا شہزاد کو آخر اِنَّـــآ اَعْـطَیْـنٰکَ الْکَوْثَر

علامہ محمد شہزاد مجددی

نعت شریف

کہکشاں دھول گرد سفر روشنی
میرے رہبرؐ کی ہر رہ گزر روشنی

روبرو ہو جو عشق نبیؐ کریم
دیں گے کیا مہر و مہ، سیم و زر روشنی

جزو کل کے لیے اتنا بے تاب ہے
لے چلے گی چلیں گے جدھر روشنی

مشعل راہ صرف آپؐ کی ذات ہے
آپؐ کا رخ جدھر ہے ادھر روشنی

ساری دنیا میں ہے روشنی آپ سے
آپؐ نور خدا سر بسر روشنی

نور یزداں سے شیرازہ بندی ہوئی
آپ سے بن گئی ہر نظر روشنی

ظلمت شب میں گم ہو کے رہ جاتے ہم
بخشتے وہؐ نہ ہم کو اگر روشنی

لوح محفوظ پر ہے ازل سے لکھی
تا ابد نعت خیر البشرؐ روشنی

ذکر احمدؐ میں ہے منہمک یاسمیں
جس طرح سے صدف میں گہر روشنی

<u>نجمہ یاسمین یوسف</u>

نعت شریف

مثال شمع فروزاں ہے، مصطفیٰ کی حدیث
جمالِ نور خدا، شاہ دوسراؐ کی حدیث

وحی خدا کی ہے اُمّ الکتاب کی صورت
خدا کی بات بنے، سیّد الوراؐ کی حدیث

حدیث سید عالمؐ قرآن کی تفسیر
شعورِ ذات ہے، ہر شاہِ انبیاء کی حدیث

نظر نواز جمالِ رخِ محمدؐ ہے
سرورِ روحِ دل و جاں ہے مجتبیٰ کی حدیث

یہ آرزوئے دلِ بے قرار ہے زینبؔ
سکون و راحتِ دل، جانِ تمنا کی حدیث

سیّدہ پروین زینب

نعت شریف

پہنچ ہی جاتے ہیں بے بال و پَر مدینے میں
ہے سب جہانوں کے آقا کا گھر مدینے میں

مرے سجودِ محبت بھی پیش کر دینا
صبا ہو جیسے ہی تیرا گذر مدینے میں

طلوع ہونے سے پہلے ہی حسبِ معمولات
سلامی دیتے ہیں شمس و قمر مدینے میں

ہر ایک ذرّہ نبی کے قصیدے پڑھتا ہے
درود پڑھتے ہیں اب بھی شجر مدینے میں

پڑھے وہ صلوا علیہ وسلموا تسلیم
جسے بھی چاہیے جنت اگر مدینے میں

سفر مدینے کا خاکی اگر نصیب ہوا
تمام ہوگا یہ میرا سفر مدینے میں

عزیز الدین خاکی

نعت شریف

بہار ہو کہ خزاں ہو، چلو مدینے چلیں
درود وردِ زباں ہو، چلو مدینے چلیں

نگاہ گنبدِ خضریٰ سے یوں لپٹ جائے
کہ دل میں سبز نشاں ہو، چلو مدینے چلیں

جھکا رہے درِ حضرت پہ میرا سر شب و روز
زباں سے کچھ نہ بیاں ہو، چلو مدینے چلیں

سزا کا خوف نہ لالچ کوئی جزا کا رہے
نہ فکر سود و زیاں ہو، چلو مدینے چلیں

بس ایک دھن ہو کہ دیدار ان کا ہوجائے
بس ایک راز نہاں ہو، چلو مدینے چلیں

سجی ہوں پلکوں پہ تاروں کی جھالریں جمشید
درود وردِ زباں ہو، چلو مدینے چلیں

جمشید چشتی

نعت شریف

زباں پر ہو ذکر و ثنائے محمدؐ
نظر میں رہے نقشِ پائے محمدؐ
بنے ہیں، ابھی بن رہے ہیں، بنیں گے
کئی اور عالم برائے محمدؐ
خدا بھی، ملک بھی، زمیں بھی، فلک بھی
شب و روز نغمہ سرائے محمدؐ
زمانے کا سلطان سمجھو اسے تم
جہاں میں ہے جو بھی گدائے محمدؐ
پلٹتا نہیں ہے گیا وقت لیکن
ابھی تک ہے ممکن لقائے محمدؐ
نہیں اس کی معراج تو اور کیا ہے؟
جسے اپنے در پر بلائے محمدؐ
ہے میرے لیے جلوۂ طورِ سینا
جو سرمہ بنے خاکِ پائے محمدؐ
کہی نعت اس آرزو پر کہ شاید
عطا خواب میں ہو ردائے محمدؐ
میں تنہا نہیں ہوں، مرے ساتھ عارفؔ
دو عالم ہے نغمہ سرائے محمدؐ

خواجہ محمد عارف
برمنگھم، برطانیہ

نعت شریف

بچھا ہوا ہے صدیوں سے اک دستر خوان مدینے میں
آتے جاتے رہتے ہیں ہر دم مہمان مدینے میں
موسم گل کا سب سے پہلا پھول یہیں پر کھلتا ہے
خوشبو اور صبا کے ہوتے ہیں پیمان مدینے میں
کوئی بتائے شہر نبیؐ میں پاؤں رکھوں تو کہاں رکھوں
ہر سو نقش ہیں آقاؐ کے قدموں کے نشان مدینے میں
ایک وہ ہم، جن کی تقدیر میں گنتی کی صبحیں، شامیں
ایک وہ ایسے خوش قسمت ہیں جن کے مکان مدینے میں
وہی چبوترہ جو اصحابِ صفہ کی تھی جائے پناہ
آج بھی آلِ صفہ کی ہے جائے امان مدینے میں
صورت و نام نسب سے ہٹ کر درِ رسولؐ سے ملتی ہے
ہر آنے والے کو ایک نئی پہچان مدینے میں
جانِ انیس! مرے حصے میں ایسے بھی کچھ دن آئے
مکہ میں معراج کی شب، باقی شعبان مدینے میں

محمد انیس انصاری

نعت شریف

نعت کہنا مری قسمت کرنا
ختم ہے اُن پہ سخاوت کرنا

اور بینائی کا مصرف کیا ہے
سبز گنبد کی زیارت کرنا

اُن کے قبضے میں خزاے رب کے
اُن کی عادت ہے سخاوت کرنا

دور طیبہ سے تڑپنا دل کا
ہجر لمحوں میں عبادت کرنا

صرف محبوبِ خدا کا منصب
نوعِ انساں کی قیادت کرنا

سوئے طیبہ ہوں اڑانیں جن کی
اُن پرندوں سے محبت کرنا

اک نمونہ ہے، تری سیرت کا
سنگباروں سے مروّت کرنا

کملی والے کی عطا ہے اخترؔ
اس نئے رنگ میں مدحت کرنا

محمد مسعود اختر

نعت شریف

پوچھتے ہو کیا ہم سے مدحِ شہؐ میں کیا پایا
دولتِ سکوں پائی، عشقِ مصطفیٰ پایا

رہگزارِ طیبہ کے پتھروں کو چوما ہے
پاؤں کے جو تلووں میں کوئی آبلہ پایا

بے بسی سے آنکھوں میں اشک جب بھی آئے ہیں
ہم نے اُنؐ کی رحمت کو حد سے بھی سوا پایا

جس کے دل میں اے آقاؐ آپؐ کی محبت ہے
اُس سے کوئی یہ پوچھے کیسا ذائقہ پایا

بارگاہِ آقاؐ میں جب بھی التجا کی ہے
ہوگئی طلب پوری اپنا مُدّعا پایا

اشک آ گئے میری سوگوار آنکھوں میں
جب کبھی تجھے دل میں یادِ کربلا پایا

جب ندیمؔ نے لکھی نعتِ مصطفیٰؐ کوئی
ذہن کے دریچوں کو خلد میں کھلا پایا

ریاض ندیم نیازی

نعت شریف

جاں مہک اٹھی ہے گھنگور گھٹا چھائی ہے
دل یہ کہتا ہے مدینے سے ہوا آئی ہے

خوشا اے دل کہ قدم بوسِ نبی ﷺ ہوگا تو
نامہ بر بن کے پیام ان کا صبا لائی ہے

میری آنکھوں میں اتر آئے ہیں صد رنگ گلاب
جب سے تصویر کوئی سامنے لہرائی ہے

میں تو ڈرتا تھا کہ میں اور مدینے جاؤں
ان کی رحمت ہی مجھے کھینچ کے لے آئی ہے

زندگی بھر کے جو آلام تھے وہ ختم ہوئے
مجھ کو آغوشِ مدینہ میں جو نیند آئی ہے

میرے آقا مجھے رسوا نہیں ہونے دیجیے
ایک دنیا ہے کہ جو آج تماشائی ہے

میرے ہونٹوں پہ جو آیا ہے کبھی نام نبی ﷺ
میرے کانوں میں صدا صلے علی آئی ہے

ورنہ میں اور یہ ہمت کہ کہوں نعت نبی ﷺ
یہ تو آقا کا کرم ہے کہ پذیرائی ہے

ڈاکٹر خالد الیاس

نعت شریف

افق پہ جاں کے کوئی ماہتاب اترا ہے — کہ اُنؐ کی مدح و ثنا کا نصاب اترا ہے
یہ کون گزرا ہے ثور و حرا کے رستے سے — کہ ذرّے ذرّے میں اک آفتاب اترا ہے
یہ کس کے جلوے ہیں بکھرے نگار خانے میں — یہ رنگ و نور کا کیسا سحاب اترا ہے
نفس نفس ہے سراپا نیاز دیکھو تو — قبا میں کون فضیلت مآب اترا ہے
یہ کس کے آنے سے دل کی منڈیر روشن ہے — یہ کون تجھ میں اے چشم پر آب اترا ہے

ملے اے کاش تجھے اس کی اے قمر تعبیر
حریم حرف میں جو ایک خواب اترا ہے

محمد یٰسین قمر

نعت شریف

جب سجتی ہے بندے کی دعا صل علیٰ سے
بڑھ جاتی ہے مولا کی عطا صل علیٰ سے
بے کیف صداؤں سے ہے مانوس زمانہ
ہوجائے یہ معمور فضا صل علیٰ سے
جب دھوپ کڑی ہو ترے سر پہ تو پڑھا کر
چھا جاتی ہے گھنگھور گھٹا صل علیٰ سے
جیون مرا مسموم فضاؤں میں گھرا ہے
ملتی ہے مجھے ٹھنڈی ہوا صل علیٰ سے
زخموں کا گلستاں کھلا دل میں ہے تو کیا غم
ہر زخم کو ملتی ہے دوا صل علیٰ سے
مرشد نے بتایا ہے یہ پُر نور وظیفہ
آجاتی ہے چہرے پہ ضیا صل علیٰ سے
دنیا کے اندھیرے مجھے گھیریں بھی تو کیسے
افکار کا روشن ہے دیا صل علیٰ سے
دنیا کے خزانوں سے سروکار نہیں ہے
دھڑکن کو یہ کرتے ہیں جدا صل علیٰ سے
حسان کی بخشش کا یہ سامان ہیں نعتیں
ہو دنیا و عقبیٰ میں بھلا صل علیٰ سے

ابراہیم حسان
حاصل پور

نعت شریف

مجھ کو بھی ملے اذنِ سفر سید سادات
ہو پیش نظر آپ کا در سید سادات

مرجان نہ یاقوت، نہ الماس و جواہر
درکار ہے بس ایک نظر سید سادات

روشن اسے کردیجیے جلوؤں سے بسا کر
ویران ہے سنسان ہے گھر سید سادات

یہ حاضر و ناظر کے عقیدے نے سکھایا
رکھتے ہیں غلاموں کی خبر سید سادات

للہ مجھے اپنے ہی قدموں میں سلالیں
اے میر امم خیر بشر سید سادات

آصف بھی ہے ادنیٰ سا تمنائی دیدار
طالب ہیں اگر شمس و قمر سید سادات

محمد آصف قادری
واہ کینٹ

نعت شریف

قلم کو مرے یہ اجازت ملی ہے
ثنائے نبیؐ کی سعادت ملی ہے

لکھیں میں نے نعتیں رسولِ خدا کی
معطر معطر عبارت ملی ہے

ملی آگہی کی مہکتی فضائیں
مجھے اس جہاں میں ہی جنت ملی ہے

ذریعہ خدا کی اطاعت کا ہے یہ
نبی کی جو مجھ کو اطاعت ملی ہے

کرم کی نظر کی ہے آقا نے مجھ پر
محبت، عقیدت، بصیرت ملی ہے

ملی چشم نم اور حسن عمل بھی
مری فکر کو بھی طہارت ملی ہے

خدا نازؔ بھی ہے تبسم پہ اُن کے
زیارت کی مجھ کو سعادت ملی ہے

سمیعہ ناز اقبال
لیڈز۔ یو کے

نعت شریف

اس لیے روشن ہوئے شام و سحر کے راستے
دل میں اُن کا نام اترا ہے نظر کے راستے

آپ کے نقش قدم جس سرزمین پر پڑگئے
صورتِ گلزار کھل اُٹھے اُدھر کے راستے

آب و گل کی وادیوں یں خیر کے پودے اُگے
آپ آئے تو ہوئے تخلیق شہر کے راستے

آپ کے آمد کے دو عالم میں جب ڈنکے بجے
سج گئے پھولوں کی ڈالی سے خبر کے راستے

اس طرح یادِ محمد ﷺ میں مرا دل کھوگیا
سعدیہ جاگے ہوں جیسے نیند بھر کے راستے

سعدیہ سیٹھی

نعت شریف

جانِ سخا ہیں ساقیٔ کوثر ﷺ
بھر بھر کر دیتے ہیں ساغر ﷺ

تاجِ شفاعت سر پہ سجا کر ﷺ
جلوہ گر ہیں شافعِ محشر ﷺ

آپؐ کی دھوئیں دونوں جہاں میں، آپؐ کی شاہی کون و مکاں میں
آقاؐ! آپ ہیں شانِ داور ﷺ

لیل کی تفسیر آپؐ کے گیسو، گردِ سفر کے ذرّے جگنو
شمس و قمر بھی دریوزہ گر ﷺ

خرما ہو یا سوکھی ٹہنی، تیرہ دِل یا کنکر کوئی
روشن کردیتے ہیں چھو کر ﷺ

اُجلا اُجلا گنبد اَخضر، نکھرا نکھرا اطہر اطہر
نور کا قبّہ نور کی چادر ﷺ

خوشبو آپؐ کی قریہ قریہ، نور ہے آپؐ کا ہرجا پھیلا
عالم سارا آپ کا نوکر ﷺ

قاسم اپنے وہ ہیں والی، دوش پہ جن کے کملی کالی
آقا و مولا، ہادی و رہبر ﷺ

(محمد قاسم کیلانی)

نعت شریف

محفل میں ہو رہی تھی بہار چمن کی بات
بے ساختہ ہی چل پڑی شاہ زمن کی بات

ششدر ہیں ان کے سامنے روح الامین بھی
پھر یہ غلام کیا کرے ان کے چلن کی بات

دربار احمدی میں فقط سر جھکائیو
تیرے کہے بغیر وہ سن لیں گے من کی بات

ذہنوں میں آپ منظر خیبر تو لایئے
خود ہی لبوں پہ آئے گی خیبر شکن کی بات

احسان ان کے سامنے لازم ہے احتیاط
اچھی نہیں جنون کی دیوانہ پن کی بات

احسان حیدر

نعت شریف

جب مدینے کی کوئی راہ گزر دیکھتا ہوں
آپ کے نور کا پرتو ہے جدھر دیکھتا ہوں
مجھ گناہگار پہ یہ لطف و عنائت یہ کرم
خواب سا لگتا ہے میں آپؐ کا در دیکھتا ہوں
نظر آتے ہیں اسی رنگ کے جلوے ہر سو
دیکھ کر گنبد خضراء میں جدھر دیکھتا ہوں
دھیان اس نور اشارے کی طرف جاتا ہے
سر افلاک جو میں شمس و قمر دیکھتا ہوں
آ کہ کچھ دیر طواف در والا کر لیں
راہ کب سے تری اے دیدہء تر دیکھتا ہوں
ذکر سرکار سے معمور ہو جس دن آنگن
در و دیوار پہ رحمت کا اثر دیکھتا ہوں
نسبت شاہؐ کا اعجاز عجب دیکھا ہے
خود کو ہر حال میں بے خوف و خطر دیکھتا ہوں
حاضری کی کوئی صورت، کسی صورت نکلے
نامہ بر راہ تری شام و سحر دیکھتا ہوں
رشک آتا ہے مجھے ان کی عطا پہ سرور
کاسہء فن میں جو مدحت کے گہر دیکھتا ہوں

سرور حسین نقشبندی

گوشۂ نعت نگار

(سید نصیر الدین نصیر گیلانی)

فکر و فن

سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی

اسلام میں شاعری کی حیثیت
اور متعلقاتِ شعر پر ایک تحقیقی نظر

شاعری کے متعلق بعض لوگ عجیب قسم کی رائے رکھتے ہیں، جو خود اچھا شعر کہہ لیتے ہیں، اُن کے نزدیک یہ قدرت کا ایک عظیم انعام ہے، مگر جو نہیں کہہ سکتے، وہ اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں بناتے اور تمسخر اُڑاتے ہیں۔ آیئے آج ہم دیکھیں کہ کلام مطلق بہ صورتِ نثر کیا چیز ہے اور کلامِ منظوم یعنی شعر و شاعری کی کیا حیثیت ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے مباحث پر گفتگو ہوگی، اُمید ہے کہ مضمون کی طوالت قارئین میں اکتاہٹ پیدا نہیں کرے گی۔ کیونکہ یہ موضوع نازک بھی ہے اور قدرے تفصیل طلب بھی۔ ہم کوشش کریں گے کہ کلام کے مختلف زاویوں کو سامنے رکھ کر بات کو آگے بڑھائیں، تاکہ شعر و شاعری کے جملہ معائب و محاسن قارئین پر واضح ہوسکیں۔

کلامِ موزوں کو شعر کہتے ہیں۔ موزوں سے مراد یہ ہے کہ الفاظ مخصوص اور وزن میں ہوں شعر کا لغوی معنیٰ ''جاننا'' ہے اور اصطلاح میں کلام مخیَّل و موزوں کو شعر کہتے ہیں۔ ایک دوسری تعریف کے مطابق جمہور کلامِ موزوں ومقفّیٰ کو شعر کہتے ہیں۔ تو گویا تعریفِ شعر کے چار اجزاء ٹھہرے نمبر 1 کلام، نمبر 2 تخیل، نمبر 3 وزن، نمبر 4 قافیہ (یعنی اشعار کے آخری حروف کا ایک جیسا ہونا) پھر شعر کے مختلف اوزان ہیں، جنہیں علم عروض کی زبان میں بحر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رِدَم اور لَے ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، رِدَم کے تسلسل کو دُھن کہتے ہیں۔ دُھن ماتروں کی مجموعی صورت کا نام ہے، جسے عربی میں ضرب اور اصطلاحِ موسیقی میں ماترہ کہا جاتا ہے۔ پھر ماتروں کے حساب اور تعیّن کے مطابق لَے اور تال کی تعیین کی جاتی ہے۔ موسیقی اور شاعری کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ موسیقی میں لَے کو سُر سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ماہرینِ موسیقی کے نزدیک یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ بےسُرا منظور مگر بےگُرا یعنی بےلَے نامنظور۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جسے ہم بےسُرا کہتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ لَے کا پکا ہو۔ چونکہ سُر سے زیادہ رِدَم سماعت کو ذوق دیتا ہے۔ اس لیے

اساتذہ موسیقی کے نزدیک بے سُرے انسان کو تو قبولیت مل سکتی ہے، مگر بے لَے کو نہیں۔ یہی لَے (رِدَم) کلام موزوں اور غیر موزوں میں خطِ امتیاز کھینچتی ہے، گویا شعر وہ ہوگا جس میں رِدَم اور وزن ہوگا۔ ماہرینِ عروض اِسی کو شعر کہتے ہیں۔ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ ہر گلوکار ایک ماہر لَے کار بھی ہو، اِسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ محض وزن میں کلام کر لینے والا یعنی شاعر افکار اور تخیل کے اعتبار سے بھی اتنا ہی بلند اور ماہر ہو۔

خوش آوازی اور چیز ہے اور لَے کاری بالکل اور چیز۔ ایک خوش آواز انسان جس قدر اپنی آواز کا جادو جگا سکتا ہے، اسی قدر اگر وہ لَے کار بھی ہو تو اِسے نورٌ علیٰ نور والا معاملہ سمجھنا چاہیے۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص وزن میں شعر کہہ سکنے کے ساتھ بلندی تخیل، زبان و بیان اور رعایتِ لفظی اور دوسرے محاسنِ شعری پر بھی قدرت رکھتا ہو تو دنیائے فن میں ایسے باکمال انسان کو کلاسیکی شاعر یا ایسی شاعری کو کلاسیکل شاعری (Classical Poetry) کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کلاسیکل شعراء میں خواجہ حافظ شرازی، امیر خسرو دہلوی، مولانا جامی، مولانا رومی، مرزا عبدالقادر بیدل اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہم سرفہرست ہیں۔

اردو میں میر تقی میر، غالب، مصحفی، داغ، ابراہیم ذوق، میر انیس وغیرہم کے نام بھی لیے جا سکتے ہیں عربی ادب میں شعرائے جاہلیت کے چند شاعر، جنہیں کلاسیکل ادب کا اُستاد کہا جا سکتا ہے۔ اُن میں متنبّی، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، صاحبانِ سبعہ معلقہ، لبید رضی اللہ عنہ وغیرہم شامل ہیں۔

آگے بڑھنے سے قبل رِدَم یعنی لَے کی اہمیت کے بارے میں اگر غور کیا جائے تو کائنات کی ہر شئے ایک خاص رِدَم سے دوچار ہے۔ لَے کی حقیقت اور اہمیت سمجھنے کے لیے قرآنِ مجید کی دو چار آیات سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝﴾
(یٰسٓ: ۳۸)

''اور سورج چلتا ہے اپنی قرار گاہ کے لیے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔''

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝﴾ (یٰسٓ: ۳۹)

''اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا، جیسے کھجور کی پرانی ڈالی۔''

﴿لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَo﴾ (یٰسٓ: ٤٠)

''سورج کو (حق) نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔''

﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍo﴾ (القمر: ٤٩)

''بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی۔''

﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْo﴾ (التکویر: ٢)

''اور جب تارے جھڑ پڑیں۔''

﴿وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْo﴾ (التکویر: ١١)

''اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔''

ان آیاتِ محولہ بالا سے یہ نتیجہ بخوبی ظاہر ہے کہ خالقِ ارض وسماء نے کائنات کی ہر چیز کو ایک مربوط ومنضبط نظام کے تحت پیدا کیا اور رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی ارتباط وترتیب کے حوالے سے ہی کلام، سُر اور لَے کی موزونیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جب ہر جرمِ فلکی اپنے مقررہ محور میں تیر رہا ہے اور تیرنے کے لیے رفتار ضروری ہے۔ تو رفتار لَے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (یونس: ٥)

''وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند کو چمکتا اور اس کے لیے منزلیں ٹھہرائیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو، اللہ نے اسے نہ بنایا مگر حق، نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لیے۔''

لطیفہ: ......ایک منکرِ قرآن اور ملحد نے امام غزالی ؒ پر اعتراض کیا کہ قرآن میں آیا ہے کہ ''كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ'' یعنی ہر ایک سیارہ دائرے اور گھیرے میں تیر رہا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر جرمِ فلکی (سیارہ) سیدھا تیرتا ہے ایک ہی جانب۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ سیارے اُلٹے بھی تیرتے ہیں آج ادھر سے اُدھر اور کل اُدھر سے اِدھر۔ قرآن نے یہ نامکمل بیان کیوں دیا ہے۔ اس پر امام غزالی ؒ نے اسے سمجھایا کہ کاغذ اور قلم لے آؤ جب وہ لے آیا آپ

نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھے کُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ اور فرمایا کہ ان تین حروف کی ترتیب یہ ہے کہ ''ک ل ف ی ف ل ک'' ان حروف کو جدھر سے بھی پڑھو ترتیب ایک ہی ہے۔ لہٰذا اس آیت کی یہ ترتیب یہ راز آشکارا کر رہی ہے کہ سیارے الٹے سیدھے جس طرح بھی چلیں اور تیریں ان کا بیان قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ وہ معترض یہ بیان سن کر مبہوت وحیران رہ گیا اور قرآن کی بلاغت و جامعیت پر عش عش کر اُٹھا۔

کُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ یَّسۡبَحُوۡنَ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جرمِ فلکی اپنے مقررہ محور میں تیر رہا ہے اور تیرنے کے لیے رفتار ضروری ہے۔ تو رفتار لَے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ آیہ ﴿وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ﴾ میں ستاروں کے بے چال ہونے اور بکھر جانے کا ذکر ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ جب ستارے اپنی مقررہ چال چھوڑ دیں گے یعنی ''بے لَے'' کر دیئے جائیں گے تو اُن کے بے چال اور بے لَے ہو جانے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اختتامِ سلسلۂ کائنات اور آغازِ لمحۂ قیامت۔ تیسری آیت میں فرمایا: ''ہم نے ہر شے کو ایک مقررہ مقدار میں پیدا کیا۔'' مقدار سے مراد اس کا جسمِ مادی بھی ہے اور اس کا مزاجِ رفتار بھی اور رفتار میں لَے کا وجود بھی۔

ان آیات میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رِدم یعنی لَے کائنات کی اساس بھی ہے، جس دِن لَے کا یہ مربوط نظام بے چال کر دیا جائے گا تو کائنات کی محسوس ہونے والی یہ خوبصورت حقیقت ایک افسانہ بن کر رہ جائے گی پھر بقول علامہ سیماب رحمہ اللہ

دفعتہً سازِ دو عالم بے صدا ہو جائے گا
کہتے کہتے رُک گئے جس دِن ترا افسانہ ہم

اس بات کو ایک نہایت خوبصورت انداز میں برج نرائن چکبست ہندو شاعر نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے اِنہی اجزا کا پریشاں ہونا

یعنی کائنات کی ہر شئے جن عناصرِ تخلیقی سے مرکب ہے (جیسے کہ انسان عناصرِ اربعہ، آگ، مٹی، ہوا اور پانی سے) اُن میں اگر ترتیب قائم رہے تو یہی قیام وظہورِ ترتیب زندگی کہلاتا ہے اگر اُن کی ترکیب بکھر جائے اور پریشان ہو جائے، تو اسی کو موت کہتے ہیں۔ گویا نظامِ کائنات میں کنٹرول،

ترتیب اور ضبط اسی کا نام حیات ہے، ثابت ہوا کہ بقائے کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ نے ترتیب اور انضباط کا لحاظ فرمایا ہے، اسی ترتیب کے کلام اور آواز کی مناسبت ملحوظ رکھنے کو رِدم اور شعر یعنی کلامِ موزوں کہتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف احیاء العلوم میں جہاں موسیقی پر تفصیلی بحث کی وہاں خوش آوازی اور لحن کے علاوہ رِدم اور لَے کی اہمیت پر بھی عقلی دلائل پیش کیے۔ ایک دلیل یہ بھی دی کہ لَے کے اندر اگر ذوق اور کیفیتِ انہماک نہ ہو تو روتا ہوا شیر خوار بچہ گھنٹی کی آوازِ مسلسل سن کر خاموش کیوں ہو جاتا ہے، جھولے کی مخصوص رفتار جب ایک مسلسل لَے کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو بچہ اس کی خنک لوریوں میں جھول کر رونا بند کر دیتا ہے۔ اس قسم کی عام فہم مثالوں سے لَے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

لَے کی اہمیت پر ایک لطیفہ:

ایک مرتبہ دورانِ سفر ریل گاڑی میں ایک مولانا سوار ہوئے وہ موسیقی سے خاصے بیزار نظر آتے تھے اور موسیقی ان سے بیزار۔ غالباً وہ کسی اور مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ جب خانقاہ کے حوالے سے میرا تعارف ہوا تو فرمانے لگے آپ لوگ ایسے غیر اہم مشغلوں میں مصروف رہتے ہیں کہ توبہ بھلی۔ میں نے عرض کی کہ قبلہ ذرا وضاحت تو فرمایئے۔ بولے یہی طبلے کی تھاپ اور قوالیاں۔ میں نے کہا کہ اس کی شرعی حیثیت کو ذرا چھوڑیئے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، آپ نے چونکہ طبلے کی تھاپ کا ذکر کیا اور میں فطری طور پر لَے اور سُر کا شعور رکھتا ہوں اس لیے اتنا کہوں گا کہ آپ لَے اور سُر کی اہمیت کو غیر اہم چیز نہ کہیے۔ جب وہ میری بات اور لَے کی اہمیت کو نہ سمجھ سکے تو میں نے مولانا سے کہا کہ اسٹیشن قریب ہے، ابھی فیصلہ ہو جائے گا، کہنے لگے وہ کیسے؟ سٹیشن یہ مسئلہ کیسے حل کر دے گا۔ جب گاڑی اسٹیشن کے قریب آ کر آہستہ ہوئی اور پھر دھیرے دھیرے اور آہستہ ہوتی گئی تو میں نے کہا مولانا! اب مسئلہ کے حل کا وقت قریب آ چکا ہے، اُٹھیے، وہ اُٹھ کھڑے ہوئے، مَیں نے کہا اب آپ پلیٹ فارم کی طرف نہیں بلکہ اس کی مخالف سمت کی طرف اُتر کر دوڑیئے۔ کہنے لگے جدھر گاڑی جا رہی ہے اُدھر کیوں نہ دوڑوں، میں نے کہا کہ اگر آپ اُدھر اُتر کر دوڑیں گے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ کہنے لگے مجھے اس کا علم نہیں۔ میں نے کہا سنیے! اگر آپ جدھر گاڑی جا رہی ہے اُس طرف اُتر کر بھاگتے ہیں تو آپ کو تھوڑی دیر گاڑی کی رفتار کے ساتھ بھاگنا

پڑے گا اور جب آپ اپنی رفتار پر قابو پا کر آہستہ آہستہ دوڑتے جائیں گے تو کچھ دیر بعد آپ رُک بھی سکتے ہیں اور موت سے بھی بچ سکتے ہیں اور اگر گاڑی کی مخالف سمت اُتریں گے تو بے لَے ہو جانے کی وجہ سے دھڑام کر کے ایک مرتبہ گر کر مر بھی سکتے ہیں۔ خیر یہ بات اُن کی سمجھ میں آ گئی۔ اگلے اسٹیشن پر میں نے تجزیۃً اپنے ایک ساتھی سے اُلٹی طرف اترنے کو کہا تو اس نے یہ کہہ کر معذرت چاہی کہ ابھی میرا مرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ مولانا تب جا کر کہیں لَے اور رِدم کے قائل ہوئے۔

یہ واقعہ لکھنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تخلیقات کی طرح لَے بھی کائنات میں ایک حقیقت ہے جسے ہم ہر تخلیق کا اہم جزو بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہی لَے شعر کا بنیادی وصف ہے اس کے بغیر شعر کو شعر نہیں کہا جا سکتا دریاؤں کا بہاؤ، سمندر کا تلاطم، ہواؤں کا خرام، آوازوں کا زِیر و بم، زمین اور فضاؤں میں اُڑنے والے پرندوں اور جہازوں کی اُڑان اور اجرامِ فلکی کی مختلف چالیں، درحقیقت اس لَے کی مرہونِ منت ہیں۔

دیکھا دیکھی شعر موزوں کر لینا اَور بات ہے۔ اور باقاعدہ شاعر ہونا اور شاعری کرنا بالکل اور بات ہے۔ بعض لوگ صرف وزن میں الفاظ جوڑ کر اپنے آپ کو شاعر سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض اوزانِ شعر کا شعور نہ رکھنے کے باوجود محض تک بندی کی بنیاد پر خود کو بڑا شاعر سمجھ لیتے ہیں یہ دونوں چیزیں شاعری کی تعریف کے سراسر خلاف ہیں۔

یہاں ہم اپنی مطالعاتی محنت اور ذوق کے تحت دنیائے شعر سے متعلق اساتذہ عروض کی تصریحات اور ان کی پیش کردہ تعریفاتِ اصطلاحات کا اجمالی ذکر مناسب سمجھتے ہیں، تاکہ، بعض سہل انگاروں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ شاعری صرف چند الٹے سیدھے لفظوں کو جوڑ لینے یا وزن میں دو مصرعے کہہ لینے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک باقاعدہ اور مشکل ترین فن ہے، جسے ہم ایک باقاعدہ علمِ موہوبی بھی کہہ سکتے ہیں، ایسا علم جس کا سلسلہ ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ“ پر منتہیٰ ہوتا ہے، جسے خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایک علم قرار دیا، کیونکہ عَلَّمْنَا کا مادہ اشتقاق ثلاثی مجرد کی صورت میں علم ہی قرار پاتا ہے۔ اگر شعر گوئی کوئی باقاعدہ علم یا فن نہ ہوتا تو حضور ﷺ سے اس کے انتفائے نسبت کے وقت مادۂ علم سے مشتق لفظ استعمال میں نہ لایا جاتا۔ اس سے یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ شاعری نبی ﷺ کے شایانِ شان نہ ہونے کے باعث نبی ﷺ کے لیے درجۂ علم نہیں رکھتی، مگر غیر

نبی کے لیے ایک باقاعدہ علم کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ کہ علم شعر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم شدہ علم ہے، جسے بندوں کو اُن کے ظرف کے مطابق تعلیم کیا جاتا ہے، لیکن یہ بات خصائصِ نبوی ﷺ سے ہے کہ اللہ نے اس علم کی آپ ﷺ سے نفی کر دی۔ اب ذرا دنیائے عروض کی سیر ملاحظہ ہو۔

شعر کہنے کے لیے سب سے ضروری چیز ''موزونیت'' ہے جسے خداداد سمجھئے۔ موزونیت سکھانے یا بتانے سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہاں جن لوگوں کو موسیقی (گانے بجانے) سے کچھ دلچسپی ہے ان کے لیے طبیعت کا موزوں کر لینا کسی قدر آسان ہوتا ہے۔ کسی خاص شعری بحر کو سامنے رکھتے ہوئے کسی راگ میں آواز موزوں کرتے رہنے سے یعنی گنگنانے سے اکثر موزونیت حاصل ہو جاتی ہے۔ شعر کہنے کے لیے علم کی سخت ضرورت ہے۔ مگر معمولی علم والے بھی اگر چاہیں تو شعر کہہ سکتے ہیں۔ جو لوگ علوم کے ماہر ہوں اِنہیں زیادہ مشکل کا سامنا نہیں ہوتا۔ اس لیے شاعری سیکھنے سے پہلے علم حاصل کر لینا ضروری ہے۔

عقلاء اِس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں کہ کلام کی دو قسمیں ہیں۔ منظوم اور منثور، منظوم کا مصدر نظم اور منثور کا نثر ہے۔ ان کی مختصر تشریح ملاحظہ ہو۔

نظم: نظم کا لغوی معنی موتی پرونا ہے۔ اصطلاحاً وہ کلام جس میں موزونیت (موسیقی) پائی جائے اور جو بالقصد کہا جائے، اس کی دس (۱۰) قسمیں ہیں۔ فرد، رباعی، قطعہ، غزل، قصیدہ، مثنوی، ترجیع بند، ترکیب بند، مستزاد اور مسمط۔

فرد:...... فرد بروزنِ گرد، بمعنیٰ یکتا، تنہا اور طاق۔ مگر شاعرانہ اصطلاح میں اسے شعر کہتے ہیں۔ شعر دو مصرعوں کا ہوتا ہے اور مصرعہ کہتے ہیں دروازے کے کواڑ کو۔ دو کواڑ ملتے ہیں تو دروازہ بنتا ہے۔ اس طرح دو مصرعے مل کر ایک شعر بنتا ہے۔ فرد کی مثال

عشق کا عالم کیا کہیے
جیسے کوئی نیند میں ہو

رباعی:...... رباعی بروزنِ دلائی بمعنی (چار والا) منسوب بہ ربع۔ فارسی میں اس کو ترانہ کہتے ہیں اس کا موجد رودکی ہے۔ عربی میں ربع کے معنیٰ چوتھائی کے ہیں۔ کیونکہ رباعی چار مصرعوں کی ہوتی ہے اس لیے اس کو اِس نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ عروضی لحاظ سے چوبیس (۲۴) اوزان میں کہی جاتی ہے۔ اساتذہ ماسبق ان چوبیس لفظوں کے خط کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ وزن سالم سے نکالا گیا

ہے۔مثال از علامہ فوق سبزواری مرحوم صاحبِ فکر وفن

اظہارِ شہود کی ضرورت کیا تھی
اس نام ونمود کی ضرورت کیا تھی
جب مر کے عدم کو پھر بسانا ہوگا
دنیا کے وجود کی ضرورت کیا تھی

واضح ہو کہ رباعی کا مفہوم چوتھے مصرعہ پر منحصر ہوتا ہے اس لیے چوتھا مصرعہ نہایت چست اور بامعنیٰ ہونا چاہیے۔ایسا کہ پہلے تینوں مصرعوں سے بلحاظِ مفہوم مربوط بھی ہو۔

قطعہ:......قطعہ بروزنِ حصہ بمعنیٰ ٹکڑا۔ یہ وہ نظم ہوتی ہے جو کم از کم دو شعروں سے ترتیب دی گئی ہو پہلے تو قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا مگر ذوق نے مطلع کو بھی قطعہ میں شامل کیا ہے۔ ہر وہ غزل قطعہ ہے جس میں مطلع نہ ہو مگر واضح ہو کہ قطعہ کا موضوع غزل سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔غزل کا ہر شعر علیحدہ ہوتا ہے اور قطعہ کے اشعار میں بلحاظِ مضمون تسلسل ہونا چاہیے۔مثال

کیا وہ جینا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے
واسطے واں کے بھی کچھ، یا سب یہیں کے واسطے
ذوق عاصی ہے تو اس کا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے

غزل اور قصیدے میں اکثر قطعہ بند اشعار ہوتے ہیں۔

غزل:......غزل بروزنِ اثر۔بمعنیٰ حسن ومحبت کی باتیں کرنا، چنانچہ غزل میں تغزّل کا ہونا شرطِ اوّل ہے مگر فی زمانہ غزل میں فلسفہ، منطق، سائنس، ہیئت، بہار وخزاں، مناظرِ قدرت اور فطری جذبات جیسی باتوں کا ذکر بھی شامل ہے۔غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔طلوع بمعنی نکلنا گویا مطلع سے غزل شروع ہوتی ہے۔ مطلع میں دونوں مصرعے ردیف اور قافیے رکھتے ہیں۔غزلِ داغ مشہور ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

غزل کا آخری شعر مقطع ہوتا ہے۔مقطع میں شاعر اپنا تخلص نظم کرتا ہے جس کی وجہ سے سامعین یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ غزل فلاں شاعر کی ہے جیسے غالب کا مقطع ہے

غالب بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

قصیدہ:......قصیدہ بروزنِ ملیدہ بمعنیٰ موئے مغز۔ وہ نظم جس میں کسی کی مدح یا ہجو ہو۔قصیدہ بھی غزل کی طرح ہوتا ہے،مگر فرق صرف اتنا ہے کہ غزل میں حسن وعشق، ہجر ووصال کا مضمون ہوتا ہے۔قصیدوں میں حمد، نعت، منقبت، مدح، ہجو، نصیحت، شکایتِ روزگار وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ قصیدہ میں کم سے کم بیس (۲۰) اشعار ہونے چاہئیں، زیادہ کی کوئی قید نہیں ہوتی۔قصیدہ اکثر قافیہ اور ردیف کے نام سے مشہور ہوتا ہے مثلاً اگر قافیہ کنول، آنچل ہے تو اس کو لامیہ کہیں گے۔اگر آفتاب ردیف ہے جیسے بہار آفتاب، قرار آفتاب تو قصیدۂ شمسیہ ہوگا۔اقسامِ نظم میں قصیدہ کا لکھنا مشکل ہے۔اس کے لیے شوکتِ الفاظ اور عمدہ تراکیب کے علاوہ مضمونِ دقیق، معنیٰ بلند اور استعارۂ نازک کی ضرورت رہتی ہے، متاخرین غزل اور قصیدہ ایک ہی طرز پر لکھتے ہیں۔

قصیدہ دو قسم کا ہوتا ہے خطابیہ اور تمہیدیہ۔قصیدہ، قصد سے مشتق ہے بمعنیٰ کسی کی جانب متوجہ ہونا۔

خطابیہ:......خطابیہ وہ قصیدہ ہوتا ہے جس میں مطلع سے آخری شعر تک شاعر کسی خاص مقصد کے تحت سامعین کو مخاطب کرے۔اس میں وعظ، پند، مدح، ہجو وغیرہ شامل ہیں اس میں تمہید نہیں ہوتی۔

تمہیدیہ:......تمہید کے معنیٰ لغت میں ہموار اور درست کرنا کے ہیں۔ یہاں بھی شاعر ایک خاص مقصد کو بیان کرتا ہے تمہیدیہ قصائد میں پہلے تشبیب پھر گریز پھر خطاب یا مدعا اس کے بعد دعا اور آخر میں خاتمہ کے متعلق کچھ اشعار ہوتے ہیں۔

تشبیب:......تشبیب بروزنِ مسبّع تدبیر بمعنیٰ ایامِ شباب کا ذکر کرنا۔اس کو تمہید بھی کہتے ہیں۔ لغوی معنیٰ جوانی کا حال اور معشوق کی صفت بیان کرنا ہے، کیونکہ شاعر نفسِ مضمون کو معشوق کے ذکر سے بلند کرتا ہے اس لیے اس کو تشبیب کہا گیا۔

گریز:......گریز بروزنِ منڈیر بمعنیٰ بھاگنا۔ اصطلاحِ شاعری میں ایک مضمون سے ہٹ کر دوسرے مضمون کی جانب آنے کو کہتے ہیں یعنی وہ شعر جو تشبیب کے بعد نفسِ مضمون کی جانب اشارہ کرے گریز جس قدر خوبصورتی کے ساتھ کیا جائے گا اُسی قدر قصیدہ اچھا ہوگا۔

خطاب:......خطاب بروزنِ عتاب، بمعنیٰ بات کرنا، گریز کے بعد شاعر مدعا بیان کرتا ہے اس

کو خطاب کہتے ہیں۔

دعا:...... دعا بروزنِ خدا بمعنی مانگنا، خواہش، وہ اشعار جو بطورِ دعا نظم کیے جائیں۔

خاتمہ:...... خاتمہ بروزن فاطمہ، بمعنیٰ انجام۔ وہ اشعار جن پر قصیدہ ختم کیا جائے (مثال کے لیے قصائدِ سودا اور ذوق وغیرہ ملاحظہ ہوں)

مثنوی:...... مثنوی بروزنِ سرسری بمعنیٰ منسوب بہ مثنیٰ جس کے معنیٰ دو کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کے ہر بیت میں دو قافیہ مختلف ہوتے ہیں، اسی نسبت سے اسی کو مثنوی کہا گیا ہے اس کی ترتیب تمہید توحید، نعت، مناجات، ساقی نامہ وغیرہ ہوتی ہے۔ مثنوی کے تمام ارکان ایک ہی وزن پر ہوتے ہیں۔ اس کے اشعار کی تعداد معین نہیں۔ مثنوی میں عام طور پر قصے کہانیاں نظم ہوتی ہیں مگر اب واقعات بھی لکھے جاتے ہیں۔ مثال میں مثنوی میر حسن اور گلزار نسیم دیکھئے یا حالیہ مثنوی پیام ساوتری کا مطالعہ کیجیے۔

ترجیع بند:...... ترجیع بند وہ نظم ہے جو غزل کی طرح ردیف اور قافیہ کی پابندی سے لکھی جائے اور ان اشعار کے بعد ایک مطلع دوسری ردیف وقافیہ میں لکھا جائے جو موضوع کے مطابق ہو اور یہ مطلع ہر بند کے آخر میں بغیر تبدیلی کے آتا رہے۔

ترکیب بند:...... یہ نظم ترجیع بند کی طرح لکھی جاتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ بند کا مطلع تبدیل ہوتا رہتا ہے دیکھئے ترکیب بند حالی مرحوم۔

مستزاد:...... مستزاد بروزنِ مستحباب بمعنی زیادہ کیا گیا۔ رباعی یا غزل کے وزن میں ہر مصرع کے بعد ایک یا دو رکن اسی وزن کے اور بڑھا دیں۔ پہلے تو صرف رباعی کے وزن کو مستزاد کیا جاتا تھا اب غزل کے وزن کو بھی مستزاد کر لیا جاتا ہے، مثال

پھر ذرا کہہ دیجیے ہنس کر کہ دیکھا جائے گا، آپ کا کیا جائے گا

مسمّط:...... مسمّط بروزنِ بمعنی لڑی میں موتی پرونا۔ لغت میں تسمیط جمع کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں چند متفق الوزن والقافیہ مصرعوں کو ایک جگہ جمع کرنا۔ اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔ مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع مثمن، متسع معشر۔

بہر حال شعر کے لوازم ومحاسن کو سامنے رکھتے ہوئے شعر کہنا انتہائی مشکل کام ہے۔ ندرتِ فکر اور بلندیِ تخیل کے ساتھ ساتھ ابلاغِ مفہوم کے لیے الفاظ کا چناؤ اس قدر کٹھن مرحلہ ہے کہ اللہ اکبر۔

خواجہ آتش نے ایسی ہی شاعری کے لیے کہا تھا ؎

شعر گوئی کام ہے آتش! مرصع ساز کا

نگینوں کی طرح الفاظ کا رکھنا، اس طرح کہ اگر کوئی اُس کو اٹھا لے اور کوئی دوسرا لفظ اُس کی جگہ رکھنا چاہے تو شعر بے جان ہو کر رہ جائے۔ مثلاً غالب نے ایک مصرعہ میں ایک بھاری بھرکم لفظ رکھ دیا، جو بظاہر نثر کا معلوم ہوتا ہے، مگر کوئی بڑے سے بڑا شاعر اور زبان دان اُس کی جگہ اُس سے بہتر کوئی لفظ نہیں رکھ سکتا وہ مصرع یہ ہے ؎

تھی وہ اِک شخص کے تصور سے

اِس مصرعے میں شخص کی جگہ آپ اور کوئی لفظ نہیں لا سکتے اور اگر لائیں گے تو شعریت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اساتذہ کی شاعری اور آج کل کی شاعری میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ آج کے اکثر شاعر جو الفاظ استعمال کرتے ہیں، ان سے بہتر الفاظ کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ مگر اساتذہ متقدمین جب شعر کہتے تھے تو یہ تمام گنجائشیں ختم کر دیتے تھے۔

کلامِ موزوں کا شعر ہونا بطریقہ احسن بیان ہو چکا، لیکن شعر وشاعری کی شرعی حیثیت پر بھی کلام کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض اساتذہ سخن اور محقق علمائے اسلام نے اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ ہمارا یہ مختصر مقالہ اس کا متحمل نہیں تاہم بالاختصار اس پر ہم کچھ ضرور عرض کریں گے جو لوگ شعر گوئی کو ناجائز اور منافیِ علم وتحقیق خیال کرتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے دو دلیلیں آیاتِ قرآنیہ کے حوالے سے دیتے ہیں۔ پہلی آیت جو سب سے زیادہ پیش کی جاتی ہے۔ سورۂ یٰسین شریف میں ہے۔ ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ﴾ ''اور ہم نے ان (محمد ﷺ) کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری ان کے شایانِ شان ہے۔'' اس آیت محولہ بالا سے استدلال کرتے ہوئے معترضین کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے مجمع الکمالات بنایا اور آپ سے ہر نقص ورجس کی نفی کر دی ہے۔ اگر شاعری کوئی کمال والی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو شاعری کی تعلیم دینے کی نفی نہ کرتا۔ شاعری کیونکہ اچھی چیز نہیں اس لیے اللہ نے اس کی ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے نفی کر دی۔

اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

ا:......وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ کی حکمت وعلت وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ہے یعنی صرف رسولِ اکرم کی

ذاتِ اقدس کے شایانِ شان شاعری نہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ فی نفسہ شاعری کسی کے لیے بھی جائز یا مناسب نہیں۔ کیونکہ قرآنِ مجید کی فصاحت وبلاغت بے مثال ہے اور اِس میں باعتبارِ فواصل ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو فنِ شاعری کے حوالے سے کلامِ موزوں (شعر) محسوس ہوتی ہیں۔ اور اِسی بنا پر منکرینِ قرآن یہ کہتے تھے کہ یہ شاعرانہ کلام ہے اس میں قوافی، ردیف اور وزن کا خیال رکھا گیا ہے اسی لیے یہ کلام مخلوق ہے اور محمد ﷺ شاعر ہیں اور یہ اُن کا موزوں کیا ہوا کلام ہے۔ اِس شک واعتراض کا دفعیہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہیں تو یہ فرمایا: ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ﴾ ''اور وہ (قرآن مجید) کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔'' اور کہیں ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْآنٌ مُّبِينٌ﴾ فرمایا۔

نوٹ:...... ہم یہاں ایک نہایت باریک ولطیف نکتہ امامِ اجلّ علامہ فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر سے بیان کرتے ہیں۔ جس میں سابقہ اعتراض کا جواب بھی باریک نظر سے نظر آئے گا۔ فرماتے ہیں:

> (**البحث الاوّل**) خصص الشعر بنفي التعليم مع ان اكفار كانوا ينسبون الى النبى ﷺ اشياء من جملتها السحر ولم يقل وما علمنٰه السحر وكذلك كانوا ينسبونه الى الكهانة ولم يقل وما علمنٰه الكهانة .
>
> ''نبی اکرم ﷺ کی ذات سے بطورِ خاص تعلیمِ شعر کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ کفار حضور اکرم ﷺ کی طرف جادو اور کہانت بھی منسوب کیا کرتے تھے۔ اللہ نے یوں نہیں فرمایا کہ ''ہم نے پیغمبر ﷺ کو جادو کی تعلیم نہیں دی'' اور نہ یوں فرمایا: ''ہم نے پیغمبر ﷺ کو کہانت کی تعلیم نہیں دی۔''

اس بات کا جواب دیتے ہوئے امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> فنقول اما الكهانة فكانوا ينسبون النبى ﷺ اليها عند ما كان يخبر عن الغيوب ويكون كما يقول واما السحر فكانوا ينسبونه اليه عند ما كان يفعل مالا يقدر عليه الغير كشق القمر وتكلم الحصى والجذع وغير ذلك واما الشعر فكانوا ينسبونه اليه عند ما كان يتلو القرآن عليهم لكنه ﷺ ما كان يتحدى الا بالقرآن كما قال تعالىٰ

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله الی غیر ذلك ولم یقل ان کنتم فی شك من رسالتی فانطقوا الجذوع او اشبعوا الخلق العظیم او اخبروا بالغیوب فلما کان تحدیه ﷺ بالکلام وکانوا ینسبونه الی الشعر عند الکلام خصّ الشعر بنفی التعلیم .

''ہم کہتے ہیں کہ کفار نبی پاک ﷺ کو کہانت کی طرف اس وقت منسوب کرتے تھے جب حضور ﷺ غیب کی خبریں دیا کرتے اور آپ ﷺ کی خبر کے مطابق وہ بات اسی طرح ظہور پذیر ہو جاتی اور جادو کی طرف آپ ﷺ کی نسبت اس وقت کرتے جب حضور ﷺ کے دستِ مبارک سے ایسے واقعات صادر ہوتے جو کسی غیر کے بس کی بات نہ ہوتی جیسا کہ چاند کو ٹکڑے کرنا کنکریوں اور درختوں کے تنے سے کلام کرانا، لیکن شعر وشاعری کی نسبت اس وقت کرتے جب آپ ﷺ ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ نیز آپ ﷺ نے چیلنج بھی کفار کو صرف قرآنِ پاک کے حوالے سے دیا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ ''اے کافرو! اگر تم اس کتاب کی صداقت کے بارے شک وشبہ میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے عبدِ مقدس پر نازل کی تو اس کی مثل ایک سورت ہی لا کر دکھا دو'' اور آپ نے اس بات کا چیلنج نہیں دیا کہ اگر تمہیں میری رسالت میں شک ہے تو تم درخت کے سوکھے تنوں سے کلام کرا کے دکھاؤ یا تھوڑے طعام سے کثیر مخلوق کو سیر کر دو یا غیب کی خبریں لے آؤ۔ لیکن کیونکہ حضور ﷺ دعوتِ مقابلہ بھی کلامِ الٰہی قرآن مجید کے معاملہ میں دیتے تھے اور اِسی کلام کی وجہ سے کفار آپ کو شاعر اور کلام کو شعر کہا کرتے تھے اِسی لیے خصوصاً شعر کی تعلیم کی نفی ذاتِ رسالت ﷺ سے کی گئی۔''

۲:...... نبی کریم ﷺ کو تعلیم دینے والا آپ ﷺ کا معلم اللہ تعالیٰ جل شانہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ ﷺ کو تعلیم دیا اور جو پسند نہ فرمایا تعلیم نہ دیا۔

۳:...... علمائے باطن، عارفین وعاشقین کے نزدیک آنحضور ﷺ کو شاعری نہ سکھائے جانے کا ایک سبب اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شاعر خواہ کتنا ہی مشاق اور بلند پایہ کیوں نہ ہو مگر اچھا

شعر کہنے میں اسے کچھ نہ کچھ محنت ضرور کرنا پڑتی ہے۔ اورنہیں تو قافیہ، ردیف اور عروض وغیرہ ہی کا خیال اسے ضرور رکھنا پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی مگر جب تک وہ اپنی توجہات کو شعر کہتے وقت ایک خاص نقطہ پر مرتکز نہیں کر دیتا اس سے شعر گوئی کا حق ادا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں آیا کہ حضور نبی کریم ﷺ چند لمحوں کے لیے بھی کسی دوسری طرف متوجہ ہوں اسی لیے آپ کو سرے سے شاعری ہی نہیں سکھائی گئی۔

۴:...... منصبِ رسالت ﷺ اتنا ارفع وبلند ہے کہ اس کے مقابلے میں شاعری کوئی کمال نہیں، بلکہ نقص ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مرتبہ رسالت کے حوالے سے آپ کی ذات سے شاعری کی نفی کی۔

۵:...... شاعر پہلے الفاظ کو ترتیب دے کر اسے قافیہ وردیف کے مطابق موزوں کرتا ہے پھر اس کے تابع کر کے معانی ومفاہیم کو سوچتا ہے جب کہ حکمت ودانائی کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے معنی کو ملحوظِ فکر رکھا جائے، پھر الفاظ اس کے تابع ہو کر آئیں۔ اور نبوت وحکمت لازم وملزوم ہیں بلکہ نبی خود بھی حکیم اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اسی لیے شاعری مرتبہ نبوت کے منافی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو نہیں سکھائی گئی۔

٦:...... آنحضور ﷺ کو علم شاعری نہ سکھانے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ کو کوئی شعر آتا ہی نہ تھا، بلکہ آپ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض اشعار کی معنوی اصلاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ ﷺ کو خود شعر موزوں کرنے کا ملکہ نہیں عطا کیا گیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت کعب بن زہیر اسلمی رضی اللہ عنہ نے قصیدہ نعتیہ میں عرض کیا ؏

وان الــرســول لــنــار يستـضــاء بــه

وصــارم مـن سيـوف الهـنـد مسـلـول

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نار کی جگہ نور کہو اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ رکھو۔

۷:...... حضور ﷺ کو شعر کہنے پر قدرت دی گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر شعر کہنا حرام کیا گیا تھا اسی لیے آپ ﷺ نے شعر نہیں کہے۔ ورنہ جب کبھی آپ نے مسجع ومقفیٰ کلام فرمایا تو عرب کے بڑے بڑے فصحاء حیران اور ششدر رہ گئے، چنانچہ درجِ ذیل چند کلماتِ مبارکہ ہمارے اس موقف پر دلیل ہیں۔

هل انت الا اصبع دميت وفى سبيل الله ما لقيت ، والله لو لا الله
ما اهتدينا ، ولا تصدقنا ولا صلينا ، فانزلن سكينة علينا ، وثبت
الاقدام ، ان لاقينا ان الاولٰى قدبغوا علينا ، اذا ارادوا فتنة ابينا ،
يرفع بها صوته ابينا ابينا ، اللهم لا عيش الا عيش الآخرة فاغفر
الانصار والمهاجرة .

۸:......بعض مفسرین نے کہا ہے کہ وما ینبغی لہ کی ضمیر ''ہٗ'' قرآن کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کا شعر ہونا صحیح نہیں ہے (یعنی قرآن کو شعر کہنا غلط ہے)۔تفسیر طبری

ہم یہاں قارئین کے ذوقِ جستجو کا احترام کرتے ہوئے دو باتیں مزید عرض کرتے ہیں اور اس کے بعد معترضین کی متدلہ دوسری آیت کی تشریح پیش خدمت کریں۔

اول:...... اس بات میں علمائے اسلام کا اختلاف ہے کہ آیا صرف ہمارے حضرت رسول اکرم ﷺ کی ذات سے شاعری کی نفی کی گئی یعنی آپ ﷺ کو شاعر نہیں بنایا گیا یا تمام انبیاء علیہم السلام کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی۔بعض علماء کہتے ہیں کہ صرف ہمارے حضرت ﷺ کی ذات سے نفی کی گئی، کیونکہ عرب کا شاعرانہ ماحول اس وقت کی شاعری کا معیار جھوٹے تخیلات، اخلاق سوز طرزِ کلام اور عجب وتکبر سے بھری خلافِ واقعہ باتیں تھیں، اِنہی کی وجہ سے حضور ﷺ پر سے شاعر ہونے کا الزام رفع کیا گیا۔ جب کہ دیگر انبیاء علیہم السلام سے اِس کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کے وہ شعر جو انہوں نے اپنے بیٹے ہابیل کی موت پر کہے تھے وہ بھی بعض کتب میں لکھے ہوئے ہیں ؎

تغيرت البلاد و فمن عليها
ووجه الارض مغبر قبيح
تغير كل ذى طعم ولون
وقل بشاشة الوجه الصبيح
(تفسیر روح المعانی)

اور دوسرے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ نفی کا حکم عام ہے تمام انبیاء علیہم السلام کو تعلیمِ شعر نہیں دی گئی، کیونکہ یہی آیت مذکورہ بالا ہی عام نفی پر دلالت کر رہی ہے۔

ثانی:...... ہمارے پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے بعض اوقات کچھ اشعار اپنی زبان مبارک

سے ادا فرمائے (کسی اور شاعر کے) لیکن آپ ﷺ نے ان کو ساقط الوزن فرما دیا۔ یا آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ساقط الوزن ادا کرا دیا۔ چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے درجِ ذیل شعر پڑھا ؎

ستبدیلك الایام ما کنت جاهلا
ویاتیك من لم تزود بالاخبار

فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ لیس هکذا یا رسول الله فقال علیه الصلوة والسلام "انی والله ما انا بشاعر ولا ینبغی لی .

''پس جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ شعر اِس طرح نہیں ہے بلکہ اصل شعر میں تو مصرعہ ثانیہ یوں ہے ؎

ویاتیك بالاخبار من لم تزود

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم ہے، نہ تو مَیں شاعر ہوں اور نہ ہی میرے لیے یہ مناسب ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے یہ شعر بطورِ مثال پڑھا۔

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناهیا . ''اسلام اور بالوں کی سفیدی آدمی کو گناہوں سے روکنے کے لیے کافی ہے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! شاعر نے تو اس طرح کہا ہے:

کفی الشیب والاسلام بالمرء ناهیا

آپ ﷺ نے دوبارہ پڑھا تو پھر بھی پہلے ہی کی طرح پڑھا اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

اشهد انك رسول الله ما علمك الشعر وما ینبغی لك .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ ﷺ کو شعر سکھایا ہی نہیں اور نہ وہ آپ کے شایانِ شان ہے۔''

اِسی طرح آپ ﷺ نے ایک دفعہ یہ شعر پڑھا ؎

اتجعل نهبی ونهب العبید
بین الاقرع وعیینة

اس پر بھی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں

آپ نہ شاعر ہیں اور نہ راوی اور نہ یہ آپ کے شایانِ شان ہے۔

دوسری آیت مبارکہ اُنیسویں پارہ سورۂ شعراء کی ہے۔ ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾ (الشعراء: ٢٢٤) یعنی شاعروں کی پیروی تو بے راہ رَو لوگ ہی کرتے ہیں۔ یعنی شاعر لوگ کیونکہ خود گم کردہ راہ ہوتے ہیں اُن کا کلام بے راہ روی کا حاصل ہوتا ہے اِسی لیے ان کی پیروی بھی بے راہ رَو لوگ ہی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شاعری کوئی مستحسن اور اچھا کام نہیں ہے، بلکہ ﴿فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ﴾ کا مصداق ہے جواباً گزارش ہے کہ بے شک کافر، مشرک لوگ، زمانہ جاہلیت کے بے راہ رَو لوگ اور شعراء یقیناً اِس زد میں آتے ہیں اور آج بھی ایسے شعراء جو کتاب وسنت کی تعلیمات کے خلاف شاعری کریں، لوگوں میں اخلاقی بے راہ روی پیدا کرنے والے شعر لکھیں یا جو لوگ ایسے شعراء کی آنکھیں بند کر کے تقلید کریں اور مسلمہ شرعی ودینی عقائد جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں اُن کے خلاف عقائد اپنائیں یا ایسے عقائد کی ترویج واشاعت کریں اور کتاب وسنت اور اقوالِ سلف صالحین سے تمسک کے بجائے شعر وشاعری سے استدلال کریں وہ یقیناً اس وعید شدید کے مستحق ہیں، مگر یہ وعید بلاتخصیص وتحقیق سب کے لیے نہیں ہے۔ آخر ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ کا استثناء بھی تو کتاب اللہ میں موجود ہے اور صراحتاً تفسیر جلالین شریف میں اِس آیت کے زیرِ تفسیر مرقوم ہے الا الذین امنوا وعملوا الصلحت من الشعراء، یعنی شعراء میں سے وہ لوگ جو صاحب ایمان بھی ہیں اور اعمالِ صالحہ بھی کرتے ہیں وہ اس وعید کی زد میں نہیں، بلکہ وہ لوگ تو وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا کی شان والے ہیں، جس کی تفسیر صاحب جلالین نے یوں کی ای لم یشغلھم الشعر عن الذکر، یعنی ان کو شعر وشاعری میں انہماک ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرسکتا۔ بلکہ وہ شعر گوئی کے ساتھ ساتھ عبادت الٰہی اور ذکر ربانی میں بھی مشغول رہتے ہیں اور اپنی شاعری میں بھی بقولِ تفسیرِ مدارک ذکر ہی کرتے ہیں۔

وذکروا الله کثیرا ای کان ذکر اللّٰہ وتلاوۃ القرآن اغلب علیھم من الشعر واذا قالوا شعرا قالوا فی توحید اللّٰہ تعالٰی والثناء علیہ والحکمۃ والموعظۃ والزھد والادب ومدح رسول اللہ ﷺ والصحابۃ وصلحاء الامۃ ونحو ذلك مما لیس فیہ ذنب . الخ

ترجمہ: ''اُن لوگوں کی شعر گوئی پر ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن غالب ہوتی ہے اور جب

شعر کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور حمد وثناء بیان کرتے ہیں۔ اپنے شعروں میں حکمت ودانائی، پند ونصیحت، دنیا کی بے ثباتی، دنیا سے بے رغبتی اور ادب واحترام کی تعلیم دیتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحائے امت کی تعریف کرتے ہیں اور شعروں میں گناہ کی بات یا گناہ پر برانگیختہ کرنے والی بات ہرگز نہیں کرتے۔''

چنانچہ حضرت حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم یہ تینوں اسلامی شاعر حضور ﷺ کے صحابی اِس آیت کے نزول کے بعد روتے ہوئے بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے آقائے دو جہاں ﷺ! ہم بھی شاعر ہیں اور شاعروں کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی ہے تو فانزل اللّٰہ الا الذین امنوا، پس اللہ تعالیٰ نے آیات کا یہ حصہ نازل فرما کر ان کی تسلی کرا دی کہ جو شخص صاحبِ ایمان اور اعمالِ صالحہ والا ہے وہ اس کی زد میں نہیں آتا اور کتبِ تاریخ ورجال میں یہ حقیقت موجود ہے کہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم شاعر تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو سب سے اچھا شعر کہتے تھے بلکہ آپ کا دیوان بھی موجود ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر بچھایا جاتا تھا حضور ﷺ خود اشعار سنتے اور اُن کے لیے دُعا فرماتے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف کا یہ جملہ خصوصاً قابلِ توجہ ہے:

قال النبی ﷺ یوم قریظة لحسان بن ثابت اُهْجُ المشرکین فانّ جبرئیل معك وکان رسول الله ﷺ یقول لحسان اجب عنی اللّٰهُمَّ ایّده بروحِ القدس.

ترجمہ: ''قریظہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کفار کی ہجو کر بے شک جبریل تیرے ساتھ ہے اور جنابِ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان سے فرماتے تھے میری طرف سے مشرکین کو جواب دو اور آپ ﷺ دعا فرماتے۔ اے اللہ! حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔''

آنحضرت ﷺ نے خود بھی اچھے اشعار سماعت فرمائے تھے اور سننے کی فرمائش بھی کی تھی۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث شریف حضور ﷺ کے ذوقِ سماعِ اشعار کا پتہ دیتی ہے:

وعن عمرو بن الشرید عن ابیه قال ردفت رسول الله ﷺ یوما فقال هل معك من شعر امیة بن ابی الصلت شیء قلت نعم قال هیه

فانشدته بیتا فقال هیه ثم انشدته بیتا فقال هیه حتّٰی انشدته مأئة بیت . (رواه مسلم)

''حضرت عمرو بن الشرید سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (ان کے والد کہتے ہیں) میں ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے امیہ بن ابی الصلت کا کوئی شعر یاد ہے؟ مَیں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لائیے (سناؤ) مَیں نے ایک شعر پڑھا۔ آپ نے فرمایا اور سناؤ۔ مَیں نے اور شعر پڑھا۔ آپ نے فرمایا اور پڑھو حتیٰ کہ مَیں نے ایک سو(۱۰۰) شعر سنائے اور آپ ﷺ نے سنے۔''

حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے متعلق تو آپ ﷺ کا فرمان ہر صاحبِ مطالعہ شخص کے علم میں ضرور ہوگا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں یہ متفق علیہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے موجود ہے:

وعن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال رسول الله ﷺ اصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد ؏

الا كل شىء ما خلا اللّٰه باطل
وكل نعيم لا محالة زائل

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شعراء کی کہی ہوئی باتوں میں سے سب سے زیادہ سچی بات لبید کا یہ کلمہ (جملہ) ہے۔ ''خبردار! اللہ کے سوا ہر شئے فنا کے گھاٹ اترنے والی ہے اور ہر نعمت آخرِکار ختم (زائل) ہونے والی ہے۔''

معلوم ہوا کہ تمام شاعر اور سب اشعار بُرے نہیں، نہ یہ کام فی نفسہ برا ہے۔ بلکہ یہ حکمت و دانائی کی نعمت ہے جس کا اشارہ حکیم کائنات ﷺ نے ان من الشعر لحكمة ، سے فرمایا دیا۔ البتہ جو اِس حکمت کی نعمت کو غلط استعمال کرے وہ یقیناً ماخوذ اور گرفتارِ عذاب ہوگا جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

وقالت عائشه رضی اللہ عنہا الشعر كلام فمنه حسن ومنه قبيح فخذ الحسن ودع القبيح .

''یعنی شعر بھی ایک کلام ہے اور کلام اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی، پس اس میں سے اچھا کلام (شعر) قبول کرلو اور برے کو چھوڑ دو۔'' (حاشیہ جلالین)

اگر کچھ بُرے اشعار کی وجہ سے سب شاعروں اور شعروں کی بُرائی کرنا جائز ہے تو پھر ابوداؤد شریف کی یہ حدیث ہمیں کیا بتاتی ہے توجہ کیجیے:

وعن صخر بن عبدالله بن بريدة عن ابيه عن جده قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان من البيان سحرا وان من العلم جهلا وان من الشعر حكمًا وانّ من القول عيالا .

(رواه ابوداؤد)

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض بیان جادو، بعض علم جہالت، بعض شعر حکمت اور بعض باتیں بوجھ ہوتی ہیں۔''

لہٰذا وہ علم جسے جہالت کہا گیا وہ یقیناً وہی علم مضر ہے بقول سعدی شیرازی رحمہ اللہ ؎

علمے کہ راہِ حق نماید جہالت است

جیسا کہ علمِ منفی اور علمِ مضر کی وجہ سے مطلق علم کی نفی فضیلت نہیں کہی جا سکتی اِسی طرح بُری شاعری کی وجہ سے ہر شاعری کو بُرا نہیں کہا جا سکتا۔ ایک حدیث شریف بھی اِسی مضمون کی دارِ قطنی نے روایت کی ہے:

عن عائشة قالت ذكر عند رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح . (رواه الدارقطنى)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وہ (شعر) بھی ایک کلام ہے پس اُس کا اچھا، اچھا ہے اور بُرا، بُرا ہے۔''

لہٰذا جو روایات شاعری کی مذمت میں آئی ہیں اُن کا منشاء ومفاد اِسی قدر ہے کہ بتوں کی پوجا، شہوانی خیالات، آباء واجداد پر فخر ومباہات اور جاہلانہ رسوم کی تعریف میں جو شعر کہے جائیں وہ قبیح ہیں اور جو شعر مضمون توحید ورسالت اور پند وموعظت پر مشتمل ہوں وہ اچھے ہیں اُنہیں کسی طرح بُرا نہیں کہا جا سکتا۔

ایک دانشور سے قرآن وحدیث اور اسلامی تعلیمات کے پسِ منظر میں شاعری پر بحث چھڑ گئی۔ آخر جب اُن پر معقول دلائل کی تمام راہیں مسدُود ہوگئیں تو اُنہوں نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ شعر سنا دیا کہ اگر شاعری کوئی فعلِ مستحسن ہوتا تو وہ یوں نہ کہتے ؎

ولــو لا الشــعــر بــالـعـلـمـاء یُـزْرِی
لــکـنـــتُ الیــومَ اَشــعَــرَ مَــنْ لبِیْدِ

''کہ اگر شعر گوئی علماء کے لیے موجب عیب نہ ہوتی تو مَیں آج لبید سے بھی بڑا شاعر ہوتا۔''

مَیں نے کہا کہ آپ یہ شعر پیش کر کے یہاں ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے شعر گوئی کو علماء کے شایانِ شان قرار نہیں دیا اور یہ کہ شعر گوئی ایک امرِ قبیح ہے۔ بولے ہاں۔ میں نے کہا کہ یہ نکتہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ یہ بات نثر میں بھی تو کہہ سکتے تھے، آخر شعر میں کیوں کہی؟ اگر اُن کے نزدیک شعر کی کوئی اہمیت نہ تھی تو اس کا سہارا کیوں لیا۔ بات نثر میں کیوں نہ کہہ دی؟ اِس سے تو شعر گوئی کی اہمیت کا ثبوت ملتا ہے اور پھر جب یہ شعر امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا تو اُنہوں نے اپنے ہی قائم کردہ اصول (کہ شاعری علماء کے شایانِ شان نہیں) کے خلاف کیا۔ گویا یہ شعر کہتے ہوئے اُنہوں نے اپنے ہی مرتبہ علمی کو نظرانداز کر دیا۔ وہ نثر میں یہ فرما دیتے کہ اگر چہ میں شعر کہہ سکتا ہوں، مگر مَیں اِس لیے نہیں کہتا کہ یہ کام علمائے دین کی شانِ علم کے منافی ہے، لیکن تاریخ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اُنہوں نے بے شمار شعر کہے۔ بلکہ اُن کے نام سے ایک عربی دیوان بھی منسوب ہے اور اُن کے درجہ ذیل دو شعر تو اِس قدر مشہور ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحبِ علم وادب شخص ان سے ناآشنا ہو ؎

یــا اهــل بیـت رسـول الـلّٰــه حبـکـم
فــرضٌ مـن الـلّٰــهِ فـی القـراٰنِ انـزالـهٗ

یا

لــو کـــان رفـضــا حـبّ اٰلِ مـحـمّـدٍ
فـــلـشهـــد الثـقــلان انّـــی رافــضٗ

میرا تجزیہ سن کر وہ خاموش ہوگئے۔

مسندِ احمد میں ایک حدیث وارد ہے کہ ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمۃ، کہ بعض بیانوں میں جادو اور بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔ چونکہ حضور ﷺ خود افصح العرب والعجم ہیں اور آپ کی زبانِ معجز بیان سے نکلا ہوا ہر جملہ فصاحت و بلاغت کا عظیم ترین شاہکار ہے اس لیے آپ نے بیان کو جادو اور شعر کو حکمت سے تعبیر فرمایا۔ حدیثِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ آپ بیان کی ساحری اور شعر میں دانائی کو پسند فرماتے تھے۔

علاوہ ازیں دورِ جاہلیت کے ایک بہت بڑے فصیح و بلیغ خطیب کی تعریف بھی آپ نے فرمائی۔ اِس خطیب کا نام قس بن ساعدۃ الایادی تھا۔ طائف میں عکاظ کا میلہ ہر سال لگتا تھا۔ تمام فصحائے عرب وہاں جمع ہو کر اپنے اپنے جوہر دکھاتے۔ حضور ﷺ کا ابتدائی دور تھا۔ آپ بھی اُس میلے میں تشریف لے گئے، جب قُس بن ساعدۃ الایادی کی باری آئی اور اُس نے خطاب شروع کیا تو حضور ﷺ سامعین میں تشریف فرما تھے۔ حدیث شریف میں قُس بن ساعدہ کے خطاب کا ذکر موجود ہے اور آپ نے اُس کے لیے رَحِمَ اللّٰہ قُسًّا کے الفاظ بھی فرمائے، خطیب موصوف نے اپنے خطبے میں بے ثباتی دنیا کا ذکر کیا۔

یہ کوئی ایسا موضوع نہ تھا، جسے پہلی بار بیان کیا گیا ہو، مگر قُس بن ساعدہ نے الفاظ کے سہارے اِس مضمون کو کیا بیان کیا، گویا الفاظ کو نگینوں کی طرح جملوں میں جڑ دیا۔ حضور ﷺ اگرچہ اُس وقت کم عمر تھے۔ مگر بیان کی فصاحت اور زبان کی بلاغت کو سمجھنے کے خداداد جوہر بہ تمام وکمال آپ کی طبیعت مبارک میں موجود تھے۔ یہاں ہم قس بن ساعدہ الایادی کے اُس خطبے کو ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کو اندازہ ہو کہ محض ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بات کہہ لینا خطاب نہیں کہلاتا، بلکہ معمولی سی بات کو سلیقے اور فصاحت و بلاغت کے میزان پر تول کر بیان کرنا بیان کا جادو کہلاتا ہے۔ جس کا اعلیٰ ترین ثبوت قرآنِ مجید اور اُس کے بعد حضور علیہ السلام کی قولی احادیث ہیں جن کو جوامع الکلم بھی کہا گیا ہے۔

قس بن ساعدہ کا وہ خطبہ جو حضور ﷺ نے بچپن میں سنا اور اُس کی تعریف فرمائی:

اقتباس:......قدیم ادبِ عربی کی کتب میں قس کا خطبہ اِن الفاظ میں درج کیا گیا ہے:

ایھا الناس! اسمعوا وعوا، انہ من عاش مات ومن مات فات،

وکل ما ھو آتٍ آتٍ، لیل داج، ونھار ساج، وسماء ذات ابراج،

ونـجـوم تـزهـر، وابهار تزخر، وجبال مرساة، وارض مدحاة، وانهـار مـجـراة، ان فـي السماء لخبرًا، وان في الارض لعبرا، مـابـال الـنّـاس يـذهبون ولا يرجعون؟ ارضوا فاقاموا، ام تركوا فناموا؟ يا معشر اياد، اين الاباء والاجداد، واين الفراعنة الشداد؟ الـم يـكـونـوا اكثـر مـنـكـم مالا، واطول آجالا؟ طحنهم الدهر بكلكله، ومزقهم بطتاوله.

''(عکاظ کے میلے میں تقریر کرتے ہوئے اس نے کہا) اے لوگو! سنو اور یاد رکھو جو زندہ ہے وہ مرے گا جو مرے گا وہ دنیا سے چلا جائے گا، جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا، یہ تاریک رات، یہ روشن دن، یہ بُرجوں والا آسمان، یہ چمکنے والے تارے، یہ موجیں مارنے والے سمندر، یہ جمے ہوئے پہاڑ، یہ پھیلی ہوئی زمین، یہ بہتے ہوئے دریا شاہد ہیں کہ یقیناً آسمان میں کوئی خاص قوت ہے اور زمین میں عبرتیں ہیں۔ آخر یہ لوگ کہاں چلے جاتے ہیں کہ پھر وہاں سے واپس نہیں آتے؟ کیا وہاں رہنے پر رضا مند ہوگئے؟ یا پھر دنیا چھوڑ کر سو گئے؟ اے خاندانِ ایاد! تمہارے آباء واجداد کدھر گئے؟ اُن ظالم فراعنہ کا کیا حشر ہوا؟ کیا مال و دولت میں وہ تم سے بڑھ چڑھ کر نہ تھے؟ کیا اُن کی عمریں تمہاری عمروں سے زیادہ لمبی نہیں ہوتی تھیں؟ زمانہ نے سب کو حوادث کی چکی میں پیس ڈالا اور ان کی جمعیتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔''

آپ نے دیکھا کہ دورِ جاہلیت کے خطباء کا مرتبہ کلام کیا تھا۔ جس طرح بعض لوگوں کی گفتگو میں قدرتی طور پر تاثیر ہوتی ہے کہ وہ بات کریں تو دیر تک اُن کی گفتگو سننے کو جی چاہتا ہے۔ اِس کے لیے انسان کا عالم فاضل ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہماری نظر سے دیہاتوں کے بعض ایسے غیر تعلیم یافتہ لوگ بھی گزرے اور گزرتے ہیں کہ وہ اپنی مادری زبان میں اِس قدر فصیح و بلیغ گفتگو کرتے ہیں اور پھر اُن کی گفتگو میں اِس قدر جاذبیت ہوتی ہے کہ ایک زبان وادب کا باذوق سامع اُن کی گفتگو اور اندازِ کلام میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ الفاظ کا برمحل استعمال، لہجے کا حسن، ضرب الامثال، محاورات اور روزمرہ میں تراشے ہوئے فقروں کا لبھاؤ، اُن کا دانائی سے بھرپور اور پُر مغز خطاب انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے اِس کے برعکس نظر سے ایسے ایسے تعلیم یافتہ اور عالم و فاضل

حضرات بھی گزرتے ہیں کہ انتہائی بھدی گفتگو کرتے ہیں۔علمی فضیلت کے باوجود نہ اُن کی گفتگو میں تاثیر ہوتی ہے اور نہ جاذبیت، جی چاہتا ہے کہ وہ سلسلۂ کلام بند کر دیں تو اُن کی نوازش ہوگی۔ نہ کوئی لہجہ، نہ کوئی الفاظ کے چناؤ کا شعور، نہ خوبصورت جملے، نہ ادائیگی کا حُسن، نہ زبان، نہ محاورہ اور نہ روزمرہ کے استعمال کی استطاعت۔ یہی حال ہمارے اکثر خطباء کا ہے۔ اِن میں اکثر رٹی رٹائی تقریروں کے عادی ہوتے ہیں۔ غیر مستند واقعات، بعض خلافِ عقل ونقل باتیں اور چند غیر معیاری اشعار ان کے خطابات کا محور ہوتے ہیں، پھر ستم یہ کہ اشعار بھی اکثر بے وزن پڑھتے ہیں۔ اور پڑھنے کا انداز ایسا بے مزہ اور پھیکا کہ اگر اتفاقاً وہاں خود شاعر بھی بیٹھا سن رہا ہو، تو مارنے مرنے پر تل جائے اور پکار اٹھے "ان هذا لظلم عظيم" قدیم خطبائے عرب جو خطبے دیا کرتے تھے اُن کا مقصد اہلِ زبان پر اپنی زبان دانی ثابت کرنا اور اُن پر علمی ولسانی دھاک جمانا ہوتا تھا۔ وہ اپنے خطابات پر اُجرت نہیں لیا کرتے تھے۔ حالانکہ اُن کے خطبات مذہبی اور دینی قسم کے نہیں ہوتے تھے کہ ان میں اثر آفرینی کے عناصر بھی ہوتے۔ اِس کے برعکس ہمارے ہاں قرآن وحدیث کے مفاہیم کی چاشنی، الفاظ کی غیر معمولی جاذبیت اور عقیدت ومحبت کی بنا پر وہ سامانِ ذوق مہیا ہوتا ہے کہ اگر مسلمان خطاب ِ دنیوی حرص و ہوا کو کچھ دیر کے لیے چھوڑ کر پوری عقیدت، خلوص اور تیاری سے خطاب کرتے تو یقیناً دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دیتے۔ بقول علامہ سیماب رحمہ اللہ ؎

خلوصِ دل سے جو سجدہ ہو اُس سجدے کا کیا کہنا
وہیں کعبہ سرک آیا جبیں مَیں نے جہاں رکھ دی

مگر آج کل ہوتا یہ ہے کہ خطیب صاحب نے موقع ومحل کے مناسب چند تمہیدی جملے کہے، پھر اپنی زبان دانی کے جوہر دکھا کر سامعین کو مرعوب کرنا چاہا، اِس دوران کئی غلط سلط باتیں بھی کہہ گزرے، چونکہ ایسے خطبات میں للّٰہیت اور خلوص نام کو نہیں ہوتا، اِس لیے سامعین مجبوراً سن تو لیتے ہیں اور وقتی داد وتحسین سے بھی نواز دیتے ہیں، مگر اُن کے قلوب پر نہ کوئی اثر پڑتا ہے، نہ آنکھ میں کوئی اشکِ نسبت چمکتا ہے اور نہ انابت الی اللہ پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے اسباب کے علاوہ اِس کے دو بنیادی سبب یہ ہیں۔ ایک خلوص کا فقدان اور دوسرا علم وبیان میں ناپختگی۔ عربی ادب میں حضرت پیرانِ پیر الشیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مواعظ کی دُھوم ہے، حالانکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مادری زبان فارسی تھی اور ایران کے صوبہ گیلان میں ایک غیر معروف گاؤں بشتیر میں پیدا ہوئے۔ عجمی

ہونے کے باوجود اُنہیں اپنی زبان فارسی کے علاوہ عربی پر اِس قدر یدِطولیٰ حاصل تھا کہ مستند مورّخین کے مطابق جب وہ منبر پر بیٹھ کر اپنا وعظ شروع کرتے تو کم از کم ستر (۷۰) ہزار کا مجمع ہوتا، اردگرد کھڑے لوگ یوں لگتے، جیسے شہر کے گرداگرد فصیل کھینچ دی گئی ہو۔ ان کے ایک ایک جملے پر اکثر لوگ بے ہوش ہو جاتے، کئی لوگوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا اور بعض روایات کے مطابق کئی لوگوں کے جنازے اٹھ جاتے۔ خوش عقیدہ لوگ تو اِسے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی کرامت کہیں گے۔ مگر یہ محض کرامت نہیں، بلکہ یہ ایک مردِ مومن کی اُس زبانِ حق ترجمان کا اثر ہے، جو اخلاص، بے ریائی اور للّٰہیت کے مقامِ اعلیٰ سے سخن ریز ہوتی ہے اور جس کا رشتہ تاثیر صاحبِ لسانِ وحی ﷺ سے جا ملتا ہے اور بلاشبہ وہ زبان "لسان الفقراء سیف اللّٰہ" کی مصداق ہوتی ہے اور یہ مقام کرامت سے بھی بلند ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی گفتگو میں اگرچہ قدرتی طور پر ایجاز و اعجاز تھا۔ مگر وہ ہر وقت اور بلاضرورت اپنے معجزات کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مخصوص اور منصوص عہدے پر فائز تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام خطابات میں اپنی کرامت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، یہ نقطہ نظر قرینِ حقیقت نہیں، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ چونکہ وہ کمالِ اخلاص سے موضوعاتِ دینیہ پر کلام فرماتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اُن کے ہر جملے میں وہ تاثیر بھی دیتا کہ سامعین کے قلوب تسخیر کر لیتے تھے۔

چوں کہ بیان اور اسلوبِ بیان کا ذکر چلا تھا۔ اس لیے نثر و نظم کے علاوہ اہلِ ادب کی گفتگو اور خطابات پر بھی ضمناً بحث کی گئی، تاکہ قارئین زبان و بیان کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور پھر یہ اندازہ بھی لگائیں کہ ایک جاندار شعر کہنا کس قدر مشکل کام ہے، ڈھکوسلے سے کام لیتے ہوئے دو مصرعے کہہ لینا اور بات ہے اور زندۂ جاوید شعر کہنا بالکل اور بات۔ اکثر یہ دیکھا گیا کہ جب ایک نامور شاعر کی عزت و شہرت دیکھنا برداشت سے باہر ہو جاتی ہے تو کم علم حاسدین معاشرے میں خود کو بڑا ثابت کرنے کے شوق میں تک بندی شروع کر دیتے ہیں یا پھر کسی اچھے شاعر سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں، جو اُن کو شعر کہہ دیتا ہے اور وہ اُسے اپنے نام سے منسوب کر کے شائع کر دیتے یا محفلوں میں پڑھواتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو بھی کسی کھاتے میں سمجھیں۔ مگر ایسی شاعری اور شاعروں کی حیاتِ شعری بہت ہی مختصر ا ہوا کرتی ہے اور ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ فلاں شخص شعر کہہ بھی سکتا ہے یا نہیں، کسی کا اچانک شاعر بن کر سامنے آ جانا کوئی ادبی کرامت نہیں ہوتی بلکہ اُس کی اپنی عزت کی

شامت ہوتی ہے۔ ایسے دھوکہ بازوں کا اصلی چہرہ سامنے لانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ انہیں بحر اور زمین کے علاوہ قافیہ وردیف دے کر کہا جائے کہ وہ سب کے سامنے بیٹھ کر شعر کہیں' وقت مقرر کیا جائے۔ کم از کم سات شعر ایک گھنٹے ہی میں کہہ کر دکھا دیں، یا انہیں نعتیہ یا غزلیہ مشاعرے میں دعوت دی جائے، اس طرح جب وہ اساتذۂ سخن کے درمیان بیٹھ کر اپنا کلام سنائیں گے تو ماہرینِ سخن نہ صرف اُن کی چوری پکڑ لیں گے، بلکہ اُن کو وہیں ٹھنڈا بھی کر دیں گے، جس سے اصل اور نقل کا فرق واضح ہو جائے گا۔

مَیں نے جب شاعری کی ابتداء کی تو اُس وقت میری عمر دس (۱۰) برس تھی۔ جب تیرہ چودہ برس کا ہوا تو فارسی میں ٹوٹے پھوٹے مصرعے جوڑ لیتا تھا۔ میرے اُستادِ محترم حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمہ اللہ عربی اور فارسی ادب کے علاوہ اردو ادبیات پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے۔ مگر طبعًا شعری ذوق بہت کم پایا تھا۔ جب ذرا میری شاعری کی شہرت ہوئی اور حضرت بابو جی رحمہ اللہ کی موجودگی میں میرا کلام محبوب قوال مرحوم پڑھنے لگے۔ تو استاد صاحب کو فکر لاحق ہوئی کہ میری ساری توجہ عربی اور فارسی کی درسی کتب سے ہٹ کر صرف شعری فکر کی نظر ہو جائے گی تو مجھے سختی سے روکنا شروع کر دیا۔ مجھے یاد ہے کہ میں اُس وقت فارسی فاضل کی تیاری کر رہا تھا اور اُس وقت میری عمر چودہ (۱۴) برس کی تھی۔ جب میں شعر گوئی سے باز نہ آیا تو ایک دن استاد صاحب رحمہ اللہ نے پڑھاتے پڑھاتے کتاب بند کر دی اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اگر تو واقعتاً شاعر ہے تو اس مصرعہ پر میرے سامنے شعر کہہ کر دِکھا۔ اُس وقت مولوی ممتاز احمد چشتی میرے ہم سبق تھے۔ ان کو میرے پاس سے اٹھا دیا، ایک گھنٹے کا وقت دے کر چھڑی لے کر میرے آس پاس گھومنے لگ گئے چھڑی کا سر پر منڈلاتا ہوا خوف اور پھر شعر گوئی کا لطیف ذوق ہر چند یہ دونوں متضاد چیزیں تھیں۔ مولوی ممتاز صاحب کو بھی شعر گوئی سے مَس تھا۔ انہوں نے میری مدد کرنا چاہی، مگر استاد صاحب رحمہ اللہ نے انہیں میرے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ مجھے یاد ہے کہ استادِ محترم رحمہ اللہ نے خواجہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ کا یہ مصرعہ بہ طورِ طرح دیا تھا ؎

سینہ مالا مالِ درد است اے دریغا ہمدمے

پورا شعر جو غزل کا مطلع بھی ہے، یوں ہے ؎

سینہ مالا مالِ درد است اے دریغا ہمدمے

جاں زِ تنہائی بجاں آمد خدا را ہمدمے

اِسی زمین میں میرے جدامجد حضرت پیر مہرعلی شاہ قدس سرہٗ نے بھی غزل کہی، جس کا مطلع یہ ہے

سینہ مالا مالِ درد است وبجوید ہر دمے
درد بر دردِ دگر زخمے بجائے مرہمے

مَیں نے اُس وقت جو مطلع کہا وہ یہ تھا ؎

ایکہ نامت بر زبانِ ماغریباں ہر دمے
وے کہ یادت مُونِس ہر بیدلے در ہر غمے

یہ پوری غزل میرے فارسی مجموعہ غزلیات ''عرشِ ناز'' میں چھپ چکی ہے کیونکہ وہ ابتدائی دور تھا، اس لیے بعد میں جب مجموعہ کلام میں اُسے شامل کیا، تو مناسب تبدیلیاں بھی کی تھیں۔ صرف بتانا یہ مقصود تھا کہ میری شاعری کا امتحان لیا گیا کہ مَیں شاعر بھی ہوں کہ نہیں اور جب سامنے بٹھا کر اور سر پر کھڑے ہو کر مجھ سے شعر کہلوائے گئے اور میں بحمدللہ اِس امتحان میں کامیاب نکلا تو اُستاد صاحب کو میرے شاعر ہونے کا یقین ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے سُرخرو کیا اور میں نے یوں ایک گھنٹے میں گیارہ شعر کہہ لیے اور اُستاد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کر دیئے، اشعار پڑھ کر استاد صاحب نے مولوی ممتاز صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''مَیں سمجھتا تھا کہ یہ غلط بیانی سے کام لیتا ہے اور کسی دوسرے سے شعر کہلوا کر اپنے نام سے منسوب کر دیتا ہے۔ مگر آج پتہ چلا کہ یہ کم بخت کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔'' تب جا کر میری جان چھوٹی۔ مَیں نے اپنے استاد بھائی مولوی ممتاز سے استاد صاحب رحمہ اللہ کے تشریف لے جانے کے بعد کہا کہ اگر آج مولانا فتح محمد رحمہ اللہ جیسے سخن گیر ممتحن کے کاغذوں میں میری شاعری ثابت ہوگئی تو ان شاء اللہ کل میرا شاعر ہونا مسلم سمجھو۔ چونکہ میری شاعری کا نہ صرف امتحان ہوا، بلکہ وہ بھی سرِ میدان ہوا۔ اس لیے میں اس شاعر کو تسلیم کرتا ہوں جو میدان میں اُتر کر اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے اور اپنی خداداد علمی وادبی استعداد کا لوہا منوائے۔ بعض لوگ شعر نہ کہہ سکنے کی صورت میں یہ عذرِ لنگ پیش کرتے ہیں کہ بھائی ہم تو آمد کے قائل ہیں آوُرد کے نہیں۔ جب کبھی طبیعت شعر گوئی پر آمادہ ہوتی ہے اور مضامین کا نزول ہوتا ہے تو شعر کہتے ہیں۔ یہ سب دھوکہ ہوتا ہے اور

ایسے لوگ شعر نہ کہہ سکنے کے عیب کو ایسی باتیں کر کے چھپاتے ہیں۔ مشقِ سخن ایسی چیز ہے کہ انسان خلافِ طبیعت بھی شعر کہہ سکتا ہے۔

علامہ سیماب رحمہ اللہ اور اُن جیسے اکابر اساتذۂ سخن کو یہ کمال حاصل تھا۔ کسی نے امتحاناً یا فرمائش کے طور پر چند شعر کہنے پر اصرار کیا تو اگرچہ وہ ذہنی طور پر شعر کہنے کے موڈ میں نہ ہوتے مگر مشقِ سخن گوئی کا یہ حال تھا کہ بات کرنا اور شعر کہہ لینا ان کے لیے برابر تھا۔ زبان و بیان پر قدرتِ کامل شعر گوئی کی بنیاد ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اگر شاعر کی اپنی طبیعت شعر گوئی پر آمادہ ہو تو ایسا کلام ہر اعتبار سے بلند تر ہوتا ہے، مگر یہ کہنا کہ جو فطری طور پر موزوں طبع ہو وہ بغیر موڈ کے شعر کہہ ہی نہیں سکتا۔ یہ بالکل غلط اور خلافِ تجربہ بات ہے۔

مَیں نے چند سطور قبل اپنے بچپن کا واقعہ تحریر کیا، ایک تو طبیعت کے خلاف اور پھر عالمِ ہَر اس میں شعر کہے تھے جیسے بھی ٹوٹے پھوٹے شعر تھے، مگر بحمد للہ اوزانِ شعر سے خارج نہ تھے، بلکہ پورے وزن میں تھے۔ چونکہ میں فطری طور پر موزوں طبع، لَے اور ردَم کی دنیا سے آگاہ تھا، اِس لیے عہدِ طفلی میں بھی مجھے چنداں زحمت نہیں اٹھانا پڑی۔ اب تو بحمد للہ میرے لیے خلافِ طبع شعر کہہ لینا بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ امیر زادے اور بالخصوص پیرزادے چونکہ مرکزِ عقیدت ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی خدمات پیش کر کے جویائے قرب وخوشنودی ہوتا ہے، اِس لیے اِس طبقہ کا کوئی بھی عمل مخدوش ہی ہوتا ہے، بالخصوص شعر گوئی یا نثر نویسی، چاہیے کہ برسرِ عام اِن کا امتحان لیا جائے، پھر پتہ چلے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ آج تک دنیا کو کون دھوکا دیتا رہا۔ اس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر سامنے آجائے گا۔ تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ شعر کو پرکھنا اور اُسے ناقدانہ نگاہ سے دیکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ دیکھا کہ اشعار کے حُسن و قبح پر ایسے لوگ بھی زحمتِ تکلم فرماتے ہیں جن کا دنیائے شعر وادب کی ابجد سے بھی واسطہ نہیں ہوتا شعر کہنا تو بہت دور کی بات ہے۔ شعر کو وزن میں پڑھ سکنے کی توفیق تک نہیں رکھتے، مگر اچھے خاصے پختہ کلام پر تنقید فرماتے نظر آتے ہیں۔ بقول اکبر ؏

شعر کہہ سکتا نہیں اور مجھ کو کہتا ہے غلط
خود زبانِ معترض ہی خارج از تقطیع ہے

شعر وادب کی دنیا میں فنِ تنقید ایک الگ اور جداگانہ موضوع ہے۔ ہر فن کی طرح اس فن کی

بھی اپنی اصطلاحات وقیود ہیں۔ ناقد کو تنقید کرتے وقت درج ذیل باتوں پر نظر رکھنا سخت ضروری ہے محسناتِ کلام، اغلاطِ کلام اور عیوبِ کلام۔

اغلاطِ کلام کی تین قسمیں ہیں۔لفظی، معنوی اور ترکیبی۔ عیوبِ کلام کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ مناقضہ، تقدیم وتاخیر،تعقید (پھر تعقید کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی) تضمین (قدماء کے نزدیک معیوب ہے، جدید شعراء بھی چند شرائط کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں) تخلیع، تخالف، تنافر (لفظی ومعنوی) غرابت، ضعفِ تالیف، عدول، وصل، قطع، تخفیف، تشدید، ممدودہ، مقصورہ، اسکان اور تحریک وغیرہ۔

ان سب اصطلاحات کو مع تعریفات وامثلہ جو شخص جانتا سمجھتا ہو، وہی کسی کے کلام پر تنقید کا حق رکھتا ہے نہ کہ ہر ایرا غیرا جو لفظ تنقید کا لغوی معنی بھی نہ جانتا ہو، چہ جائیکہ اصطلاحاتِ فنِ تنقید مع تعریفات وامثلہ۔ بقول شاعر ؂

قابلیت ہو تو دیدارِ جمال اچھا ہے
ورنہ اِس کوچے کا پھر ترکِ خیال اچھا ہے

جیسا کہ ہم نے سابقاً عرض کیا کہ باشعور اور باذوق لوگ اچھے شعر کو سمجھتے بھی ہیں، اُس کی تعریف بھی کرتے ہیں، اِس کے برعکس ایسا کور ذوق اور بے علم طبقہ بھی پایا جاتا ہے جو شاعری کو ایک فضول کام سمجھتا ہے۔ مگر ایسے لوگوں کی شعر کے بارے میں یہ رائے قطعی طور پر بے وقعت اور بے معنی ہے، کیونکہ کلام موزوں کا مرتبہ اپنی جگہ ایک مسلمہ امر ہے، جس کی تاثیر سے انکار ممکن نہیں۔ ابتدائے آفرینش سے سلسلہ شروع ہوا اور رفتہ رفتہ ایک باقاعدہ فن بن کر سامنے آیا۔ ہر ملک ہر تہذیب اور ہر زبان میں شعر گوئی کو ایک مخصوص مقام حاصل رہا اور شاعروں کو امتیازی نظر سے دیکھا گیا۔ جہاں اوراقِ عالم کی صفحہ گردانی اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے، وہاں دنیائے اسلام میں بھی اس کو بہ نگاہِ استحسان دیکھنے کے شواہد ملتے ہیں۔

قرآنِ مجید نے جس شاعری اور جن شاعروں کی پیروی سے روکا ہے، وہ ایک مخصوص ڈگر کی شاعری تھی۔ جس میں اخلاقی اقدار اور توحید ورسالت کی تعلیمات کے برعکس عریانی فحاشی اور غیر اخلاقی مضامین کو بیان کرنا اُس عہد کا دستور بن چکا تھا۔ غیر اللہ کی طرف رغبت، اسباب پر انحصار اور اصنام کی تعریف وتوصیف کا عنصر بھی اُس شاعری کا جزوِ اعظم تھا۔ ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ

الْغَاوُونَ﴾ اسی بات کی طرف اشارہ ہے سبع معلقات اگرچہ زبان اور بیان کے اعتبار سے عربی میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اشعار کی سلاست، الفاظ کا رکھ رکھاؤ، حسنِ بیان، محاورات کا بَرمحل استعمال اور مضمون آفرینی اگرچہ ان کا طرۂ امتیاز ہے، مگر قرآن وسنت کے مفاہیم عالیہ کے سامنے اُس دور کی ساری شاعری خاک کے برابر بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ نے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے منع فرمایا، مگر اُس دور میں فخر بالآباء کا دستور عام تھا یہاں ہم سبع معلقہ میں سے ایک معلقہ کے چند اشعار مع ترجمہ نمونہ کے طور پر نقل کرتے ہیں، تا کہ قارئین سمجھ سکیں کہ جس شاعری سے قرآن مجید نے منع فرمایا، وہ شاعری کیسی تھی اور اُن شاعروں کے دماغوں میں کس قدر بوئے نخوت تھی۔ وہ کس قدر اُجڈ، ضدی اور گنوار قسم کی ذہنیت کے مالک تھے۔ یہ قصیدہ عمرو بن کلثوم کا ہے ؂

۱۔ الا لا یعلم الاقوام انا
تضعضعنا وانا قد ونینا

''خبردار کوئی قوم بھی یہ نہیں جانتی کہ کبھی ہم نے عجز وانکسار کیا ہو یا کبھی اپنے کام میں سستی برتی ہو۔''

۲۔ الا لا یجهلن احدٌ علینا
فنجهل فوق جهل الجاهلینا

''خبردار ہم سے کوئی جہالت کا معاملہ نہ کرے، ورنہ ہم (اُن کے ساتھ) جاہلوں کی جہالت سے بڑھ کر جہالت کریں گے۔''

۳۔ ورثنا مجد علقمة ابن سیفٍ
اباح لنا حصون المجد دینا

''ہم نے وراثت میں علقمہ بن سیف (سردارِ قبیلہ) کی بزرگی پائی اور اُس نے ہمارے لیے بوجہ قہر وغضب عزت وبزرگی کے قلعے جائز کر دیئے۔''

٤۔ ونشربُ ان وردنا الماء صفوًا
ویشربُ غیرُنا کدرًا وّطینا

''جب ہم پانی (کے گھاٹ) پر پہنچتے ہیں تو پہلے ہم صاف ستھرا پانی پی لیتے ہیں اور بعد میں دوسرے لوگ بچا ہوا میلا اور مٹی والا پانی پیتے ہیں۔''

۵۔ الا ابلغ بنی اطماح عنّا
ودعمیًّا فکیف وجد تمونا

''ہماری طرف سے بنی طماح ودعمی (دوعرب قبائل) کوخبر پہنچا دے کہ انہوں نے ہمیں جنگ کے معاملے میں کیسا پایا۔''

٦۔ ملأنا البر حتی ضاق عنّا
ونحن البحر نملأہٗ سفینا

''ہم نے تمام روئے زمین کی خشکی کو اپنی فوج سے ایسا بھر دیا کہ وہ (باوجود وسعت کے) ہم پر تنگ ہوگئی اوراس طرح ہم نے سمندر کو اپنے قبیلے کی کشتیوں سے بھر دیا۔''

۷۔ اذا بلغ الفطام لنا صبیی
تخر لہ الجبابر ساجدینا

''جب ہمارا بچہ دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو دوسری اقوام کے بڑے بڑے نامور سردار اُس کے سامنے سجدہ ریزی کرتے ہیں۔''

۸۔ لنا الدینا ومن اضحی علیھا
ونبطش حین نبطش قادرینا

''دنیا اور تمام دنیا والے ہماری مملکت ہیں اور جس وقت ہم کسی کو پکڑتے ہیں اپنی قوت سے پکڑتے ہیں اور چھوڑتے بھی نہیں (ہمیں اس پر پوری قدرت حاصل ہے)۔''

مندرجہ بالا اشعار پڑھ کر انسان کے ذہن میں وہ تصورِ انسانیت نہیں اُبھرتا، جس کا خاکہ قرآن وسنت نے کھینچا ہے، بلکہ ذہن اس قسم کے اشعار سن کر تہذیبی اقدار کے بجائے اکھڑ پن، رعونتِ نسبی اور رذیل صفات کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ اس لیے رسالت مآب ﷺ نے ایسے کلام کو پسند فرمایا اور اس کی تعریف فرمائی جس میں دانائی، دلیل اور حکمت ہو اور جسے پڑھ یا سن کر انسان کا ذہن اخلاقی پستیوں کی دلدل سے نکل کر عالی ظرف، بلند حوصلگی اور صفاتِ عالیہ کی رفعتوں کو چھونے لگے۔ عربی ادب کی نسبت فارسی ادب ایسے اشعار سے بھرا پڑا ہے، جس میں بلند فکر اساتذۂ سخن نے اپنے فطری جوہر دکھاتے ہوئے اس خوبصورتی سے ایک مصرع بہ صورتِ دعویٰ اور مصرع ثانی بہ طورِ دلیل پیش کیا ہے کہ عالی اذہان مسحور ہو کر رہ جاتے ہیں اور اُن کی نادرہ زائیاں اور

بلند خیالیاں دیکھ کر بے اختیار سبحان اللہ العظیم کہہ اُٹھتے ہیں۔ یوں تو دعویٰ اور دلیل کے ساتھ اشعار کہنے والوں کی تعداد بہت ہے، مگر جو اِس میدان کے شہسوار سمجھے جاتے ہیں اُن میں صائب تبریزی، مولانا غنی کاشمیری، مرزا عبدالقادر بیدل اور مولانا جلال الدین رومی کے اسمائے گرامی سرِفہرست ہیں۔

اُردو شعراء اگرچہ یہ انداز پیدا نہ کر سکے۔ شاید اس کی وجہ اُردو زبان کی تنگ دامانی ہے۔ بہرحال پھر بھی میر ببر علی انیس، مرزا سلامت علی دبیر، خواجہ آتش، ناسخ، مصحفی اور اُستاد ابراہیم ذوق کے نام لیے جا سکتے ہیں مولانا غلام قادر گرامی جالندھری رحمہ اللہ کی فارسی رباعیات میں یہ جھلک پائی جاتی ہے اور پھر علامہ اقبال کے اُردو کلام کی نسبت فارسی کلام میں یہ انداز پوری قوت کے ساتھ جلوہ فرما نظر آتا ہے۔ جہاں تک بزرگانِ دین اور صوفیاء کے کلام کا تعلق ہے تو ایسے لوگوں کے کلام کے سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اِن میں سے بعض وہ حضرات ہیں، جو شاعری کو محض اظہارِ مدعا کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اُسی حد تک شعر کہہ لیتے ہیں، اُن کا کلام شعری محاسن کا شاہکار نہیں کہلا سکتا۔ مگر وہ دوسرے میدان کے شہسوار ہوتے ہیں۔ مثلاً فقہ، حدیث، تفسیر اور دوسرے فنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ اور اُنہیں شعر گوئی کا کوئی دعویٰ بھی نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں اگر ان کی شاعری میں وہ فنی کمالات نہ بھی پائے جاتے ہوں جنہیں ماہرین اساتذۂ سخن نے لازمہ سخن قرار دیا ہے تو یہ کوئی اتنا بڑا عیب نہیں کہ جو قابل درگزر نہ ہو۔ اگر اُن کا کوئی مصرع ساقط الوزن ہو، یا ان کا کوئی شعر غرابتِ لفظی کا شکار ہو، ایطائے خفی یا جلی کی زد میں ہو تقابلِ ردیف کا عیب ہو، یا وہ پوری قوت سے بات نہ کہہ پائے ہوں۔ کسی مصرعے کی چول ڈھیلی ہو۔ مضمون کمزور ہو۔ بلند خیالی نہ پائی جاتی ہو، یا شعر میں جاذبیت مفقود ہو۔ تو ایسے صوفیاء کے کلام کو سنتے اور پڑھتے وقت درگزر سے کام لینا چاہیے اور یہ خیال کرنا چاہیے کہ انہوں نے دوسرے علمی میدانوں میں جو فطری جوہر دکھائے ہیں، وہ بھی اپنی جگہ وقیع ہیں۔ بعض ناقدین نے مولانا رومی رحمہ اللہ اور کچھ اُردو اور پنجابی صوفی شعراء کے کلام پر انگشتِ تنقید اٹھائی اور اُسے شائع بھی کیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے تمام صوفیاء کا کلام معیارِ سخن گوئی پر کما حقہ، پورا اترتا ہے، کیونکہ میں خود بھی اِس دنیا سے اچھا خاصا تعلق رکھتا ہوں، اس لیے ایسے جلد باز ناقدین سے اتنا ضرور کہوں گا کہ میں ان کے کلام کو بحوالہ شاعری محاسنِ سخن کا شاہکار نہیں کہتا۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ بعض مصرعے ایسے بھی کہہ گئے کہ جن پر پورا ادب قربان

کیا جا سکتا ہے چند اشعار اور مصاریع بطورِ ثبوت ملاحظہ ہوں۔

شاہ نیاز بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؏

نہ مقامِ گفتگو ہے نہ محلّ جستجو ہے
دلِ بے نوا نے میرے جہاں چھاؤنی ہے چھائی

بلے شاہ رحمہ اللہ کا یہ مصرعہ ؏

دِن اگے دھرو دوال نی، میرا پیا گھر آیا، لال نی

یہ مصرع ایسا ہے کہ پورے عربی فارسی اردو اور پنجابی ادب میں یہ مضمون کسی اور نے بیان نہیں کیا اس مصرعہ کے مضمون کی رفعت اور پھر کیفیت و مستی کو ذرا ناقدین حضرات بچشم غور دیکھیں اور پھر انصاف سے فیصلہ دیں کہ کیا وہ ایسا ایک مصرعہ خود بھی کہہ لینے کی توفیق رکھتے ہیں۔ سیف الملوک کے مصنف اور مشہور پنجابی شاعر میاں محمد رحمہ اللہ کھڑی شریف والوں کا یہ شعر ؏

کرنا کرنا ہر کوئی آکھے میں وی آکھاں کرنا
جس کرنے وچ خوشبو ناہیں اُس کرنے کی کرنا

ناقدین اب بولیں کہ ایک پنجابی شاعر نے کرنا اور کرنے کی تکرار سے مضمون میں جو لطف پیدا کیا اور کرنا پھول کو بطورِ علامت استعمال میں لاتے ہوئے، جو خوبصورت نتیجہ نکالا ہے، کیا ایسا شعر آپ بھی کہہ سکتے ہیں؟ یا صرف تنقید ہی کر سکتے ہیں۔

میاں محمد رحمہ اللہ کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو ؏

جی کردا تینوں کول بٹھا کے درد پرانے چھیڑاں
ہجر ترا جے پانی منگے کھوہ نیناں دے گیڑاں

مجھے کوئی شخص ''کھوہ نیناں دے گیڑاں'' کا خیال اور یہ ترکیب عربی، فارسی اور اُردو ادب سے نکال کر تو دکھا دے۔

اِسی طرح حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ نے بھی کلام کہا ہے اور اپنے اپنے موقع ومحل کے اعتبار سے خوب ہے، مگر آج بڑے سے بڑا ناقد ذرا درج ذیل شعر کو پڑھے اور پھر اس کا جواب لا کر دکھائے ؏

سبحان اللّٰہ ما اجملك ما احسنك ما اکملك

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا، گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

میرے نزدیک بلاشبہ یہ وہ شعر ہے کہ جس پر پورے ادبیاتِ عقیدت کی دنیا قربان کی جاسکتی ہے۔ یہ بات مَیں خوشامدانہ طور پر نہیں کہہ گیا کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ میرے پردادا ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ہر ذی رُوح کی جان ہے۔ یہ وہ شعر ہے کہ جسے بار بار سننے سے ایسا لطف پیدا ہوتا ہے کہ جس کا بیان کرنا اُس کے لطف کو کھو دیتا ہے۔ مَیں نے جو کچھ کہا وہ ایک شاعر اور عربی، فارسی اور اُردو ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناتے سے کہا۔ کسی انسان کی بے جا تعریف میری عادت میں داخل ہی نہیں چاہے وہ کوئی شیخ ہو، عظیم صوفی ہو یا کوئی اور صاحبِ فن ہو، بالخصوص علم وادب کی دنیا میں اگر کوئی شعر کمزور ہوگا تو ببانگِ دُہل کہوں گا کہ اِس میں فلاں فلاں عیوب ہیں اور یہ معیارِ شعر سے گرا ہوا ہے، چاہے وہ جس کا بھی کلام ہو۔ مَیں صوفیاء کے کمزور اور بے وزن اشعار کو عارفانہ کلام کی چادر میں ڈھانپنے کا قائل نہیں، بلکہ جس کا جو شعر یا جو مصرعہ جس درجے کا ہو اُس کے مطابق اُس کا تجزیہ کرنے کا قائل ہوں۔

جن لوگوں کا خیال ہے کہ نظم ونثر میں محض ابلاغ مفہوم ضروری ہے زبان وبیان اور دیگر لوازمِ فن کا ہونا چنداں ضروری نہیں، میرے نزدیک یہ عجزِ بیان کا خاموش اعتراف ہوتا ہے۔ ایسی تحریر یا ایسے شعر زیادہ دیر زندہ نہیں رہتے۔ عقیدت مندی کی رَو میں بہہ کر کسی کی نظم یا نثر کو پڑھ لینا اور بات ہے مگر کسی کی نظم یا نثر کا شہ پارۂ ادب قرار پانا بالکل اور بات ہے۔ نظم ونثر یا خطاب وہ ہوتا ہے جس کی تعریف دشمن کرے۔ قرآن مجید کو محض مسلمان عقیدت مندوں کے لیے ہی نازل نہیں کیا گیا کہ وہ اِسے صرف چوم کر اعترافِ عظمت کرلیا کریں، بلکہ یہ ہدایت کا آخری پیغام ہونے کے ساتھ ساتھ اُن سر پھرے اور بزعمِ خویش زبان وبیان کے ٹھیکداروں کے لیے ایک عظیم چیلنج بھی تھا، جنہیں اپنی فصاحتِ لسانی اور زبان دانی پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کہا کہ تم میری ایک سورۃ کے مقابلے میں کوئی سورۃ کہہ کر تو لاؤ مگر وہ کسی صورت بھی ایسا نہ کر سکے۔ ہم چونکہ مسلمان ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید کا ایک ایک لفظ اپنے اندر ایک جہانِ معنیٰ لیے ہوئے ہے اور اس کتاب میں ساری کائنات کے اسرار ورموز کا بیان موجود ہے، مگر مشرکینِ مکہ قرآن کی معنویت کے قائل نہیں ہوئے، کیونکہ اُن کے نزدیک اِس میں ایسی بے شمار باتیں ہیں، جو دوسرے انسان بھی کہہ سکتے ہیں، گویا معنیٰ اور مفہوم کے اعتبار سے اُن کے نزدیک آیاتِ قرآنیہ اس قدر بلند نہ تھیں مگر

جس چیز نے اُنہیں عاجز کر دیا، وہ قرآن کا اسلوبِ بیان، فصاحت و بلاغت، لفظوں کا رکھ رکھاؤ، خوبصورت جملوں اور مختصر الفاظ پر مشتمل آیات کی اثر انگیزی وغیرہ تھی۔ اِسی لیے قرآن نے فـاتـوا بـسـورۃٍ من مثلہ کے الفاظ میں چیلنج دیا۔ اگرچہ آیت الفاظ ومعانی دونوں سے تشکیل پاتی ہے، لیکن یہ چیلنج معانی ومطالب کے اعتبار سے نہیں، بلکہ الفاظ اور جملوں کے اعتبار سے تھا، کیونکہ فصحائے عرب کو معانی کے مقابلے میں الفاظ پر زیادہ ناز تھا، جیسا کہ اس مقالے میں دیئے گئے عربی اشعار کے مفاہیم سے واضح ہے۔ بعض آیات کے مفاہیم عام سہی، مگر اُن کی ادائیگی کے لیے جن الفاظ کو منتخب کیا گیا اور پھر انہیں جس سلیقے سے نظم کیا گیا بلاشبہ وہ انسانی ذہن کے لیے الفاظ ومعانی کا ایک حیرت خانہ ہے۔ چنانچہ مشرکین مکہ اگرچہ قرآنی مطالب ومفاہیم عالیہ پر تو ایمان لانے سے رہے، مگر قرآن کی معجز بیانی کے آگے اپنی گردنیں خم کر دیں اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ محض ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مفہوم بیان کر دینے سے شعر گوئی یا نثر نویسی یا خطابت کا حق ادا نہیں ہو جاتا، بلکہ قرآن مجید کا اسلوبِ بیان اور فصاحت و بلاغت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحرِ زخار یہ دعوت دیتا ہے کہ اے انسان! اگر تو نے کچھ لکھنا یا بولنا ہی ہے تو کسی ڈھنگ سے لکھا اور بولا کر، کیونکہ ہم نے تجھے قوت گویائی کے جوہر عطا کیے ہیں، چاہے شعر کہہ، نثر لکھ یا خطاب کر، مگر یہ سب کچھ اِس ڈھنگ سے پیش کر کہ پڑھنے سننے والا بے ساختہ پکار اٹھے ؎

اعجاز بیانی سے پتا چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتا چلتا ہے
طاقت ہے ترے ذہن کے پیچھے کوئی
القائے معانی سے پتا چلتا ہے

بات چونکہ شعر گوئی کے حوالے سے چلی تھی، اس لیے اِس کے متعلق جملہ پہلوؤں سے بات کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ کلام کہنے سننے اور پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے جس کلام کو افصح العرب والعجم ﷺ نے پسند فرمایا اور وہ ایسے اشعار ہیں، جو دانائی، دلائل اور حکمت سے بھرے ہوئے ہوں۔ تاکہ قاری کا ذہن اُن سے کچھ حاصل کرے۔ فلمی گانوں، بے ہودہ اور بازاری قسم کے اشعار اور موسیقی سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ کیونکہ ایسا کلام اور موسیقی سننا گناہ ہے، جس سے ہوائے نفس بڑھے اور انسان انابت الی اللہ کے بجائے لہو ولعب میں کھو کر رہ جائے۔ ایسے عالی اشعار کا اِشعار اُنہی

لوگوں سے ممکن ہے، جو خود باشعور ہوں اور عالی ذہن شعراء کا کلام سمجھنے کی فطری استعداد کے حامل ہوں۔ آخر میں خواجہ آتش کا وہی مصرعہ دہرا کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ ؏

شعر گوئی کام ہے آتش! مرصع ساز کا

یا یہ کہ ؏

بہترین گوہرِ گنجینۂ ہستیست سخن
گر سخن جاں نبود، مُردہ چرا خاموش است

''انسان کے لیے خزانہ ہستی کا بہترین موتی سخن (بات کرنا) ہے۔ اگر سخن روح کا درجہ نہیں رکھتا تو پھر مردہ کس لیے خاموش ہے۔ گویا مُردے کا نہ بول سکنا ہی اُس کی سب سے بڑی دلیل مرگ ہے۔''

میں نے اسم محمد ﷺ کو لکھا بہت

نعتیہ مجموعہ

سلیم کوثر

ناشر

امیرہ پبلی کیشنز، کراچی

حفیظ تائب

دیں ہمہ اوست اور نصیر الدین نصیر کی نعت

''دیں ہمہ اوست'' میں شامل حمدیہ اور نعتیہ قصائد فارسی شاعری کی تمام ارتقائی صورتیں سامنے لاتے ہیں۔ ان میں حلاوت بھی ہے اور شوکت بھی۔ وفورِ عقیدت بھی ہے اور شعورِ حقیقت بھی۔ فکر کی شائستگی اور بیان کی برجستگی نے ہم آہنگ ہو کر ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے۔ مضامین کی فراوانی اور جذبات کی روانی نظر افزا و دلکشا ہے اور سلامت کا یہ رنگ ؏

تفسیرِ صحیفۂ رسالت
سرخیل پیمبرانِ عالم
توقیر قلمروِ نبوت
منزلِ گہِ کاروانِ عالم
سرمایہ افتخارِ ہستی
پیرایۂ گلستانِ عالم
ذاتے کہ در و صفاتِ یزداں
نامے کہ از ونشانِ عالم
جانے کہ فروغ اوست اَجسام
جسمے کہ بہ اصل جانِ عالم

سید نصیر فارسی نعت میں بدلتی ہوئی کائناتِ انسانی کو رسالتِ مآب ﷺ کی رفعتوں اور عظمتوں کے تناظر میں دیکھ کر رنگ جدید کی بھی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں ؏

چشمے کہ دہد و در ہر گردش فرمانِ تغیر عالم را
گوشے کہ حدیث دل شنود بے حرف و صدا سبحان اللہ
در تذکرۂ معراجِ نبیؐ پیدا ست ز آغازِ سورت
دیدش چو بہ اوجِ عبدیت خود گفت خدا سبحان اللہ

ہر جلوہ بہ شوقِ دیدارش گردِ رخِ پاکش ہالہ زناں
ہر منظر بہر تقدیمش آراستہ جا سبحان اللہ

ماہیا انہوں نے فارسی میں بھی لکھا ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ سے اپنے تعلق خاطر کا خوب خوب اظہار کیا ہے۔ ان کا فارسی ماہیا محض ایک صنفی تجربہ نہیں رہا، اس میں پنجابی ماہیے والی کیفیات بھی شامل ہوگئی ہیں۔ تین بول نموناً درج کیے جتے ہیں ؂

آن ذرّہ نوازِ من
شانِ عجبے دارد سلطان حجاز من
از بہر ثنا خوانی
اے نغمہ گرِ فطرت! کن سلسلہ جنبانی
چشم است براحسانش
از حشر چہ غم دارد وابستہ دامانش

اتنی عظیم اور آگے ہی آگے بڑھتی روایت میں کسی شاعر کا امتیاز پیدا کر لینا، کوئی معمولی واقع نہیں، مگر سید نصیر نے یہ مرحلہ جس سہولت سے طے کیا ہے اُس کی چند وجوہات میری سمجھ میں آتی ہیں۔ وہ نابغہ ٔروزگار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی ذہانت کے ساتھ طبع سلیم، نگاہِ نکتہ سنج اور وافر ذوق وشوق سے نوازا ہے۔ تصوف کا چشمہ ان کے گھر میں ابلتا ہے اور تصوف برائے شعر گفتن خوب است۔ جذب وانجذاب ان کے خونِ خمیر میں شامل ہے۔ معنوتِ دو جہاں سے انہیں دوہرا تعلق ہے۔ نسبی بھی اور قلبی بھی۔ علومِ دینیہ پر انہیں عبور ہے۔ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی ادبیات کا خاطر خواہ مطالعہ رکھتے ہیں۔ شب بیداری اور جگر کاری اُن کے مزاج کا حصہ ہے۔ طبیعت میں لطافت ونفاست بدرجۂ اتم موجود ہے۔ شائستگی فن انہیں فارسی میں رباعیات وغزلیات کہنے اور بے ساختگی اظہار انہیں اردو غزل کے وسیلے سے حاصل ہو چکی ہے۔ جذبات وحقائق کی ہم آہنگی کا ڈھنگ انہیں صوفیانہ اور عالمانہ روایات کی یکجائی سے ملا ہے۔ مشقِ سخن کا یہ عالم ہے کہ ۱۹۸۲ء میں فارسی رباعیات کا مجموعہ ''آغوشِ حیرت'' شائع ہوا اور تین سو کے قریب اردو غزلیات کا مجموعہ ''پیمانِ شب'' ۱۹۸۳ء میں سامنے آ گیا، جسے آگر دونعت کی تشبیب کہا جا سکتا ہے۔

سید نصیر اپنی خوش بختی، ممدوح اور خدائے ممدوح کی نوازشات کے علاوہ دستبردِ زمانہ سے آزاد

ہونے کا اظہار برملا کرتے ہیں ؎

عشق نبیؐ کی ان میں لکیریں بھی کھینچ دیں
روزِ ازل خدا نے ہمارے بنا کے ہاتھ
دامن رسولؐ کا مرے ہاتھوں میں آ گیا
یہ ہاتھ شاہ کے ہیں نہیں بے نوا کے ہاتھ
اُن کے نوازشات کا ہے میرے سر پہ ہاتھ
کہتا ہوں رکھ کے مَیں درِ خیر البشرؐ پہ ہاتھ
مَیں طائرِ ریاضِ رسول امام ہوں
صیاد کیا بڑھائے مرے بال و پر پہ ہاتھ
اب اور اس جہان میں کیا چاہیے مجھے
میرے بڑوں کی نیک دعا میرے ساتھ ہے
چادرِ زہراؓ کا سایہ ہے مرے سر پر نصیر
فیضِ نسبت دیکھئے نسبت بھی زہرائی ملی

اس نسبی افتخار اور سپاسِ عطا کے باوجود وہ حضور علیہ السلام سے تعلق خاطر کو نعت کی اساس سمجھتے ہیں اور اس فکری راز کو ظاہر کرنے پر مائل بھی ہیں اور گریزاں بھی ؎

ہر اشک ایک رمز ہے، ہر آہ ایک راز
پوچھے نہ کوئی ان کے مرے درمیاں کی بات
ان کا تصور اور یہ رعنائیِ خیال
دل اور ذہن محوِ پذیرائیِ خیال
مرکز میں اک وہی مرے ذوقِ خیال
یکتا ہیں وہ تو چاہیے یکتائیِ خیال
ان کے خیال میں نہ کسی کو شریک کر
وہ ہوں تو فرضِ عین ہے تنہائیِ خیال
ویراں سا ہو چلا تھا مرا ذہنِ نارسا

ہے ان کے ذکر سے چمن آرائیِ خیال

وہ بارگاہِ رسالت میں قدرتِ کلام کی اوقات سے بھی باخبر ہیں، اس لیے فوراً اعترافِ عجز پر مائل نظر آتے ہیں، یہاں اور چارہ بھی کیا سوجھے جبکہ حرف خود اس بارگاہ میں جھک کر عجز کا اقرار کرنے لگتے ہیں ع

حروف عجز کا اقرار کرنے لگتے ہیں
لکھے گا نعتِ رسول انام کیا کوئی

سید نصیر کے نعیہ کلام میں قصیدہ بھی ہے، میلادیہ ترکیب بند بھی اور معراجیہ منظومات بھی، مگر انہوں نے زیادہ فائدہ غزل کی اُس روایت سے اٹھایا جو امیر و داغ اور ان کے تلامذہ کے بعد کسی حد تک نظر انداز ہوگئی تھی۔ اصل میں مولانا ظفر علی خان کے بعد، حقیقت نگاری کی شعوری کوشش میں، نعت کے لیے زیادہ تر قصیدے کا قالب پسند کیا گیا یا پھر قصیدے اور غزل کے امتزاج سے نئی نعت کی تشکل ہوئی۔ عصری تقاضے پورے کرنے کے لیے نظم سے بھی استفادہ کیا گیا۔ اس ارتقائی عمل میں نعت نَو بَنو مضامین سے مالا مال ہوگئی، مگر شیفتگی اور دردمندی نسبتاً کم ہوگئی۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے کچھ شعراء نے نعت گوئی کا رشتہ پھر تغزل کی روایت سے بحال کرنے کی ضرورت محسوس کی......سید نصیر کو غزل گوئی سے طبعی مناسبت ہے، اسی لیے وہ نعت کا رشتہ امیر، داغ، اسیر و جلیل اور بیدم کی متغزلانہ روایت سے جوڑ کر اسے آگے بڑھاتے نظر آتے ہیں۔ جولانی طبع کا یہ عالم ہے کہ دوغزلہ، سہ غزلہ، چہار غزلہ کہہ کر بھی طبیعت نہیں بھرتی تو قافیہ بدل کر طبع آزمائی شروع کر دیتے ہیں۔ مضامین کی بوقلمونی اور بیان کی رنگنی و بے ساختگی ہر کہیں ساتھ دیتی ہے۔ بعض اساتذہ کی غزلوں کی زمینوں میں بھی نعتیں کہی ہیں اور ان میں نو بنو مضامین کے انبار لگا دیئے ہیں۔ کئی نئی زمینیں بھی نکالی ہیں۔ نئی نئی ردیفوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اکثر غزلیں بڑی شوق افزا ہیں۔

اردو قصیدہ اس لحاظ سے نادر ہے کہ اس کی تشبیب میں روحِ حسان رضی اللہ عنہ سے خطاب ہے اور تشبیب بجائے خود مدح بن کر سامنے آتی ہے ع

تو نے اس ذاتِ گرامی کا زمانہ پایا
تیری توصیف میں جبریل امیں کا ہے شمول

منبر نعت کی تو نے ہی صدارت پائی
شعر تیرے صف اعداد پہ تھے سیف مسلول
نرم لہجے میں وہ باتیں، وہ تبسم ان کا
حافظے میں ترے موجود ہیں وہ رنگ وہ پھول
اک ذرا اس شہِؐ خوباں کے خدوخال بتا
جس کا جلوہ ترے اشعار کی ہے شانِ نزول

جواباً روحِ حسان رضی اللہ عنہ چودہ صدیوں کے فاصلے پر کھڑے ہوئے اپنے اس مقتدی کو نعت کے رموز و نکات سے آگاہ کرتی ہے اور اپنا پیغام اس شعر پر ختم کرتی ہے ؎

گرمی عشقِ بلالؓ حبشی پیدا کر
کہ بنے سینہ ترا مہبط انوارِ رسولؐ

قصیدے میں رنگِ جدید کی خاطر خواہ نمائندگی ہوئی ہے۔ مدح کے دو شعر دیکھئے

تیرے قربان، تری یاد کے لمحوں پہ نثار
میرا سرمایۂ ہستی ہے ترے پاؤں کی دھول
مری ہستی، مری مستی، مرا ایماں، مرا ذوق
ہے یہ سب کچھ ترے فیضانِ کرم پر محمول

قصیدے جیسی سَج دَھج اور مضمون آفرینی ''سبحان اللہ'' ردیف والی تینوں غزلوں اور کئی دوسرے غزلیہ شعروں میں بھی ملتی ہے جیسے ؎

وہ ذات زینتِ افلاک وصبح گاہِ ازل
کہاں کا نور تھا، لیکن ہوا ظہور کہاں
ہم عدم تھے ترے نسبت سے ملا ہم کو وجود
ہر نفس کرتا ہے انسان کا اقرارِ حیات

مضامین سیرت سے استفادہ جو عصرِ حاضر کی نعت کا امتیاز و اعزاز ٹھہرا ہے، اس کی نہایت عمدہ و دلنشیں صورتیں سید نصیر کے ہاں ملتی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی روحانی و عمرانی فتوحات اور تعلیمات کا تذکرہ بھی انہوں نے جا بجا چھیڑا ہے۔ مگر اور حنبل اور نیچرل انداز میں جو شاعر کے تخلیقی مزاج سے کاوش

وکوشش کے بغیر بے تکلفانہ نمودار ہوا ہے۔ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں ؎

ترے جمال نے بخشا تصورات کو نور
ترے خیال نے ذہنوں کو استوار کیا
ہے علم خیر کثیر اور زر متاعِ قلیل
یہ راز تو نے زمانے پہ آشکار کیا
تجھی نے قصرِ امارت کو کر دیا مسمار
تجھی نے خلعت شاہی کو تار تار کیا
گھٹا دیا تری ہیبت نے قدر رعونت کا
بتوں پہ، کفر پہ، فرعونیت پہ وار کیا
تری نگاہِ کرم نے اسے تسلی دی
وہ آنکھ جس کو زمانے نے اشکبار کیا
لرزہ براندام ہیں ہر دَور کے لات ومنات
کفر کی ظلمت ہے لرزاں ان کا جلوہ دیکھ کر
سرد مہری کے سوا خلق میں کچھ اور نہ تھا
تیرے آنے سے بڑھی گرمی بازارِ حیات

انہوں نے فکر اقبال سے بھی اخذِ فیض کیا ہے، مگر اپنا رنگ ایسے استفادے میں بھی برقرار رکھا ہے۔ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یاز نورِ مصطفیٰؐ اُو را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ است

سید نصیر اس نورِ شمائل کی تلاش کا ذکر یوں کرتے ہیں ؎

حاصلِ زیست ہے اُس نورِ شمائل کی تلاش
چشمِ مشتاق کو ہے جلوۂ کامل کی تلاش

جلوۂ حسنِ بقا ڈھونڈھ رہی ہے دنیا
نورِ محبوبؐ خدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

حضور علیہ السلام کے غلاموں، بالخصوص حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ذکر میں ان کا رنگ حضرت علامہ اقبالؒ سے بہت مماثل لگتا ہے ؏

ہے ان کی زمیں اور فلک اور سماں اور
بے شک ہے محمدؐ کے غلاموں کا جہاں اور
آواز کہاں فرش سے تا عرش گئی ہے
واللہ بلالؓ حبشی کی ہے اذاں اور
یہ سوز، یہ گداز، یہ پرواز، یہ اثر
پہنچی ملائکہ میں بلالی اذاں کی بات

ذات سے خالق کائنات کے سفر میں، جادۂ رسالت پر آنکھیں کھول کر چلنے کی تلقین یوں کرتے ہیں ؏

قدم راہِ محمدؐ میں نہ بہکیں
خدا کو یاد کر اپنی خبر رکھ

صوفیانہ اندازِ نظر کی بدولت، کبھی چہرہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ آئینہ قرار دیتے ہیں، جس میں ذات وصفات کے جلوے نظر آتے ہیں اور کبھی تمام مظاہرِ قدرت میں جمالِ رسالت کی جلوہ گری محسوس کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا روئے منور، مصدرِ رعنائی وزیبائی ہے اور اُسی سے ہی قلب وذہن کو روشنی ملتی ہے۔ اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ جس دل میں جلوۂ رسالتؐ سے رونق ہے اُسے کسی جلوۂ دیگر کی احتیاج نہیں رہتی ؏

شبیہِ مصطفوی پر نثار ہیں آنکھیں
نظر کو اور کوئی آئنا نہیں معلوم
چاند تارے شب معراج کے شاہد ٹھہرے
ہم نے ان آئنوں میں ان کا سراپا دیکھا
عکسِ روئے مصطفےٰؐ سے ایسی زیبائی ملی

کھل اٹھا رنگ چمن پھولوں کو رعنائی ملی
اے میرے دل، تیری رونق ہے جمالِ مصطفےٰؐ
عالم فانی کے جلووں کا تمنائی نہ ہو
انؐ کا جلوہ تو ہر اک شئے ہے ظاہر باہر
آنکھ اللہ نے دی ہے تو نظر پیدا کر
دلِ باشعور ہے منہمک رخِ مصطفےٰؐ کے خیال میں
مرا ذہن جس سے دمک اٹھا یہی روشنی کی کرن تو ہے

دربارِ رسالت میں حاضری اور حضوری کی تمنا ہر امتی کے سینے میں موجزن رہتی ہے، مگر اس کا انحصار وسائل پر نہیں حضور علیہ السلام کی عنایت پر ہے۔ سید نصیر بھی بابِ حرم تک اپنی رسائی کو حضور علیہ السلام کی ایسی عطا سمجھتے ہیں، جو انہیں اپنی اہلیت کی بجائے بزرگوں کی دعاؤں سے نصیب ہوئی۔ برملا کہتے ہیں ع

ارضِ حجازِ پاک کہاں اور مَیں کہاں
اُن کی نگاہ اُن کی عطا لے گئی مجھے
بابِ حرم نصیر بہت دور تھا، مگر
اُس تک مرے بڑوں کی دعا لے گئی مجھے

شہرِ محبوبؐ کی محبت اس حد تک پہنچی ہے کہ وہاں کی ہوا ہر بیماری کا علاج اور کیف و سرور کا موجب لگتی ہے۔ چنانچہ مدینے کی ہوا کا بار بار ذکر کرتے ہیں اور اس مضمون میں یہ اضافہ بھی کرتے ہیں کہ اگر دل کا دریچہ حضور علیہ السلام کی محبت کے لیے کھلا ہو تو مدینے کی ہوا ہر کہیں پہنچ سکتی ہے۔ دامن کرم کی ہوا کا ذکر انہوں نے برنگ دگر بھی چھیڑا ہے ع

بیمار کے حق میں یہ دوا بھی ہے بڑی چیز
واللہ مدینے کی ہوا بھی ہے بڑی چیز
سر میں سرور، آنکھوں میں ٹھنڈک ہے، دل میں کیف
جب سے ہوا دیارِ نبیؐ کی ہوا سے عشق
کھولو تو محمدؐ کے لیے دل کا دریچہ

آئے گی مدینے کی ہوا اور زیادہ
اڑتا پھروں گا روضہ اقدس کے آس پاس
اس دامن کرم کی ہوا میرے ساتھ ہے

سفر منزل شوق کی حالت کو فراقؔ نے یوں بیان کیا تھا ؏

ایک کو ایک کی خبر منزلِ عشق میں نہ تھی
کوئی بھی اہلِ کارواں شاملِ کارواں نہ تھا

مگر سفر مدینہ کی کیفیت اس اعتبار سے مختلف ہوتی ہے کہ اس میں محبوبِ کائنات ﷺ کا جمال مسافر کا ہم سفر ہوتا ہے۔ سید نصیر نے کس خوبصورتی سے کہا ہے ؏

رہِ نبیؐ میں بس اک مَیں ہوں اور اُن کا جمال
نہ ہم نفس، نہ مصاحب، نہ آشنا کوئی

حرمِ نبوی میں حاضری اور حضوری کی کیفیات کو قریب قریب ہر شاعر نے بقدر شوق، نعت کا موضوع بنایا ہے، مگر سید نصیر نے یہاں بھی اپنی انفرادیت قائم رکھی ہے۔ حاضری کی تصویریں بھی پیش کی ہیں اور حضوری کی سرشاریوں کو یوں پابندِ الفاظ کیا ہے کہ جذبات، اشعار کا آب وگل بن گئے ہیں ؏

گرتے پڑتے درِ سرکار تک آ پہنچا ہے
ہم سے پوچھے کوئی اک طائرِ بے پر کے مزے
جذب ہو جاؤں ترے کوچے میں قطرے کی طرح
عجز میرا مجھے دریا نہیں ہونے دیتا
ہر نفس ایک نیا جلوہ درِ اقدس پر
اک جھلک دیکھی ہے زائر نے ابھی کیا دیکھا
ان کا کرم ہے میرے لیے عمر بھر کی خیر
مَیں در بدر کبھی نہ پھرا ان کے در کی خیر

وہ روحِ عصر سے بھی بیگانہ نہیں، مگر حضور علیہ السلام سے تعلق خاطر، غم دنیا کے کسی مرحلے میں انہیں پریشان نہیں ہونے دیتا اور وہ رنج والم میں رجوع الی الرسولؐ سے شاد ہو جاتے ہیں ؏

کرم ان کا مجھے رسوا نہیں ہونے دیتا
مجھ پہ غالب غمِ دنیا نہیں ہونے دیتا
دور ہے ان کی توجہ سے مصائب کا ہجوم
غم قیامت کوئی برپا نہیں ہونے دیتا
سو رنج ہوں، ہزار الم، لاکھ مشکلیں
ہم نے بڑھا دیئے ہیں ادھر مسکرا کے ہاتھ

عشقِ رسولؐ کی دولت ان کے گھر میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہو رہی ہے اور انہیں اس کا وافر حصہ ملا ہے، مگر وہ اِس دولت کو محدود رکھنے کی بجائے عام کرنا چاہتے ہیں اور اسی مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے نعت گوئی کو شعار بنایا ہے ؎

عشقِ سرکارؐ کی دولت کو کریں عام نصیر
گھر کی دولت ہے مگر اس کو نہ گھر میں رکھیے

یوں نعت اُن کے ضمیر آواز بن کر خواص وعوام تک پہنچ رہی ہے اور اس میدان میں اُن کی نرالی سج دھج کے پیش نظر یہ کوئی تعلّیِ بیجا نہیں لگتی جو وہ کہتے ہیں ؎

یہی نعت ہے جو نصیر کی، وہ صدا ہے اس کے ضمیر کی
چلو وہ خدائے سخن نہیں، کہو ناخدائے سخن تو ہے؟

اُردو کلام میں قصیدے اور نعتیہ غزلوں کے علاوہ نظم بعنوان ''عیدِ میلادالنبیؐ''، ماہیا اور سلام بھی شامل ہیں جو نہایت شوق افزا ہیں۔

کچھ حمدیہ اور نعتیہ پنجابی چوبرگے بھی اس کتاب کی زینت بنے ہیں، جو پنجابی شاعری کے صوفیانہ رنگ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

الغرض ''دیں ہمہ اوست'' عربی، فارسی، اردو، پنجابی میں عنایاتِ رسالت کا اظہار ہے، جس میں شاعر نے ہر زبان کے مزاج سے انصاف کر کے دکھایا ہے اور اپنی انفرادیت کا پرچم بھی لہرایا ہے ؎

ہم ہیں اور ان کی عنایات کا اقرار نصیر
نعت لکھنی ہے زباں کوئی، زمیں کوئی ہو

اللہ تعالیٰ ان کی یہ لگن قیامت تک تر و تازہ رکھے۔ آمین

ڈاکٹر شبیر احمد قادری
فیصل آباد

متاعِ زیست

جملہ اصنافِ نظم ونثر کی مخصوص ہئیتیں ہیں، اور وہ انھی ہیئتوں سے پہچانی جاتی ہیں مگر صنف ِنعت کی اپنی کوئی مخصوص ہیئت نہیں ہے۔ اس کے باوجود ساری اصناف، نعت کی اصناف ہیں اور وہ نعت اور موضوعاتِ نعت کا خیر مقدم کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ہیں۔ نعت خاتمِ سخن میں مثلِ نگین روشن ہے، نعت وہ بیج ہے جسے ہر طرح کی دھرتی نہ صرف قبول کرتی ہے بلکہ شجرِ سایہ دار کی صورت اپنی بہار بھی دکھاتا ہے۔ پیر نصیرالدین نصیر نے نعت کی ترصیع و تزئین پر خصوصی توجہ دی ہے۔ انھوں نے گلشنِ نعت کے آداب کو، بہرکیف، ملحوظِ نظر رکھا ہے، گویا سلامتیِ فکرونظر کے لیے زادِراہ کا اہتمام کیا ہے۔ وہ اس اَمر سے بخوبی آگاہ تھے کہ کلیدِ عقیدت سے ذہن وقلب کے مقفل در کھولے جاسکتے ہیں، سوانھوں نے نہ صرف خود بلکہ دیگر اہلِ ولا کو بھی یہ در کھولنے کا ہنر سکھایا، یعنی وہ دلپذیر کردار ادا کیا ہے جو پیرانِ عظام نے روزِ اوّل سے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ پیر نصیرالدین نصیر کے نطقِ شیریں اور قلمِ دل نواز سے جن نعتوں کا ظہور ہوا، اُنھیں پذیرائی بھی ملی:

گھٹا دیا تری ہیبت نے ، قدِ رعونت کا
بتوں پہ ، کفر پہ ، فرعونیت پہ وار کیا
یہ کج کلاہ تو اپنوں کے دل نہ جیت سکے
ترے خلوص نے دُشمن کا دِل شکار کیا(۱)

ذات لاثانی تری ، اور ہیں بے مثل صفات
تیرا ہونا، کوئی تجھ سا نہیں ہونے دیتا
تجھ کو اللہ نے شہکار بنا رکھا ہے
اب کسی اور کو تجھ سا نہیں ہونے دیتا(۲)

محاسنِ شعری اپنی جگہ، نصیرالدین نصیر کے ہاں جذبے کی صداقت اور فکر کا تفرع بھی لائق صد

استحسان ہے۔ شمائلِ نبوی، اُسوۂ رسول، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ، مدینہ منورہ میں حاضری کی تمنّا، موضوعاتِ نعت سے نسبت رکھنے والا کون سا زاویہ ہے، جسے پیر صاحب نے اظہارِ عقیدت کے لیے نہیں برتا۔ متعلقات کے کسی بھی پہلو پر بات کی جائے، پرکار کا نقطہ انھی کی ذاتِ بابرکات ہے۔ نعت رسول، زیبِ قرطاس کرتے ہوئے صریرِ خامہ قبولیت کا اعلامیہ بن جاتی ہے۔ پیر صاحب اس حقیقت کے بھی ترجمان ہیں کہ رونقِ حیات و کائنات حضور علیہ السلام کے وجود با مسعود سے ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے وقت کی تیرہ شبی، سحر آثار ہوئی۔

''دیں ہمہ اوست'' میں موجود اشعار نے بظاہر، کالی کملی اوڑھ رکھی ہے مگر جب آنکھوں کے راستے یہ دل میں اُترتے ہیں تو قاری کے اپنے رنگ بدلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر مسلمان کا شہر اور مُلک الگ الگ ہے مگر ''وطنِ مالوف'' ایک ہی ہے اور وہ ہے مدینہ منورہ۔ مطلعِ تہذیب بلا دوا مصار میں مکے مدینے کی حیثیت سورج چاند جیسی ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے، جہاں سر سے پہلے دِل جھکائے جاتے ہیں، اس سرزمین کا مکانی فاصلہ تو زیادہ ہے مگر یہ ہمیشہ قریبِ رگِ جاں رہتی ہے۔

اِکمامہ، پھول کے گرد سبز پتوں کی پیالی کو کہتے ہیں جو اِسے اپنی حفاظت میں لیے رکھتے ہیں، ان سبز پتوں کی نسبت سبز گنبد سے قائم کر کے دیکھی جائے تو یہ گنبد بھی اپنے ماننے والوں کو تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے:

جو اہلِ دل ہیں، کیفیت سے کب باہر نکلتے ہیں
کہ ہر منظر سے طیبہ کے ، کئی منظر نکلتے ہیں
جو زائر ہیں ، وہ زندہ لوٹتے ہیں حاضری دے کر
جو عاشق ہیں ، وہ اُن کے شہر سے مر کر نکلتے ہیں(۳)

اُن شاعروں کی نسبت جو صرف نعت کے ہو کر رہ جاتے ہیں، مجھے وہ شاعر زیادہ پسند ہیں جو دیگر اصنافِ سخن میں بھی طبع آزمائی کرتے اور انھیں حدودِ نعت میں لے آتے ہیں یعنی ان اصناف میں وہ ان موضوعات کو شامل کرتے رہتے ہیں جو تقاضائے نعت و سیرت ہے۔ پیر نصیرالدین نصیر نے بلاشبہ یہی کچھ کرنے کی سعی کی ہے۔ اُن کے بختِ رسا پر ساکنانِ قریۂ مہتاب بھی رشک کناں ہیں اور میں بھی۔ قسّامِ ازل پیر صاحب کو الفاظ و تراکیب کو اپنے حق میں موم کرنے کی جو آسانیاں عطا کی تھیں، انھوں نے ان سے خوب خوب اِستفادہ کیا۔ وہ اُردو نعت کے موسمِ ربیع کے ایک اہم

فرد تھے، وہ تادمِ واپسیں، نصیر نعت رہے۔ نہ صرف اُردو بلکہ عربی، فارسی پنجابی وغیرہ میں بھی حضور سرورِ سروراں ﷺ سے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا اظہار کرتے رہے۔ ''دیں ہمہ اوست'' میں دو عربی نعتیں ''بحضور سیّدالمرسلین'' ص۲۲ تا ۲۴ اس کا اُردو ترجمہ ص نمبر ۲۵ تا ۲۶ پر دیا گیا ہے۔ ''یا مدرک اَحوالی'' کے نام سے صفحہ نمبر ۲۷ پر ایک ماہیا ہے جس کا اُردو ترجمہ صفحہ نمبر ۲۸ پر شائع کیا گیا ہے۔

فارسی نعتیں یہ ہیں، ''شمعِ حرم گاہِ عناصر، (غزلیہ حمد میں ایک تائین) ''ہمہ دان وو ہمہ جا'' کے زیرِعنوان غزلیہ حمد ص ۱۱ تا ۱۲ اس کے ساتھ ''اِلتجا بدرگاہِ مجیب الدعوت جلّ جلالہٗ'' (ص ۱۳ تا ۱۴) شامِل ہے، ''بحضور سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ص ۳۱۔۲۹)، ''برگ ونوائے بے نوایاں'' (ص۴۲۔۳۲) اور ''آں ذرّہ نوازِ من (ماہیا، ص۴۴۔۴۳) موجود ہیں۔

پنجابی نعتوں کو درج ذیل عناوین کے تحت شامِل کتاب کیا گیا ہے۔ ''قطعہ'' (ص ۲۰)، ''اِلتجا بحضور سیّدالوریٰ''، (ص۵۶۔۳۵۵)، آرزوئے دریار(چومصرع، ص ۳۵۷)، ''اپنا بنا کر رکھنے کی اِلتماس (ص ۳۵۷)، شامِل ہیں، اس کے ساتھ تین پنجابی حمد چومصرع بعنوان ''حمدیہ'' (ص ۱۷، ۱۸، ۱۹) جزوِکتاب ہیں۔

نصیرالدین نصیر کی ایک درجن سے زیادہ کتب معرضِ شہود پر آ چکی ہیں جس میں مختلف زبانوں میں حمدیں، نعتیں، مناقب کے علاوہ دیگر موضوعات شامل ہیں۔ نصیر نے تزئینِ فردوسِ سخن پر خوب توجہ دی ہے۔ اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے کہ نازشِ مرسلانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور پیش کیے جانے والے اشعار منتخب اور عطر بیز ہونا لازم ہیں۔ ان اشعار میں تاثیر حبِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی سے پیدا ہوسکتی ہے۔ نعت نصیر کی بنا ہی محبت پر ہے:

جلوۂ رُوئے نبی مطلعِ انوارِ حیات
جنبشِ غنچۂ لب ، خطبۂ کردارِ حیات
تیری تخلیق کو مانا گیا شہکارِ حیات
نور تیرا ہی رہا ، طرۂ دستارِ حیات
یہ شرف کم ہے کہ شامِل ہیں تری اُمت میں
ورنہ ہم جیسے سیہ کار ، سزاوارِ حیات؟
تیرے ہی نور سے روشن ہوئے افلاک و زمیں

رُونما ہو گئے ہر گوشے میں آثارِ حیات
سیرتِ سیّدِ عالم نے وہ بخشی رفعت
اوج در اوج اُبھرتا گیا معیارِ حیات
اِک ترے عشق میں مضمر ہے حیاتِ ابدی
اِک ترے نام پہ مرتے ہیں طلب گارِ حیات (۴)

ملی ہے شافعِ یومِ نشور کی نسبت
زہے نصیب ، کہ پائی حضور کی نسبت
جمالِ مصطفوی سے کھلے گلوں کے نصیب
چمن کے ہاتھ لگی رنگ و نور کی نسبت (۵)

جمالی طرزِ بیاں نے نصیر کی شاعری کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ وہ اس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ نعتیہ اشعار منتخب الفاظ کا دِلکش مجموعہ ہوتے ہیں۔ خاتمِ نعت میں ہر لفظ نگینے کے مانند ہو، نصیر اپنے خاندانی قابلِ رشک پس منظر اور علمی و ادبی تربیت کی بنا پر اِس اَمر کا خاص خیال رکھتے تھے۔ یہ تناسب و توازن، جس کی بات نعت کے حوالے سے ہو رہی ہے پوری کائنات میں موجود ہے۔ یہ نظامِ کائنات خاص نظم و ربط رکھتا ہے۔ قرآن حکیم میں مرقوم ہے:

''جس نے سات آسمان بنائے، ایک کے اُوپر دوسرا، تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے، تو نگاہ اُٹھا کے دیکھ، تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ اُٹھا، نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی، اور بے شک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور انھیں شیطان کے لیے مار کیا، اور اُن کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار فرمایا۔'' (۶)

اس آیت کے مطالعہ کے بعد ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا کہ اللہ کریم نے سات آسمانوں کو اس عمدہ اور متناسب انداز سے مستوی کیا کہ اس میں ایک شان دار توازن نظر آتا ہے۔ اگر آسمانوں کے تناسب و تزئین کی یہ صورت ہے تو اس ہستی کی ذاتِ گرامی ﷺ کی شان کیا ہو گی، جس کے لیے یہ دیدہ زیب آسمان خلق کیے گئے۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ تناسب و توازن کا شاہکار ہے۔

سو اُن کی شان میں ہونے والا ''بیان'' بھی عمدہ ہونا چاہیے۔

جلوۂ نورِ نبی مطلعِ انوارِ حیات
جنبشِ غنچۂ لب ، خطبۂ کردارِ حیات
تیری تخلیق کو مانا گیا شہکارِ حیات
نور تیرا ہی رہا طرۂ دستارِ حیات
یہ شرف کم ہے کہ شامِل ہیں تری اُمت میں
ورنہ ہم جیسے سیہ کار ، سزاوارِ حیات
تیرے ہی نور سے روشن ہوئے افلاک و زمیں
رُونما ہو گئے ہر گوشے میں آثارِ حیات
سیرتِ سیّدِ عالم نے وہ بخشی رفعت
اوج در اوج اُبھرتا گیا معیارِ حیات(۷)

دریائے طاغوت کی امواجِ بلاخیز نے سلامتیِ فکر ونظر کو کوشکست آمادہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، کیا اپنے کیا غیر، در پے آزار ہیں، سمومِ ظلم کی تندی نے چہرے جھلسا کر رکھ دیے ہیں۔ مسلم اُمہ کا نخلِ سرسبز نخلِ یاس کی صورت اختیار کر رہا ہے، ایسے میں نصیر ابر اِکرام کے لیے دُعا کناں ہیں تا کہ تپتی ہوئی ارضِ ذات کو سکون مِل سکے، اس مرہم کے طلب گار ہیں جو زخمِ انساں کے اِندمال کا ذریعہ بن سکے:

نظر بہرحالِ اُمت اے پناہِ ہیبتِ محشر
کہ آمد برسرِ الحاد و طیغاں یا رسول اللہ
نمی دانم چہ شد ایں قوم را کز فرطِ محرومی
بگستند از نظامِ تو گریزاں یا رسول اللہ
چرا ایں بے ضمیراں بندۂ روس اند و امریکہ
چو پندا رند ہم خود را مسلماں یا رسول اللہ
کہ داند از تو بہتر حکمت و اسرارِ محتاجی؟
کہ دارد مثلِ تو دردِ غریباں یا رسول اللہ

توئی زاد و معادِ بے کسانِ عالمِ اِمکاں
توئی برگ و نوائے بے نوایاں یا رسول اللہ
توئی عاجز نواز و حق طراز و الطف و اکرم
توئیٔ تاب و توانِ ناتواناں یا رسول اللہ
بدہ توفیقِ توبہ اِیں گروہِ بے حمیّت را
کہ تا از کردہ ہا گردد پشیماں یا رسول اللہ
مدد اے ذرّہ پرور ، جلوہ پیکر ، شافعِ محشر
کرم اے مرہمِ بے زخمِ اِنساں یا رسول اللہ
مسلماناں بہ پاکستان نظامِ مصطفٰے خواہند
خدارا مشکل اِیشاں کُن آساں یا رسول اللہ(۸)

نصیر کی ایک کتاب کا نام ''متاعِ زیست'' ہے جس میں دیگر اصناف کے ساتھ حمدیہ اور نعتیہ کلام بھی موجود ہے۔ یہ اُن کی آخری مطوبہ کتاب ہے۔ ان کے ذہن میں لازماً یہ بات رہی ہوگی انھوں نے خالقِ حقیقی اور ذاتِ مصطفٰے ﷺ کے حضور جو کلام لکھا ہے، وہ ''متاعِ زیست'' ہی تو ہے۔

گوہر ملسیانی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ علاّمہ اقبال اور اُن کے بعد نعت حسن و جمال کا مرقع بن گئی ہے، عجمی اور عربی ضیائیں اپنے اِمتزاج میں ایک ایسا جمال رکھتی ہیں، جو اشعارِ مدحت کو زندہ و تابندہ رکھتا ہے۔ شعرائے نعت کے ہاں زورِ بیان، تبحرِ علمی اور وابستگی و شیفتگی اِس طرح گھل مِل گئے ہیں کہ نعت کے کینوس پر ایک گلستاں کھل گیا ہے۔(۹) ''دیں ہمہ اوست'' کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے اِسی روایت کے آثار ملتے ہیں جس کا آغاز علامہ اقبال نے بالخصوص اپنے نعتیہ اشعار میں کیا پہلودار الفاظ و تراکیب کے ساتھ ساتھ ناعت کا تبحرِ علمی اور زورِ بیاں اور ذاتِ مصطفٰیؐ سے وابستگی اور شیفتگی کے انداز موجود ہیں۔

خدا والے ہی جانیں ذاتِ محبوبِ خدا کیا ہے
زمانہ کیا سمجھ پائے کہ شانِ مصطفٰےؐ کیا ہے
کسی صورت رسائی ہو درِ فخرِ دو عالم تک
یہی ہے اور اِس بے تابیِ دِل کی دوا کیا ہے

یہی منشا ، یہی تفسیر ہ آیاتِ قرآں کی
خدا کی کیا مشیت ہے ، نبی کا مُدّعا کیا ہے
جمالِ مصطفائی میں ، جلالِ مصطفائی میں
حقیقت ہی حقیقت ہے ،حقیت کے سوا کیا ہے (۱۰)

میلادِ مصطفیٰ، سیرتِ رسول، مدینہ منورہ میں حاضری کی تمنّا،مہجوری کا کرب معجزات ایسے موضوعات ان کے ہاں خاص اہمیت اور دلچسپی کے حامل ہیں۔ زیادہ کلام غزل کی ہیئت میں ہے۔ اس کے ساتھ رُباعی، قطعہ،تضمین، ماہیا کے رنگ بھی موجود ہیں۔ سراپا نگاری کا اہتمام کلام نصیر کو اور زیادہ بامعنی بنا رہا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اس زلفِ معنبر کو چھو کر مہکاتی ہوئی ، اِتراتی ہوئی
لاتی ہے پیامِ تازہ کوئی ، آئی ہے صبا ، سبحان اللہ
والشّمس جمال ہوش رُبا زُلفیں وَالیل اِذ یغشیٰ
القابِ سیادت قرآں میں یٰسین ، طٰہٰ ، سبحان اللہ
ہونٹوں پہ تبسم کی موجیں، ہاتھوں میں لیے جامِ رحمت
کوثر کے کنارے وہ اُن کا اندازِ عطا ، سبحان اللہ
آنکھیں روشن ، پُرنور نظر ، دل نعرہ زناں ، جاں رقص کُناں
تاثیر دُعا سبحان اللہ پھر اُن کی دُعا سبحان اللہ (۱۱)

زُلف و رُوئے مصطفیٰ سے یہ کُھلا ہم پر نصیؔر
صبح گلشن ، بُوئے گُل ، بادِ صبا کیا چیز ہے (۱۲)

شرف یابِ معیت ، واقفِ آدابِ او ادنیٰ
شہِ والیل مو ، والشّمس طلعت ، والضحیٰ سیما
خدا تک کیوں نہ پہنچے آدمی اُس کے توسُّل سے

قدِ بالا ہے جس کا ، رہنمائے عالمِ بالا[۱۳]

کلامِ نصیر علم بیانِ و بدیع اور قواعد کے دیگر قرینوں کے برتاوے کی بدولت زیادہ جاذبیت کا حامل ہو گیا ہے، بعض دُعائیں قبولیت کے اس درجے تک جا پہنچتی کہ سبحان اللہ، نصیرالدین نصیر کی یہ تمنّا کو، بہر کیف، شرفِ قبولیت مِل چکا ہے۔

نصیر نعتِ نبی کا ہو فیض یوں جاری
نظر نظر میں ہمارا کلام آ جائے[۱۴]

حوالہ جات

۱۔ نصیرالدین نصیر، سیّد، دیں ہمہ اوست، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز، بارِ ہفتم، ۲۰۱۴ء، ص ۷۱
۲۔ ایضاً، ص ۷۶۔۷۵
۳۔ ایضاً، ص ۳۷۵
۴۔ ایضاً، ص ۹۳
۵۔ ایضاً، ص ۱۰۵
۶۔ قرآنِ حکیم، سورہ الملک، آیت ۱۳۔۵
۷۔ نصیرالدین نصیر، سیّد، دیں ہمہ اوست، ص ۹۳
۸۔ ایضاً، ص ۳۵۔۳۴
۹۔ گوہر ملسیانی، جمالِ محسنِ انسانیت ﷺ، نعت کے آئینے میں، مشمولہ: اُردو نعت میں تجلیاتِ سیرت، مرتب: سیّد صبیح الدین رحمانی، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بارِ اوّل ۲۰۱۵ء، ص ۲۳۶
۱۰۔ نصیرالدین نصیر، دیں ہمہ اوست، ص ۲۳۸
۱۱۔ ایضاً، ص ۱۹۴
۱۲۔ ایضاً، ص ۲۶۹
۱۳۔ ایضاً، ص ۳۰۹
۱۴۔ ایضاً، ص ۲۵۹

☆......☆......☆

پروفیسر فیض رسول فیضانؔ
گوجرانوالہ

پیر سید نصیر الدّین نصیرؒ اور اُن کی شاعری

تاجدارِ گولڑہ، نبیرۂ مہرِ علیؒ، قادرالکلام شاعر اورہفت زبان سخن ور، خواجہ پیر سیّد غلام نصیر الدین نصیر گیلانی قادری چشتی نظامیؒ، جامع الصّفات ہستی تھے۔ عصرِ حاضر کے بہت ہی کم علماء و عارفین کو مرحوم کی سی سحر انگیز شخصی وجاہت نصیب ہوئی ہے۔ عمر رسیدہ احباب گواہی دیتے ہیں کہ پیر صاحب مرحوم خصوصاً قبلہ بابو جی سرکارؒ کا ہُو بہو مظہر کامل تھے۔ عوام النّاس سے لے کر اربابِ اقتدار تک جس نے بھی ایک نظر اُنہیں دیکھ لیا، اُن کی زُلفِ گرہ گیر کا اسیر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ خدائے سخن میرؔ کے بقول

؎ ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اُس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

مرحوم کا اپنا شعر بھی اس حوالے سے اُن پر خوب صادق آتا ہے۔

؎ اُن کی محفل میں نصیرؔ اُن کے تبسّم کی قسم
دیکھتے رہ گئے ہم ہاتھ سے جانا دل کا

مجھے خود بھی ایک بار چُورہ شریف محفل سے واپسی میں گولڑہ شریف حاضری کے دوران مرحوم کی زیارت و دست بوسی کا شرف حاصل ہے۔ واقعتاً دل نشین صورت و سیرت کے حامل تھے۔ یہی نہیں بلکہ علم و فضل، شعر و سخن اور نقد و ادب کے حوالے سے بھی نابغہءعصر اور یگانہءروزگار تھے۔ قحط الرّجال کے موجودہ دور میں جبکہ

؎ میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن

کے مصداق، وارثانِ سجّادہ و زاویہ اور گدّی نشین حضراتِ خانقاہیہ کی اکثریت، زوال پذیر اور ناگفتہ بہ حالتِ زار کی مجسّم تصویر نظر آرہی ہے، قبلہ پیر صاحب مرحوم وموصوف کا دم قدم اور وجودِ مسعود، بسا غنیمت تھا

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اور وہ صحیح معنوں میں علم و عرفان، تعلیم و تبلیغ، وعظ و ارشاد، تحریر و تقریر اور نفوذ و رسوخ کے قابلِ فخر اور تابناک ورثۂ عظیم کے پاسدار و امین تھے اور اگر اُنہیں ''ثانیٔ امیر خسروؒ'' کہا جائے تو اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہوگا۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم ، دوامِ ماست

جہاں تک اُن کی شاعری کا تعلّق ہے، وہ روایت شناس تو تھے مگر روایت پرست نہیں تھے اور جدّت طراز تو تھے لیکن تجرید نگار نہیں تھے۔ اُن کے اکثر اشعار اور مصرعے ایسے ہیں کہ جن میں کسی دقّت و کاوش کے بغیر، معروف اور ازبر ہو جانے کی خداداد صلاحیت موجود ہے، اور یہ معمولی بات نہیں کمالِ سخن ہے۔

شعر در اصل ہیں وہی حسرتؔ
سُنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

شعر اور عمدہ شعر کی سیکڑوں تعریفیں کی جا چُکیں مگر، ہر پھر کر، تان جو ہے، وہ کیف و اثر اور نشاط و انبساط ہی پر آ کر ٹوٹتی ہے۔ البتہ بایں ہمہ، بیتِ مؤثر کی تخلیق و تشکیل کا کوئی سائنسی یا ریاضیاتی فارمولا، صدیوں بعد بھی، ہنوز رُو بہ عمل نہیں لایا جاسکا۔

حضرتِ علاّمہؒ کے بقول

سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

غزل اور نظم میں پیر صاحبؒ، نوحؔ ناروی اور جوشؔ ملیح آبادی سے متاثر ہی نہیں تھے بلکہ اوائلِ سخن میں خاصا عرصہ ہر دو اساتذہ کے رنگ میں کہتے بھی رہے تاوقتیکہ حافظ مظہر الدینؒ، صوفی افضل فقیرؒ اور پروفیسر حفیظ تائبؒ جیسے آئمۂ فنِ نعت کی ملاقاتوں اور صحبتوں کے زیرِ اثر، اُن کا کلام، تقلیدِ محض کی تنگنائے سے نکل کر اختصاص کے جوہر اور انفراد کے زیور سے مرصّع و منقّش ہونے لگا۔ وسعتِ مطالعہ اور مشقِ پیہم نے سونے پر سہاگے کا کام دیا اور بہت ہی جلد اُن کی شاعری مقبولیت کی فضاؤں اور محبوبیت کی ہواؤں میں پرواز کرنے لگی۔

امیرؔ مینائیؒ کے بقول

خشک سیروں تنِ شاعر کا لہو ہوتا ہے
تب نظر آتی ہے اِک مصرعِ تر کی صورت

اور مختار صدیقی کے بقول

؎ آج غزل کی صورت میں جو آپ کے سامنے آئے ہیں
کن جتنوں سے یہ خون کے قطرے اب تک پس انداز ہوئے

پیر صاحبؒ کے کلام میں ہمیں ایجاز و اختصار، سلاست و نفاست اور فصاحت و بلاغت کا یہ جو حیرت انگیز ارتکاز و اجتماع نظر آتا ہے، یہ اصل میں اِسی ارتقائے شاعرانہ کا سمت نُما، نشانِ منزل ہے۔ اُن کی شاعری میں پختہ نغمگی کا رچاؤ بتا رہا ہے کہ شاعر فنِ موسیقی کے اسرار و رموز کا بھی صفِ اوّل کا نظری دانندہ و عملی ماہر ہے۔ سنا تو یہ بھی ہے کہ نصرت فتح علی خاں مرحوم کے کلامِ نصیر والے والیم کی صوتیاتی دُھنیں اور طبلہ جاتی تالیں بھی پیر صاحب کی وضع کردہ ہیں۔ اگر اس روایت کو مریدوں کی مبالغہ آمیز عقیدت پر محمول کر لیں، تب بھی پیر صاحب کی، بحرِ لحن وغنا کی غوّاصی، ایسی ظاہر و باہر حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

جہاں تک اُن کی نعت گوئی کا معاملہ ہے، اس فہرست میں بھی وہ بہت اُوپر کے چند نمایاں تر شاعروں میں جگمگا رہے ہیں۔ مقامِ حیرت ہے کہ سینکڑوں شعراء کا سخن، اُن کی وفات کے بعد بھی اِس طرح نہیں پھیلتا جس طرح پیر صاحب کے اشعار کو اُن کی زندگی ہی میں قبولِ عام اور شہرۂ خاص کا درجہ حاصل ہو گیا۔ سچ ہے

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اگر شعروں کی ایک معتدبہ تعداد کی، حلقہ ہائے عوام و خواص میں، بیک وقت پذیرائی و از بریّت کو پیمانہ و معیار مانا جائے تو پیر صاحب لامحالہ اور بلا مبالغہ عظیم نعت گو شاعر ہیں۔ ہم میں سے بھلا کون ایسا ہوگا، جس کی سماعتیں اِن نعتیہ و منقبتیہ کلاموں سے نا آشنا رہی ہوں گی؟

؎ تھی جس کے مقدّر میں گدائی ترے در کی
قدرت نے اُسے راہ دکھائی ترے در کی

؎ اب تنگیٔ داماں پہ نہ جا! اور بھی کچھ مانگ
ہیں آج وہ مائل بہ عطا، اور بھی کچھ مانگ

؎ غلام حشر میں جب سیّدالوریٰ کے چلے

لوائے حمد کے سائے میں سر اُٹھا کے چلے
راستے صاف بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں ﷺ
لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں
ع آستاں ہے یہ کس شاہِ ذیشانؐ کا؟ مرحبا مرحبا

اور پھر یہی نہیں، بلکہ کلامِ نصیرؒ کی وسعت پذیری و آفاق گیری کا یہ نور و نکہت بھرا ایمان افروز سفر، بحمدہٖ و بفضلہٖ، بعد از وصال بھی جاری و ساری ہے۔

لو مدینے کی تجلّی سے لگائے ہوئے ہیں
دل کو ہم مطلعِ انوار بنائے ہوئے ہیں

اور

اک میں ہی نہیں اُس پر قربان زمانہ ہے
جو ربِّ دوعالم کا ، محبوب یگانہ ہے

ایسے کلام ہیں کہ جن کی گونج پاکستان ہی نہیں، دنیا بھر کے نعتیہ حلقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔
اِن معروضات کے پس و پیش منظر میں، جب کبھی قبلہ پیر صاحبؒ اِس قسم کی لطیف شعری تعلّی کا اظہار فرماتے ہیں تو صاد کیئے اور سر جھکائے ہی بنتی ہے۔

میں نصیر آج لایا وہ نعتِ نبی ﷺ
نعت گو منہ مرا دیکھتے رہ گئے

زیرِ نظر اجمالی وتاثراتی مضمونچے میں تفصیلی اظہارِ خیال کی گنجایش نہیں۔ اِس کے لئے، ان شاء اللہ العزیز، کسی آیندہ موقعے پر حاضری لگواؤں گا، البتہ یہاں یہ عرض کیئے بغیر چارہ نہیں کہ ''دیں ہمہ اُوست'' اور ''فیضِ نسبت'' ایسے زندۂ جاوید اور لازوال، مجموعہ ہائے کلام ہیں، جو نعتیہ ومنقبتیہ ادب نگاری میں شعرائے مابعد کے لئے مشعلِ راہ اور خضرِ طریقت کا کام دیتے رہیں گے۔ اور جُوں جُوں اِن مجموعوں کی گہرائی و گیرائی پر روشنی ڈالی جائے گی، توں توں سیّد الشعراء قبلہ پیر سیّد نصیر الدین نصیر گولڑویؒ کا شاعرانہ مقام و مرتبہ اجاگر تر ہوتا چلا جائے گا۔

چادرِ زہراؓ کا سایہ ہے مرے سر پر نصیؔر
فیضِ نسبت دیکھئے نسبت بھی زہرائی ملی

سیّد توقیر بخاری
(راولپنڈی)

رباعیاتِ نصیؔر پر ایک نظر

پیر سیّد نصیرالدین نصیؔر گیلانی ۱۴ نومبر ۱۹۴۹ء کو سیّد غلام معین الدّین شاہ گیلانی کے گھر گولڑہ شریف، اسلام آباد میں پیدا ہوئے۔ اُن کا پورا نام غلام نصیرالدین شاہ تھا اور نصیؔر تخلص کرتے تھے جبکہ قلمی نام نصیرالدین نصیؔر تھا اور وہ اسی نام سے معروف ہوئے۔ سیّد نصیرالدین نصیؔر کا نام، اُن کے دادا جان سیّد غلام محی الدّین گیلانی المعروف بابو جیؒ نے عظیم مذہبی پیشوا حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے نام پر رکھا تھا۔

سیّد نصیرالدین نصیؔر، میدانِ علم و ادب میں نمایاں حیثیت اختیار کرتے ہوئے ''نصیرِ ملّت'' کے لقب سے ملقّب ہوئے۔ اُنہیں اس میدان میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے نہ صرف اپنے آبا وَاجداد کا روحانی فیضان حاصل رہا بلکہ عملی طور پر بھی اُن کی شخصیت کے نکھار میں ان کے بزرگوں کا براہِ راست بہت واسطہ اور تعلق رہا ہے۔ یوں تو سیّد نصیؔر ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے لیکن جس چیز کو اُن کی زندگی کا ماحصل قرار دیا جا سکتا ہے وہ اُن کا سرمایۂ علم ہے جو انھوں نے محنت شاقہ سے جمع کیا۔ یہی وہ طغرائے امتیاز ہے جس کی بنا پر انھیں ''وارثِ علومِ مہرِ علیؒ'' کہا جاتا ہے۔ وہ اردو، عربی، فارسی، پنجابی، پوربی اور سرائیکی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ اسی مناسبت سے انھیں ''شاعرِ ہفت زباں'' بھی کہا جاتا ہے۔

سیّد نصیرالدّین نصیؔر کے خاندان میں مشقِ سخن کی روایت اُن کے جدِّ اعلیٰ پیر مہر علی شاہؒ سے چلی آ رہی ہے۔ اُن کے جدِّ امجد حضرت بابو جیؒ کی شعر و ادب سے وابستگی اور والدِ گرامی کی شاعرانہ طبیعت کے امتزاج نے انھیں بھی دس سال کی عمر میں شعری ذوق کی جانب مائل کرنا شروع کر دیا۔ انھوں نے کم سنی ہی میں اردو شعر کہنا شروع کر دیے اور رفتہ رفتہ فارسی زبان میں بھی طبع آزمائی کرنے لگے۔ وہ بنیادی طور پر نعت کے شاعر تھے لیکن دیگر اصناف سخن میں بھی خوب طبع آزمائی کی بلکہ غزل اور رباعی میں تو انھوں نے قابل رشک مقام حاصل کی۔ قدرت نے انھیں بے

پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ انھوں نے جس صنف سخن کی طرف بھی توجہ کی، حق ادا کر دیا۔ سیّد نصیرالدین نصؔیر نے اساتذۂ کبار کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے اُن کی زمینوں پر نعتیں اور غزلیں بھی کہیں۔ اس کے علاوہ جدِّ اعلیٰ پیر مہر علی شاہؒ، امام احمد رضا خاں بریلویؒ اور حضرت سلطان باہوؒ کے نعتیہ کلام پر تضامین بھی لکھیں۔ تضمین میں چونکہ ایک ہی زمین پر دو شاعروں کا کلام یکجا ہوتا ہے اس لیے تمام مصرعوں کا یکے بعد دیگرے، مربوط ہونا ضروری ہوتا ہے۔ سیّد نصیرالدّین نصؔیر کی تضامین کی یہ خاصیت ہے کہ انھوں نے تمام مصرعوں کو تسلسل کی لڑی میں اس طرح پرویا ہے کہ کہیں بھی بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا اور تضمین، دو شاعروں کا نہیں بلکہ ایک ہی شاعر کا کلام لگتا ہے۔ سیّد نصیرالدّین کے ذوقِ متین اور طبعِ سلیم نے انھیں ایک لمحے کے لیے بھی اساتذۂ کبار کے کلام سے دور نہ ہونے دیا۔ اُن کا کلام شعرائے متقدمین و متاخرین کے کلام کا ماحصل قرار دیا جاسکتا ہے۔

سیّد نصیرالدین نصؔیر ایک عظیم مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے آباؤ اجداد نے نہ صرف مذہبی خدمات انجام دیں بلکہ اپنے شعری و نثری کلام سے فارسی اور اردو زبان کی خدمت بھی کرتے رہے۔ نثری تصنیفات کا تعلق تو مذہبی تعلیمات سے ہے لیکن شعری تخلیقات میں تمام روایتی موضوعات کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ مشقِ سخن کی اس روایت کا سلسلہ نسل در نسل یوں ہی چلتا رہا اور بالآخر دنیائے نظم و نثر کے افق سے ایک ایسا آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے گلستانِ سخن کے ہر پھول کو منور کیا۔ حلقۂ علم و ادب میں اُس صاحبِ کمال کو سیّد نصیرالدین نصؔیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سیّد نصیرالدین نصؔیر، علم و ادب کے دلدادہ تھے اسی لیے زندگی کے ابتدائی حصے میں اُنہوں نے محنتِ شاقہ سے علم حاصل کیا۔ بعدازاں، انھوں نے بیشتر اصنافِ نظم میں طبع آزمائی کی اور ادبی دنیا میں اپنی انفرادی حیثیت متعارف کرانے میں کامیاب ہوئے۔ مجموعی طور پر اُن کے کلام کو تین بڑے حصوں یعنی نعت گوئی، غزل گوئی اور رباعی گوئی میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

فارسی رباعی سے قطعِ نظر، اُردو رباعی کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ رباعی کے مخصوص قوائد وضوابط ہیں جن کے تحت رباعی کہی جاتی ہے۔ شاعر کو چار مصرعوں میں اپنا مافی الضمیر اس طرح بیان کرنا ہوتا ہے کہ قاری بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہوجائے۔ ذرا سی بے احتیاطی،

مصرعے کو رباعی کے مقررہ چوبیس اوزان سے خارج کر دیتی ہے۔ اسی دقّت کے پیشِ نظر، شعرا رباعی گوئی کی طرف اُسی وقت مائل ہوتے ہیں جب وہ رباعی کے تمام فنی لوازمات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ رباعی کی تاریخ کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ رباعی کہنے کے لیے شاعر کا علم وفن سے بخوبی آگاہ ہونا ضروری ہے ورنہ اس کٹھن راستے میں بڑے بڑوں کے پائے استقامت ڈگمگا جاتے ہیں۔

رباعی عربی زبان کے لفظ ''رُبعْ'' سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی چار، چوتھا اور چہارم وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاحاً رباعی سے مراد وہ شعری صنف سخن ہے جس میں چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ جملہ اصنافِ سخن میں اُردو رباعی کی حیثیت و اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ رباعی وہ صنفِ سخن ہے جس میں نہ صرف طبع آزمائی کرنا مشکل ہے بلکہ اس کی قرأت اور عروضی جائزہ بھی ایک مشکل امر ہے۔ اگر قاری صحت لفظی کے ساتھ رباعی کی قرأت نہیں کرتا تو مصرع رباعی کے مقررہ اوزان سے خارج معلوم ہوتا ہے۔

اردو رباعی کے سفر کا آغاز محمد قلی قطب شاہ جو کہ میرِ کارواں کی حیثیت رکھتے ہیں، سے ہوتا ہے۔ ہر عہد میں اس کارواں میں نئے مسافر شامل ہوتے رہے اور مرورِ ایّام کے ساتھ ساتھ قافلہ سالار بھی تبدیل ہوتے رہے۔ اردو رباعی کی تاریخ میں میرؔ و غالبؔ، انیسؔ و دبیرؔ اور حالیؔ و اکبرؔ سمیت درجنوں ایسے نام ہیں جنہوں نے بالخصوص رباعی گوئی کے حوالے سے منفرد مقام حاصل کیا۔ تمام شعرائے کبار نے زندگی کے جملہ موضوعات کو بڑی خوبصورتی سے اپنی رباعیات میں پیش کیا۔ ان موضوعات میں عشق، تصوف، بے ثباتی دنیا، فکر آخرت، عالمِ ضعیفی و شباب اور خمریات کا بیان کثرت سے ہوا ہے جبکہ انیسؔ و دبیرؔ نے اردو رباعی کے باب میں رثائیہ رباعیات کا خوبصورت اضافہ کیا ہے اور یہی موضوع اُن کی مقبولیت کا ذریعہ بنا ہے۔

سیّد نصیرالدین نصیرؔ بحیثیت شاعر، نعت گوئی اور غزل گوئی کی طرح رباعی گوئی میں بھی یدِ طُولیٰ رکھتے تھے۔ انھوں نے براہِ راست اردو رباعی نہیں کہی بلکہ اُن کا پہلا مجموعۂ رباعیات فارسی زبان میں شائع ہوا۔ اردو زبان وادب کی بیشتر اصنافِ نظم ونثر فارسی زبان وادب کی مرہونِ منت ہیں اس لیے اردو ادب کی ترقی وترویج میں فارسی زبان، سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّد نصیرالدین نصیرؔ نے بھی فارسی زبان کو اولیت دیتے ہوئے رباعی گوئی کا آغاز فارسی زبان سے کیا۔

اُنہوں نے رباعی گوئی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے منفرد انداز میں تمام موضوعات کو اپنی رباعیات میں جگہ دی۔

سیّد نصیرالدین نصؔیر کی رباعیات کا پہلا مجموعہ فارسی زبان میں ''آغوش حیرت'' کے عنوان سے ۱۹۸۲ء میں منظر عام پر آیا اور یہ رباعی گوئی کا پہلا مجموعہ تھا جسے حلقۂ علم و ادب میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔اُن کی اردو رباعیات کا مجموعہ ''رنگِ نظام'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ مجموعہ پہلی بار ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کا عنوان ''رنگِ نظام'' حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کی نسبت سے رکھا گیا ہے ۔فارسی رباعیات کا دوسرا مجموعہ ''الرُّ باعیاتُ المدحیّہ فی حضرۃِ القادریہ'' کے عنوان سے ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔ یہ رباعیات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں لکھی گئی ہیں اورسیّد نصؔیر نے یہ رباعیات احمد رضا خاں بریلویؒ کی رباعیات سے متاثر ہوکر لکھی ہیں جو اُن کے مجموعۂ کلام ''حدائقِ بخشش'' میں درج ہیں۔اس کے علاوہ ''متاعِ زیست'' میں بھی کچھ اردو رباعیات شامل ہیں جو خمریات کے عنوان سے کہی گئی ہیں۔

اُن کی اردو رباعیات میں معاشرتی عکاسی بھی ہے اور فنی پختگی بھی۔اُنہوں نے حاؔلی کی طرح فنِ رباعی گوئی کو زندگی کی تلخ حقیقتوں کو اجاگر کرنے اور مقصدیت پسندی کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس کے برعکس بیشتر رباعیات اُن کے پختہ شعور اور مشّاق شاعر ہونے کی دلالت بھی کرتی ہیں۔سید نصؔیر کی رباعیات اردو ادب میں بہترین اضافہ ہیں کیونکہ ان رباعیات میں قدامت پسندی بھی ہے اور جدّت پسندی بھی لہٰذا ان کا مطالعہ قارئین اردو ادب کو رباعی کی شاعرانہ عظمت متعارف کرانے کے لیے ناگزیر ہے۔

سیّد نصیرالدین نصیر،ایک نامور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ جادو بیان خطیب بھی تھے ۔ انھوں نے اپنی شخصیت اور فطری مزاج کے عین مطابق اپنی رباعیات میں بھی یہی مبلّغانہ انداز اپنایا ہے۔ اگر تنقیدی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو اردو شاعری کی روایت میں واعظ یا مصلح کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا لیکن سیّد نصیرالدین نصؔیر کی یہ وعظ و نصیحت سے متعلق رباعیات،اُن کی شخصیت کی عکاسی کرتی ہیں۔اس موضوع سے متعلق اساتذۂ کبار کی سینکڑوں رباعیات ملتی ہیں جن میں واعظانہ انداز اپنایا گیا ہے۔اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اُن کی باقی رباعیات میں وہ چاشنی اور رعنائی نہیں جو قاری پر سحر انگیز کیفیات طاری کر دے۔اُن کی دیگر رباعیات میں بھی وہ تمام فنی محاسن

بدرجۂ اتم موجود ہیں جو رباعی کی جان ہوتے ہیں۔

سیّد نصیرالدین نصیؔر کی رباعیات کا ایک بڑا حصہ مناقب پر مشتمل ہے۔ ''رنگِ نظام'' میں شامل ابتدائی رباعیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عقیدۂ توحید کی پختگی کا بیان ہوا ہے۔ بعدازاں رسولِ اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف، مدحِ صحابہ کرام واہلِ بیتِ اطہار اور بزرگانِ دین کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اُن کی فارسی و اردو رباعیات میں سب سے زیادہ رباعیات سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی شان میں لکھی گئی ہیں۔ سیّد نصیرالدین نصیؔر چونکہ اُن کی متصوفانہ تصانیف سے بہت زیادہ متاثر تھے اس لیے کثرت کے ساتھ اُن کی مدح بیان کرتے ہوئے اپنے قلبی لگاؤ اور گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اُن کی اُردو رباعیات کی زبان عوامی سطح کی ہے اسی لیے یہ رباعیات عوامی مجالس اور مذہبی محافل میں پڑھی جاتی ہیں۔ تاہم چند رباعیات ایسی بھی ہیں جو عوام کی ذہنی سطح سے بہت بلند ہیں۔ ایسی رباعیات کی تفہیم اور فنی پیچیدگیوں کا ادراک، خواص ہی کا خاصّہ ہے۔

راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق انھوں نے مجموعی طور پر فارسی میں ۴۷۷ رباعیات، اردو میں ۶۱۶ رباعیات اور عربی و پنجابی زبان میں بھی ایک ایک رباعی کہی ہے۔ یوں تو سیّد نصیرالدین نصیؔر کی رباعیات میں اکثر جگہوں پر قرآنی آیات یا عربی عبارت کا برمحل استعمال کیا گیا ہے لیکن اُن کی تمام رباعیات میں صرف دو رباعیات ایسی ہیں جو بہ لحاظ اُسلوب جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ واضح رہے کہ ان دونوں رباعیات کا شمار کسی ایک زبان کی مجموعی تعداد میں نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کے چاروں مصرعے کسی ایک زبان میں نہیں کہے گئے اس لیے ان کا شمار متفرق رباعیات میں کیا گیا ہے۔ پہلی رباعی حمد یہ ہے جو سیّد نصیؔر کی قادرالکلامی اور کہنہ مشقی کی روشن دلیل ہے۔ اس رباعی میں بالترتیب اردو، پنجابی، فارسی اور عربی کا ایک ایک مصرع ہے۔ علاوہ ازیں پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس طرز کی رباعی سیّد نصیرالدین نصیؔر کے علاوہ کسی شاعر نے نہیں کہی البتہ نعت گوئی میں یہ تجربہ امام احمد رضا خاں بریلویؒ کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ سیّد نصیر کی یہ رباعی ملاحظہ فرمائیں:

ستّار ہے تُو نہ کر مجھے بے پردا
میں ہاں ترے بُوہے دا قدیمی بَردا

تنہا اِستادہ اَم بہ دشتِ غربت
رَبِّ احفَظْنِی وَلَا تَذَرْنِیْ فَرَدَا

دوسری متفرق نعتیہ رباعی دیکھئے جس میں بڑی عمدگی کے ساتھ فارسی اور عربی زبان کو یکجا کیا گیا ہے۔ رباعی کی ہیئت میں ایسے تجربات سیّد نصیرالدین نصیرؔ کے سر پر اوّلیت کا سہرا باندھتے ہیں۔

بخشندہ بفردوس نَعیمَ الاُکُلِ
مَنْ لِّلْمُتَحَیِّرِیْنَ هَادِی السُّبُلِ
خیرالبشر آبروئے خیرالامم است
طُوْبیٰ لِمَنِ اقْتَدیٰ اِمَامَ الرُّسُلِ

حمدِ باری تعالیٰ کی طرح نعتِ رسول ﷺ کا موضوع بھی انتہائی وسیع ہے۔نعت کی تعریف میں خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت وسیرت دونوں شامل ہیں۔مذہبی گھرانے کا فرد ہونے اور ایک عظیم درگاہ سے وابستہ ہونے کی وجہ سے سیّد نصیرالدین نصیرؔ کی رباعیات کا بیشتر حصّہ مذہبی موضوعات پر مشتمل ہے۔تاجدارِ ختم الرّسل ﷺ کا سچا عاشق اور مدح سرا ہونے کے ناتے اپنے وجود کو اُن کی ذات پر قربان کر دینا اور اُن کے جلووں میں گم صم رہنا ہی سیّد نصیر کا مقصدِ حیات تھا۔اُن کی رباعیات میں آپ ﷺ کی عظمت ورفعت کے ذکر کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے حُسنِ بے مثال اور اس دنیا میں تشریف آوری کا منظر بھی پیش کیا گیا ہے۔

وہ جانِ جہاں، حبیب ربُّ الاعلیٰ
والشّمس بہ صُورت و بہ قامت بالا
فخرِ حَسَنؓ و حُسینؓ و زہراؓ و علیؓ
مکّی مَدَنی رسول، کملی والا

حضور خاتم النّبیین ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے کائناتِ ہست وبود کے تاریک گوشوں کو وہ تابانی میسر ہوئی جس نے حضرتِ انسان کی خفتہ قسمت کو بیدار کر دیا اسی لیے ہر زبان وادب کے نعت گوشعرانے بہت خوبصورت پیرائے میں میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔سیّد نصیر

الدین نصیؔر کے ہاں اس کی ایک جھلک ملاحظہ کیجیے:

دنیا میں رسولِ انس و جاں آتے ہیں
پیغمبرِ آخرالزّماں آتے ہیں
میلاد مَناؤ اے مقدّر والو!
سُلطانِ رسُولانِ جہاں آتے ہیں

سیّد نصیرالدین نصیؔر کی شاعری کا ماحصل عشقِ رسول ﷺ ہے۔ وہ عالمِ اسلام میں بہ حیثیت نعت گو شاعر بہت عالمگیر شہرت کے حامل ہیں۔ اُن کی تمام شعری و نثری کتب میں تاجدارِ انبیا ﷺ کا ذکر بہ طورِ خاص کیا گیا ہے۔ یہ وہ ذکر ہے جس نے اُنھیں دنیا میں عشقِ رسول ﷺ کا علَم بردار بنا دیا۔ اسی عشق کی بنیاد پر وہ مدینہ طیّبہ کی حاضری کے لیے بے قرار رہتے تھے۔ حضور ﷺ کے در بارِ گہر بار کی حاضری اُن کے لیے راحتِ قلب و جان کا باعث تھی۔ حضور ﷺ کے درِ اقدس پر پہنچ کر اپنی شیفتگی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

ہر گام پہ خطروں سے گزر کر پہنچا
ذرّوں کی طرح بکھر بکھر کر پہنچا
اے پردہ نشیں نکل بھی آ پردے سے
چوکھٹ پہ تری میں آج مر کر پہنچا

سیّد نصیرالدین نصیؔر، نعت گوئی کے جملہ پہلوؤں سے بہ خوبی آشنا تھے۔ اُن کے نزدیک انسان کی دنیوی و اخروی فلاح تاجدارِ انبیا ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے گہری عقیدت اور سچی نسبت پر منحصر ہے۔ حضور ﷺ جس طرح تمام انبیا میں اپنے مقام و مرتبے کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہیں اسی طرح بعد از خدا، اُن کا ذکر بھی تمام اذکار سے رفیع ہے۔ اس لیے سیّد نصیرالدین نصیؔر درِ رسول ﷺ کی مستقل اور دائمی گدائی کی تمنا لیے یوں عرض کناں ہوتے ہیں:۔

دل میں نہ ہوائے دُنیوی راہ کرے
ناچیز کو باریابِ درگاہ کرے

لے دے کے یہی تو ہے سہارا اپنا
تُجھ سے مِری نسبت رہے، اللہ کرے

ایک عاشقِ صادق کے لیے کوچۂ محبوب کا سہارا چراغِ زندگی کا درجہ رکھتا ہے۔ لہٰذا شمعِ رسالت ﷺ کا پروانہ لمحہ بھر کے لیے بھی اِس آستانِ کرم سے دور نہیں رہ سکتا۔ سیّد نصیرالدین نصیؔر کی نظر میں دنیوی مال و متاع اور زندگی کی جملہ آسائشیں فانی اور عارضی ہیں اس لیے وہ بارگاہِ مصطفوی ﷺ کو سب سے بڑی نعمت تصور کرتے ہیں:

سرمایۂ عُمر اِسی کو مانا جانا
ایماں، ترے کوچے ہی میں جانا، جانا
کچھ پاس ہو یا نہ ہو بلا سے، لیکن
چھُوٹے نہ تری گلی کا آنا جانا

سیّد نصیرالدین نصیر کے اسلوبِ بیان میں انفرادیت بھی ہے اور اجتماعیت بھی۔ انھوں نے اساتذۂ سخن سے بھرپور استفادہ کیا ہے جس کی جھلک ان کے کلام میں واضح دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے دانستہ طور اساتذہ کی پیروی کرتے ہوئے ان کی زمین پر کلام بھی لکھا ہے لیکن امتزاج کے باوجود ان کے کلام کی انفرادیت بہرصورت قائم نظر آتی ہے۔ سیّد نصیؔر کی شاعری کا بہ نظرِ عمیق جائزہ لینے پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ وہ بہ حیثیت شاعر وسعتِ علم اور مشاہداتی گہرائی کے ساتھ ساتھ بے ساختگیٔ اظہار کی بھی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔

دنیائے سخن میں منفرد مقام پیدا کرتے ہوئے اپنی شاعری کا لوہا منوانا بلاشبہ انتہائی مشکل کام ہے۔ اکثر شعرا و ادبا کو ادبی عظمت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب وہ بزمِ کائنات سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شاعر یا ادیب کو اپنی حیات میں قابلِ رشک مقام حاصل ہوجائے تو اس کی مقبولیت کے اعتراف کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی اور مرورِ ایّام کے ساتھ ساتھ اس کی عزت و وقار میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ سیّد نصیرالدین نصیؔر کا شمار بھی ان شعرا میں ہوتا ہے جنھیں اپنی زندگی میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان کی علمی و ادبی خدمات اور شخصی عزت و عظمت کے پسِ منظر میں جو راز مخفی تھا، وہ اُن کے ایک شعر سے یوں عیاں ہوتا ہے:

زہراؓ، حسینؓ اور حسنؓ کا غلام ہوں
مہرِ علیؓ کی مُہر ہے مجھ پر لگی ہوئی

پیر سیّد نصیرالدین نصیرؔ گیلانی نے اپنی ادبی زندگی میں جس صنفِ سخن کی طرف بھی توجہ کی، کامیاب رہے۔ سہل پسندی کے اس دور میں رباعی جیسی صنف میں اپنا نام پیدا کرنا بلاشبہ قابلِ تحسین کارنامہ ہے۔ انھوں نے انتہائی مصروف زندگی گزارنے کے باوجود اپنے ادبی مشاغل کو جاری رکھا جس کا بیّن ثبوت اُن کا تمام مجموعۂ کلام ہے۔ الغرض! اُردو کی شعری و نثری اصناف میں خوبصورت اضافہ کرنے اور رباعی گوئی کے ذریعے اردو ادب کی خدمت کرنے کی وجہ سے سیّد نصیرالدین نصیرؔ کا نام اردو رباعی کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

ارمغانِ شوق

نعتیہ مجموعہ

گوہر ملسیانی

ناشر

علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار، لاہور

ڈاکٹر محمد شاہ کھگہ

نصیرالدین نصیرؒ کی غزل میں اساتذہ سخن کی جھلک

Abstract:

The temprament / nature of Pir Naseer-ud-Din Naseer Golarvi's urdu ghazal is like that of the classics of the language. His urdu poetry is mostly imbued with the poetry of Ustad Dagh Dehlvi and, despite the fact that he is a poet of persian,his urdu poetry is fluent and easy to understand. His poetry contains the shades of both the Dehly as well as Lachnou schools of thought. We also find mystic tinge in his poetry .

ناقدین و محققین ادب کے نزدیک غزل کے معنی عورتوں کے ساتھ بات چیت کرنا ہے۔ غزل اس ہرن کی دردناک آواز کو بھی کہتے ہیں جس کو کتوں نے آگھیرا ہو، وہ اس لیے دردناک آواز نکالتا ہے کہ کتوں کے دل میں رقت پیدا ہو اور وہ رحم کھا کر اس کا تعاقب چھوڑ دیں، غزل دردمند عاشق کی فریاد ہوتی ہے جس سے محبوب کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ غزل ایک کیفیت کا بیان ہوتا ہے اس لیے یہ روایت بھی قائم ہوئی کہ اس کے لیے الفاظ بھی نرم و نازک لائے جاتے ہیں اور اوزان بھی گوارا و خوش آہنگ ہونے چاہییں۔ میرے خیال میں غزل کیفیات اور احساسات کا نام ہے نہ کہ عورتوں سے باتیں کرنا۔ فارسی غزل میں محبوب مذکر ہوتا ہے اور عموماً مرشد کامل کو مخاطب کیا جاتا ہے اور اس کی محبت میں عاشق تڑپتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حسن پرستی اور حسن و عشق انسان کا بنیادی جذبہ ہے۔ انسان کا اس جذبے کے اَن گنت پہلوؤں سے متاثر ہونا لازمی ہے۔ حسن و عشق کا یہ جذبہ محدود نہیں ہے، اس میں بڑی وسعتیں ہیں۔ حُسن صرف انسانی حسن ہی تک محدود نہیں ہے فطرت کا حسن بھی انسان کے دل کو لبھاتا ہے اور انسانی حسن بھی اس کے دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پہاڑوں کی بلندی اور شان و شکوہ دریاؤں کی روانی، سمندروں کی پرُشور موسیقی، خنک ہواؤں کا خرام دل نواز، ستاروں کی سحر آفرینی،

چاندنی کا گل ریز تبسم ، شفق کی سحر کاریاں ، بہاروں کی رنگینیاں، گل ہائے رنگا رنگ کی رعنائیاں، سبزازاروں کی سرمستیاں، میدانوں کی فسوں سامانیاں اور پھر انسانی اور خصوصاً حسن نسوانی کا کیف و سرور، اس کے رنگ روپ کا رچاؤ، خرام ناز کی نغمگی ،عشوہ و ادا کی سحر کاری ،جسم کے ایک ایک عضو کی قیامت آفرینی اور ان سب کے جلو میں پرورش پانے والی محبت اور عشق اور پھر اس کی مختلف منزلیں، اُن سب کو انسان کسی حال میں چھوڑ نہیں سکتا۔

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑویؒ ، پیر سید خواجہ مہر علی شاہ گولڑویؒ کے پڑپوتے تھے۔آپ فارسی اور اردو زبان کے بڑے پختہ اور بلا کے شاعر تھے، اردو ادب نے چونکہ فارسی روایات کی آغوش میں آنکھ کھولی اس لیے فارسی شعراء کی اردو دزبان پر کامل دسترس ہوتی ہے اردو شاعری میں فارسی تراکیب اور مرکبات کے استعمال سے زیادہ حسن پیدا ہوتا ہے۔ پیر سید نصیر الدین اگر چہ پنجابی ماحول میں پلے بڑھے ہیں اور ایک پنجابی باپ کے بیٹے تھے،لیکن ان کی اردو شاعری میں دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنو کا رنگ ملتا ہے، پیر سید نصیر الدین نصیر اردو زبان کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں:

> اردو زبان سے میرے قلبی ربط اور موانست کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دس گیارہ برس کی عمر ہی میں مجھے شعرائے اردو کے سینکڑوں اشعار زبانی یاد تھے جنہیں میں دورانِ گفتگو مخاطب کے ذوق و دانش کو دیکھتے ہوئے برمحل استعمال کیا کرتا تھا۔ حضرت بیدل دہلوی نے ذوق وشوق کو خالصتاً موہبت الٰہی قرار دیتے ہوئے کیا قرینِ حقیقت بات کہی ہے:
>
> رمز آشنائے معنی ہر خیرہ سر نباشد
> طبع سلیم فضل است ارث پدرِ نباشد

یعنی طبعِ سلیم محض فضلِ خدا وندی ہے یہ باپ دادا کی میراث نہیں ہے جسے باہم تقسیم کیا جاسکے۔ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ جس ماحول میں پلے بڑھے، وہ ماحول روحانی ، دینی اور ادبی تھا۔قبلہ پیر سید غلام محی الدین گیلانی معروف بہ بابو جیؒ جو کہ آپ کے دادا تھے۔انہوں نے آپ کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی ۔ بڑے بڑے علماء ، فقہااور قراء سے تحصیلِ علم کی منازل طے کیں، پیر سید نصیر الدین نصیر طبعِ سلیم اور فکرِ عظیم لے کر آئے تھے۔وہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں:

مجھے ذوق علم وادب ورثے میں ملا۔ پردادا حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ، جدِ امجد سید غلام محی الدین المعروف بابو جیؒ اور والدِ ماجد قبلہ سید غلام معین الدین صاحبؒ المتخلص مشتاق کا شعر وسخن سے لگاؤ باخبر احباب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس موروثی فیض کی علاوہ بھی یہ سمجھتا ہوں کہ بزرگانِ امت اور اساتذہ سخن مولانا رومیؒ، مولانا جامیؒ، خواجہ حافظ شیرازی، حضرت سعدی شیرازی، طوطیِ ہند امیر خسروؒ اور مرزا عبدالقادر بیدل ایسے نابغۂ روزگار نفوس کے کلام میں میرے توسنِ فکر کے لیے مہمیز کا کام کیا۔ اگرچہ ان اکابر امت کے علوِ فکر اور عفتِ خیال کا جہان ہی کچھ اور ہے تاہم بحمداللہ قدرت نے مجھے اس حجازی خم خانہ کے پاک نگاہِ بادہ نوشوں کی خمار نواز آنکھوں سے کیف و مستی کی خیرات عطا کی ہے۔ (۳)

کون ہے میرے سوا صاحبِ تقدیر ایسا
مل گیا میرے مقدر سے مجھے پیر ایسا
کیوں نہ نازش ہو مجھے اپنے مقدر پہ بھلا
پیر ایسا ہے مرے پیر کا پیر ایسا (۴)

اردو غزل کو جو دہلی اور لکھنو کے شعراء نے ہجر و فراق دردِ دل اور شوخی و شرارت جیسے مضامین دیے ہیں۔ ان کی مثال نہیں ملتی، عورتوں کے سراپا، زیورات، ملبوسات، چال ڈھال، اداؤں اور گھاتوں سے متعلق مضامین عام کر دیے تھے، وہ عناصر اور وہ مضامین دہلوی شعراء کے ہاں لکھنوی شعراء کے مقابلے میں کم رہے، البتہ مضمون آفرینی و خیال بندی، تمثیل نگاری، سنگلاخ زمینوں میں طبع آزمائی اور رعایتِ لفظی ولسانی صنعت کاری کی طرف دہلوی شعراء کی توجہ لکھنوء سے کمتر نہیں رہی۔ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کی غزلیات میں استاتذہ سخن کی روایتی علامات جام و سبو، پیمانہ و مے خانہ، اور رند و ساقی موجود ہیں۔ زاہد، وعظ اور سجۂ و زناز کا ذکر بھی ملتا ہے یہ سب باتیں غزل کی شکوہ طرازی اور شوخی و شرارت غزل کی جان ہیں اگر ان سے صرفِ نظر کیا جائے تو غزل حدیثِ دلبراں نہیں رہتی:

کسی پر اب شباب آنے کے دن ہیں
لجا کر دل کو تڑپانے کے دن ہیں

ابھی مجھ سے نہیں وہ بے تکلف
ابھی کچھ اور شرمانے کے دن ہیں
جواں تم ہو ، جواں ہم ہیں، جواں دل
تڑپنے اور تڑپانے کے دن ہیں
حیاء و حسن ہیں شانہ بہ شانہ
کسی کی زلف سلجھانے کے دن ہیں(۵)

یہ رنگ بھی دیکھیے

مست آنکھوں سے کیوں نہیں پیتے
بادہ خانے تلاش کرتے ہو
صاف کہہ دو اگر نہیں ملنا
کیوں بہانے تلاش کرتے ہو
سب نئے رنگ ڈھونڈتے ہیں نصیؔر
تم پرانے تلاش کرتے ہو(۶)

الغرض غزل کہتے ہوئے ان باتوں کونظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ پیر سید نصیر الدین نصیر کی غزل میں اساتذۂ قدیم کا رنگ نمایاں ہے۔ پیر سید نصیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اساتذہ اردو میر تقی میر، انیس لکھنوی ، مصحفی، خواجہ آتش، حضرت امیر مینائی، استاد ذوق ، غالب اور داغ دہلوی نے الفاظ و علامات کو آتشِ دل سے گزار کر پُر تاثیر بنایا اور انہیں معنویت سے لبریز کر دیا۔ اب ان اساتذہ نے اردو زبان کو جو ورثہ عطا کیا ہے۔ اُسے نظر انداز کر کے کوئی شخص اربابِ شعر وسخن کے صف میں شامل نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ ورثہ بھی تو آناً فاناً قبضے میں نہیں آجاتا۔ بلکہ اس کے لیے لگاتار محنت اور مسلسل مطالعہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔''(۷)

استاد داغ نے اسی لیے کہا تھا:

نہیں کھیل اے داغؔ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے (۸)

بحمد اللہ میں نے انہی اساتذہ سے اردو زبان سیکھی ہے اور ان کا سپاس گزار ہوں۔ اسی باعث میرے اسلوبِ سخن میں ان اساتذہ متقدمین کے واضح اثرات موجود ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ جو اسلوب ان اثرات سے عاری ہے۔ وہ میرے نزدیک بے معنی اور بے حقیقت ہے

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑویؒ چونکہ غزل کی کلاسیکی روایتوں میں پلے ہوئے شاعر تھے۔ لہذا اُن کی غزل سخن کی روایات کی پابند ہے۔ یہ روایت کیا تھی۔ ہماری مغرب زدہ سرسری تنقید تو اسے محض قصہء گل وبلبل اور افسانہ ہجر و وصال کہہ کر ٹال دیتی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ یہ روایت ایک حیادار اور وضع دار تہذیب کی ترجمان تھی۔ جس میں ایک نظر دزدیدہ دلوں کے ہزاروں افسانے رقم کر سکتی تھی۔ اردو ادب کے نقاد اور معروف محقق ڈاکٹر سید عبداللہ، پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''الحمدللہ! کہ اس دورِ بے زبانی و کج مج بیانی میں شاہ نصیرالدین گولڑوی جیسے لوگ بھی جو تلمیذ ربانی ہونے کے باوجود اساتذہ کبار کے کلام کے بحرِ موّاج میں غوطہ زن ہوئے۔ ان سے بیان کا لطف اور لب و لہجہ سیکھا او رپھر اس میں فطرت کے گل و گلستان روشن کیے۔ شاہ نصیر نے آج کل کے مروجہ مضامین و مطالب کو نہیں چھیڑا، انسان دوستی، عدم مساوات، استعمار و استحصال کے جھگڑوں میں وہ نہیں پڑے۔ البتہ دانش کے نکتے بکثرت ہیں۔ جن میں زندگی کی حقیقتیں اور قلبِ انسانی کی لطافتوں کو بہ اندازِ خوش پیش کیا۔ زبان کی شرینی اور بیان کی خوبی اس پر مستزاد ہے۔ عالمِ شباب میں کسی کی اتنی پختہ شاعری میں نے بہت کم دیکھی اور پڑھی ہے۔''(۹)

فارسی اور اردو غزل تصوّف کی گود میں پلی ہے۔ متصوفانہ مضامین بڑے قدیم ہیں۔ اور ان کے خمیر میں رچے بسے ہوئے ہیں صنفِ غزل میں بھی بڑی چابک دستی اور فنکاری سے صوفیانہ خیال پیش کر دیتے ہیں۔ اکثر استاد شعراء کردار اور عمل سے بڑے پاکیزہ تھے۔ میری مراد کہ اکثر شعراء صوفی باصفا تھے اردو کی جدید غزل میں مسائلِ تصوف بہ ظاہر اس قدر مقبول نہیں رہے۔ مگر تصوّف کی روایت ہمارے غزل گو شعراء کے خون میں رچی بسی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ اس روایت سے چاہے شعوری طور پر کترائیں، کہیں نہ کہیں اُنہیں ذرے میں صحرا اور قطرے میں دریا دکھائی دے ہی جاتا ہے۔ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانیؒ کی شاعری میں یہ فراموش کردہ روایت پوری شان سے جلوہ گر ہے۔

دو عالم کے علاوہ کوئی عالم اور ہے شاید
ان آئینوں میں وہ آئینہ گر دیکھا نہیں جاتا(۱۰)

پیر نصیر گولڑوی کی اردو غزل میں متصوفانہ کارفرمائیوں کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

دو جہاں چھوڑ، دل میں ڈھونڈ اسے
دیکھ، موجود ہو یہیں نہ کہیں(۱۱)
بے خودی میں نہ ہوئی ہم کو نصیرؔ اپنی خبر
ہوش آیا تو ہمیں جلوہ جاناں نکلے(۱۲)

ایک اور جگہ پر یہ مضمون دیکھیں:

جلوہ ذات سے جو خالی ہو
کوئی ایسا بشر نہیں ملتا(۱۳)

یہ دیکھیں:

وہ شوخ جب آیا تو پھر اس شان سے آیا
جو صاحبِ خانہ تھے، وہ مہمان نظر آئے(۱۴)
عشق میں ترکِ جستجو ہے حرام
نہ ملے ، وہ اگر نہیں ملتا(۱۵)

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ خیالات علم تصوف کے راستے سے صنفِ غزل میں داخل ہوئے ہیں۔ اور فلسفے کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس کی ترجمانی تصوف کے اثر سے کلاسیکی ادب میں نہ کی گئی ہو۔ انسان کی اصلیت ،انسانی زندگی کی حقیقت ، ذات باری کی اہمیت ، مذہب اور دین کی ضرورت، اخلاق کی حیثیت، نظام اقدار کی اہمیت، انسان کی عظمت ، اس کی خامیاں اور کمزوریاں، جبر و اختیار، فنا و بقا کی حقیقت،غرض اس طرح کے ان گنت موضوعات پر بے شمار تجربات کلاسیکی شاعروں نے پیش کیے ہیں ، اور ان کو پیش کرتے ہوئے ان کا زاویہ نظر ہمیشہ متوازن رہا ہے، اُن کے اِن تجربات میں انسان کے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دیتی ہیں اور اس کے ذہن وشعور کی کیفیت کا صحیح طور پر اندازہ بھی ہوتا ہے

ڈاکٹر توصیف تبسم بدایونی پیر نصیرالدین نصیر گولڑوی کی غزل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''دستِ نظر'' کی طرح ''پیمان شب'' میں شامل غزلیات کا فنی ولسانی پہلو بلاشبہ امیر مینائی اور استاد داغؔ کی یاد تازہ کردیتا ہے۔ لطفِ زبان و بیان، لب ولہجہ کی صفائی اور لفظوں کے رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے ان ہر دو اردو مجموعوں کا یہ پہلو بھی خاص توجہ کا طالب ہے۔ بات کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو اگر کہنے والا اس کی ادائیگی میں مناسب پیرایۂ اظہار اختیار نہیں کرتا تو کسی صورت میں بھی سننے والے پر وہ اثر مرتب نہیں ہوگا، جو قائل کا مقصود ہے۔ مناسب پیرایہ سے ہماری مراد روزمرہ اور محاورہ کی صحت اور لب ولہجہ کا وہ حسن ہے جو فنی رچاؤ کے بغیر سامنے نہیں آتا۔ نظم ونثر کی اس خصوصیت کو علمائے بیان نے فصاحت و بلاغت کا نام دیا ہے۔ فصاحت سے مراد کلام کا لسانی اغلاط سے پاک ہونا ہے اور ایسا کلام جو اغلاط سے پاک ہوتا ہے، وہی بلیغ بھی ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کو سن کر سامع کسی قسم کی الجھن کا شکار نہیں ہوتا، گویا بلاغت، فصاحت کا لازمی نتیجہ یا اثر ہوتی ہے۔ نصیر صاحب شعر کہتے ہوئے صحت لفظی کا، جس میں روزمرہ اور محاورہ دونوں شامل ہیں، حد درجہ خیال رکھتے ہیں۔ ان کی غزل پڑھ کر اس بات پر حیرت ہوئی ہے کہ اردو زبان کے مسلمہ مراکز سے دور گولڑہ شریف میں رہنے والے ایک شاعر نے اہل زبان جیسی مہارت کہاں سے حاصل کر لی۔ اُن کے یہاں لطفِ روزمرہ ومحاورہ کے پہلو بہ پہلو، لفظی مناسبتوں کا خیال، خاص شیرازہ بندردیفوں کا استعمال (جو غزل میں ایک خاص ذہنی فضا کی تشکیل کرتی ہیں) کہیں کہیں بیان میں شوخی، غزل کے اس لہجہ کی تعمیر کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، جو آج کے دور میں پیر نصیرالدین نصیر سے مخصوص ہے۔ قدرتِ کلام اِن کی غزل کا اضافی وصف ہے۔ نصیر، نامانوس قوافی کا استعمال انتہائی مہارت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس طرح کہ لطفِ بیان کہیں کم نہیں ہونے پاتا۔ یہ صورتِ حال اس ریاض ومحنت کا حاصل ہے (۱۶)

پیر صاحب کی غزل میں لہجہ کا حسن ملاحظہ فرمائیں:

بے وفا بھی رہے، خفا بھی رہے
آپ بھی ہیں بڑے عجب کوئی (۱۷)

اگر سنو تو تمام و کمال حال سنو
ہم ابتدا سے سنائیں گے، درمیاں سے نہیں (۱۸)

دیر سے مے کدے میں بیٹھے ہو
شیخ جی! جام بھی ملا کوئی! (۱۹)

مکالماتی حسن دیکھیے:

جب کہا ہم نے کہ ہم سے یہ تکلف کیسا
نیچی نظروں سے کہا اس نے ، حیا اچھی ہے
میں یہ کہتا ہوں، مری آہِ رسا سے ڈریئے
وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تیز ہوا اچھی ہے
مسکرائے،جو نظر آئی شبیہِ یوسف
میں نے پوچھا کہ یہ کیسی ہے ،کہا،اچھی ہے (۲۰)

فارسی میں مکالماتی رنگ ملاحظہ فرمائیے:

چو گفتمش ای دو دیده قربان مگر ربودی تو راحتِ جاں
بگفت از ره بی نیازی درین نداریم اختیاری
بگفتمش این چه شد که یکسر نماند در شورشِ حیاتم
به لب نوای ، به سر هوای ، به سینه آهی ، به دل قراری
اگر چه دامن کشیده از من ولی فتادم به پای نازش
بگفتمش،زحمت علاجی ، تبسمی کرد و گفت آری (۲۱)

سہل ممتنع علم شعر میں ایک فن ہے کہ جو کہ بڑے بڑے مشاق شعراءکو بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے اور نئی سے نئی ردیفیں وجود میں لانا اور انہیں غزل میں نبھانا ہرکس و ناکس کے بس میں نہیں۔ ردیف کے استعمال سے غزل میں جان پیدا ہو جاتی ہے اور غنائیت ہی غزل کا اصل خاصہ ہے۔ پیر نصیرالدین نصیر گولڑوی کی غزل کے بارے میں جناب احمد ندیم قاسمی کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

''بیشتر غزلوں کی زمینیں سید نصیر صاحب کی اپنی ہیں اور بعض کی ردیفیں تو ان کی ذہنی اُپج کا ایک دلچسپ ثبوت ہے پھر یہ ردیفیں غریب ہونے کے باوجود ہر شعر میں ماہرانہ اورفن کارانہ سلیقے سے کھپی ہوئی ہیں۔ سید نصیرؒ اس لحاظ سے بھی داد و ستائش کے مستحق ہیں کہ فارسی شاعر ہونے کے باوجود انہوں نے فارسی پر اپنی دسترس کو اپنی اردو غزلوں کے شاید کسی شعر پر مسلط ہونے دیا ہو۔ جبکہ ابتدا میں مرزا غالب تک اس کمزوری کی زد میں آ گئے تھے۔اس لیے ان کی غزلوں کی سلاست او ر ساتھ ہی بلاغت میرے

نزدیک حیرت انگیز بھی ہے اور مسرت بخش بھی۔"(۲۲)

درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

بہت کچھ ہم نے دیکھا، دیکھنے کو
رہا دنیا میں اب کیا دیکھنے کو
نکل آئے فلک پر چاند سورج
ترا نقشِ کفِ پا دیکھنے کو
دمِ آخر کروں گا راز افشا
مجھے آپ آئیں تنہا دیکھنے کو
ترا ثانی سنا ہم نے، نہ دیکھا
زمانہ ہم نے دیکھا دیکھنے کو
نصیر اُن کی گلی میں کیوں گئے تھے
یہی، اپنا تماشا دیکھنے کو(۲۳)

پیر سید نصیر گولڑویؒ کی غزل میں استاد داغ دہلوی کی طرح کا استادانہ رنگ اور ایک جیسی ردیف کو نبھانے کی فنکارانہ روش ملاحظہ ہو:

مٹ گئے عشق میں گھر سینکڑوں ویراں ہو کر
پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوراں ہو کر
دردِ سر ہونے لگا سن کے زیادہ تعریف
اُٹھ گئے آج وہ محفل سے پریشاں ہو کر
دیکھنے والے ہی سو عیب لگا دیتے ہیں
کوئی جو چاہے کرے آنکھ سے پنہاں ہو کر
تجھ کو معلوم بھی ہے رات کو در پہ ترے
نالے کرتا ہے کوئی روز غزلخواں ہو کر
داغؔ تو کعبے سے جاتا ہے جو بت خانے کو
شرم آتی نہیں کمبخت مسلماں ہو کر

پیر نصیر الدین نصیر کے غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

نہ وہ محفل، نہ وہ ساقی، نہ وہ ساغر ، نہ وہ بادہ
ہماری زندگی اب رہ گئی ہے بے مزا ہو کر
بہر صورت وہ دل والوں سے دل کو چھین لیتے ہیں
مچل کر، مسکرا کر، روٹھ کر، تن کر خفا ہو کر
نہ چھوڑو ساتھ میرا ہجر کی شب ڈوبتے تارو!
نہ پھیرو مجھ سے یوں آنکھیں ، مرے غم آشنا ہوکر
مرے دل نے حسینوں میں مزے لوٹے محبت کے
کبھی اِس پر فدا ہو کر، کبھی اُس پر فدا ہر کر
سنبھالیں اپنے دل کو ہم کہ روئیں اپنی قسمت کو
چلے ہیں اے نصیؔر زاد ! وہ ہم سے خفا ہو کر (۲۵)

حوالہ جات

۱۔ نصیر گولڑوی، پیر نصیر الدینؒ،۱۹۸۳ء، (من آنم کہ من دانم) پیمان شب ، گیلانی پبلشرز گولڑہ شریف، اسلام آباد،ص ۱۷
۲۔ بیدل دہلوی، مرزا عبدالقادر، ۱۳۳۳ق، دیوان بیدل دہلوی(ج۔۱) مؤسسۂ انتشارات نگاہ، تہران (ایران)،ص ۶۷۰
۳۔ نصیر گولڑوی، پیر نصیر الدینؒ،۱۹۸۳ء،(من آنم کہ من دانم) پیمان شب ، گیلانی پبلشرز گولڑہ شریف، اسلام آباد،ص ۱۸
۴۔ امجد حیدر آبادی،۱۹۹۶ء، رباعیاتِ امجد، بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی،ص ۱۰۹
۵۔ نصیر گولڑوی، پیر نصیر الدین گیلانیؒ، پیمان شب، گیلانی پبلشرز گولڑہ شریف، اسلام آباد،ص ۹۷
۶۔ ایضاً،ص ۲۹۴
۷۔ ایضاً،ص ۲۶
۸۔ داغ دہلوی، ۲۰۱۱ء، کلیات داغ (آفتاب داغ)، الحمد پبلی کیشنز، لاہور،ص ۵۳۰
۹۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر،۱۹۸۳ء، غزلیات نصیر گولڑوی (پیمان شب)، گیلانی پبلشرز، گولڑوہ شریف، اسلام آباد،ص ۴۰
۱۰۔ نصیر گولڑوی، پیر نصیر الدین ،۱۹۸۳ء، پیمان شب، گیلانی پبلشرز، گولڑہ شریف، اسلام آباد،ص ۳۵۷

۱۱۔　ایضاً،۲۰۰۰،مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف،اسلام آباد،ص۱۵۸

۱۲۔　ایضاً،ص۱۸۱

۱۳۔　ایضاً،ص۱۸۸

۱۴۔　ایضاً،ص۲۰۲

۱۵۔　ایضاً،ص ۱۸۸

۱۶۔　توصیف تبسم، ڈاکٹر، ۲۰۰۰، نظر بردستِ نظر(دست نظر) ، مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف، اسلام آباد، صxvi

۱۷۔　نصیر گولڑوی، پیرنصیر الدینؒ، ۲۰۰۰ء، دست نظر، مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف،اسلام آباد،ص ۳۱

۱۸۔　ایضاً،ص۱۰۲

۱۹۔　ایضاً،ص۱۳

۲۰۔　ایضاً،ص ۱۵۸

۲۱۔　ایضاً،ص عرش ناز،ص۳۰

۲۲۔　قاسمی ،احمد ندیم،۱۹۸۳ء، پیمان شب کا ایک تاثر (پیمان شب) گیلانی پبلشرز گولڑوہ شریف، اسلام آباد،ص ۳۷

۲۳۔　نصیر گولڑوی، پیرنصیر الدین، ۲۰۰۰ء، پیمان شب، مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف اسلام آباد،ص ۱۹۱۔

۲۴۔　داغ دہلوی، ۲۰۱۱ء،کلیات داغ (آفتاب داغ) ،الحمد پبلی کیشنز، لاہور،ص ۴۹۰۔۴۹۱

۲۵۔نصیر گولڑوی، پیرنصیر الدین، ۲۰۰۰ء پیمان شب، مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف، اسلام آباد،ص ۹۳۔۹۴

نعت رنگ

25، سلور جوبلی نمبر

مرتب

صبیح رحمانی

اراکین نعت فورم کی طرف سے سلور جوبلی نمبر کے کامیاب سفر پہ ڈھیروں مبارکباد

شخصیت

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

میں نے زندگی میں کئی ایک بزرگانِ دین اور اصحابِ طریقت کو دیکھا ہے، ان کی باتیں بھی سنی ہیں، ان کی محافلِ ذکر میں بھی شرکت کی ہے، ان کے زہد وعبادت کو بھی قریب سے دیکھا ہے، اپنے مریدوں کو پند ونصائح اور تلقین کرنے کے مناظر بھی سامنے آئے ہیں، عوام الناس سے ان کا برتاؤ بھی مشاہدہ میں آیا اور ان کے عملی کردار سے بھی واقفیت حاصل ہوئی مگر ان میں سے کسی نے مجھے اس قدر متاثر نہیں کیا جتنا ''پیر جوان اور جواں مرگ'' حضرت نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ کی شخصیت اور کردار سے میں متاثر ہوا۔ لوگ کہتے ہیں اور بالکل سچ کہتے ہیں کہ سیّد نصیر گیلانی رحمہ اللہ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ کی زندہ تصویر اور نقل بمطابق اصل تھے، آستانہ گولڑہ شریف کی ''اصلِ ثابت'' اور گل سرسبد پیر مہر علی شاہ ہم مسلمانانِ برصغیر کے چوٹی کے رہنماؤں میں سے تھے، علم وفضل اور تصوف وطریقت کے بامِ عروج پر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی دینی وملی خدمات ناقابل فراموش بلکہ قابل فخر بھی ہیں، اگرچہ انہوں نے حصولِ علم کی بہت سی منازل میرے علاقے وادی سون سکیسر کے ایک گاؤں میں طے کیں اور وہاں اپنی بے شمار شیریں وخوشگوار یادیں چھوڑ گئے مگر انہیں دیکھنے کا شرف مجھے نصیب نہیں ہوا، تاہم ان کے علم وفضل اور شعر وادب اور ملی ودینی خدمات کے نقوش ان کی تصانیف ونگارشات کے توسط سے، لوگوں کی زبانی اور برصغیر کی اسلامی تاریخ میں آفتابِ گولڑہ شریف کی روشنی اور چمک دمک کی شکل میں دیکھا ہے اس لیے پیر نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ کو دیکھ کر یقین ہوگیا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ یقیناً ایک عظیم ہستی تھے جن کی اولاد میں سے نصیر گیلانی بھی ہیں۔

سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ کو میں ''پیرِ جوان'' اور ''جواں مرگ'' اس لیے کہتا ہوں کہ جس عمر میں وہ اپنے متوسلین اور عقدت مندوں کو داغِ مفارقت دے گئے اور جہانِ فانی سے جہانِ بقا کو سدھار گئے ہیں وہ جوانی کی عمر ہی ہوتی ہے، زیادہ سے زیادہ آپ اسے ادھیڑ عمر کہہ سکتے ہیں، لوگ

تو ساٹھے بھی پاٹھے ہی ہوتے ہیں اور ساٹھ سال کے بعد بھی ''ابھی تو میں جوان ہوں! ابھی تو میں جوان ہوں'' کے نعرے بلند کرتے ہوئے نہیں تھکتے، پچاس کی دھائی تو جوانی کی ''جاتی بہار'' (جاندی بہار) شمار ہوتی ہے۔ پھر ان کی صحت، اٹھان اور شان بان بھی تو جونوانوں والی تھی! ان کا نورانی چہرہ تو سدابہار جوانی والا چہرہ تھا، رفتار میں گفتار میں اور رعب وجلال کے ساتھ ساتھ حسن وجمال میں بھی وہ گرجتے، برستے، اچھلتے، لپکتے جوان ہی تو تھے! ہمارے ''پیرِ جوان'' کو کسی بدنیت اور بدخواہ کی نظر کھا گئی۔

انہیں پیرِ جوان اور جواں مرگ کہنے کا ایک جائز اور معقول سبب یہ بھی ہے کہ میں نے اس مہتابِ گولڑہ شریف کو سب سے پہلے آغازِ جوانی اور عنفوانِ شباب کے موسم میں ہی دیکھا۔ یہ غالباً ۱۹۷۶ء یا ۱۹۷۷ء کی ایک صبح تھی۔ ایم اے عربی کی ایک کلاس میں لیکچر سے فارغ ہو کر حسب معمول اپنے گروگھنٹال اور پیر مغان ڈاکٹر وحید قریشی کے ''آستانہ عالیہ'' پر حاضر ہوا تھا، چائے نوشی کا معرکہ گرم تھا، مجھے بھی عالمِ ضحکاتی'' کی اس محفلِ طربناک میں شرکت کا پروانہ ملا تھا، قریشی صاحب اس وقت پنجاب یونیورسٹی کے ''اورینٹل کالج'' میں نئے نئے ڈین بنے تھے، وہ ان فانی لحات میں اپنے عالمِ ضحکات ومضحکات کی محفلِ طربناک میں ضحک وطرب کی اونچی منزلوں میں ہوتے تھے، بات بات میں لطائف کا انبار، جگت بازی کی بھرمار اور طنز ومزاح کی آبشار بنے ہوئے تھے۔ اس وقت ان کی ہر بات لطیفہ ہر سانس قہقہہ کا رنگ لیے ہوئے ہوتی تھی، ان کی ہر بات پہ ہنسی آتی تھی، ہنسنے کا کوئی خاص موقع یا سبب نہ بھی ہوتا تو سب کو ہنسنا ہی پڑتا تھا کیونکہ ہر بات کی تکمیل کا مرحلہ ایک ''وحیدی قہقہہ'' ہوتا تھا جس پر سب حاضرین کا نہ ہنسنا بدذوقی یا خلافِ ادب سمجھا جاتا تھا۔

داخل ہوتے ہی میری نظر ایک اجنبی نوجوان پر جم کر رہ گئی! میں بھی اس وقت جدید عربی زبان وادب کے اسسٹنٹ پروفیسر سے ایسوسی ایٹ پروفیسر کے درجہ میں نیا نیا سرفراز ہوا تھا اس لیے جوان ہی تھا۔ ڈاکٹر قریشی صاحب نے نووارد مہمان سے میرا تعارف کرایا اور کہا کہ ''یہ پاکستان کے معروف عربی دان ہیں، آپ نے ۱۹۷۴ء میں لاہور کی اسلامی سربراہی کانفرنس کا حال اور پھر جلسہ عام میں قذافی سٹیڈیم لاہور میں لیبیا کے صدر کی تقریر کا ترجمہ تو سنا ہی ہوگا، یہ ترجمہ انہوں نے

ہی کیا تھا۔'' یہ سن کر وہ اجنبی نوجوان مسکراتے ہوئے اٹھا اور بڑے پرتپاک طریقے سے مصافحہ کیا اور بتایا کہ ''اس فقیر کو غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی کہتے ہیں۔'' یہ تھی پہلی ملاقات اور اس کا رنگ جو معرکہ چائے نوشی کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہوگئی، گولڑہ شریف تو بچپن سے ہی سنتے آ رہے تھے نصیر گیلانی صاحب کا نام بھی سن رکھا تھا، اب اس ملاقات نے پیر صاحب کے حسن و جمال اور رعب و جلال نے بھی اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، غالبًا پیر صاحب بھی مجھ سے واقف تھے اور کچھ وحید قریشی صاحب نے بھی ایک رو میں بہک کر میرا تعارف کروا دیا تھا اور یہ رو اس وقت تقریباً پورے پاکستان میں چل رہی تھی کم سے کم لاہور شہر کا تو بچہ بچہ اس رو سے آگاہ تھا اور ۱۹۷۴ء سے اسّی کی دہائی کے نصف اول تک یہ رو چلتی ہی رہی تھی۔ پنجاب یونیورسٹی کے اربابِ بست و کشاد بھی کم سے کم میری عربی دانی کے اعتراف پر تو مجبور ہو ہی گئے تھے، ورنہ بقول حفیظ جالندھری ؏

اہلِ زباں کب مانتے تھے حفیظ
مانا نہیں منوایا گیا ہوں میں

سید نصیر گیلانی رحمہ اللہ میں دو خوبیاں ایسی تھیں جن کی مثال آج کے کسی پیر اور ''صاحبزادہ'' میں شاید تلاش ہی کرنا پڑیں، صاف گوئی اور وضع داری! وہ صاف گوئی اور حق پرستی میں شمشیرِ برہنہ تھے۔ اس معاملہ میں لحاظ، خوف ملامت یا جھجک ان میں تھی ہی نہیں۔ اسی طرح وضع داری بھی مروت کے اعلیٰ درجوں میں تھی چنانچہ اگلی ملاقات کے سلسلے میں اورئینٹل کالج تشریف لائے تو ''آغوشِ حیرت'' کا قیمتی تحفہ ساتھ لائے اور نہایت تواضع اور خاموشی کے ساتھ کتاب مجھے پکڑا دی جیسے ان کے ذمہ میرا کوئی قرض تھا یا کوئی راز دارانہ و بزرگانہ امداد تھی کہ دائیں ہاتھ سے دیتے ہوئے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہونے پائے۔ استاذ گرامی پروفیسر عبدالعزیز میمن رحمہ اللہ کے جو ارشادات اور پند و نصائح حرزِ جان ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کتاب کی بھی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور وہ یہ کہ نئی کتاب ہاتھ میں آئے تو اسے بغور دیکھو اور پھر اگر پڑھنے کے قابل لگے تو پوری تسلی سے پڑھو، ایسا کرنے سے وہ کتاب پھر خود بتاتی ہے کہ میرے بارے میں کیا کرو؟ یعنی میرے خلاف یا میرے حق میں کچھ نہ

کچھ کہو یا لکھواور میں اس پر عمل ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرت پیر صاحب سے تیسرا سامنا یا ملاقات تو تاریخی بلکہ تاریخ ساز ہے، میں بہاولپور جانے کے لیے لاہور کے پرانے ائیرپورٹ میں داخل ہو رہا تھا جبکہ پیر صاحب باہر نکل رہے تھے، ان کے ساتھ صوفی محمد افضل فقیر بھی تھے جنہیں میں ''پیرالا پیار'' یعنی پیروں کا پیر یا بڑا پیر کہہ کر گلے ملتا تھا۔ نصیر گیلانی صاحب نے مجھ سے یہ لقب پہلی بار بلکہ شاید زندگی میں پہلی بار سنا تھا۔ بہت محظوظ ہوئے اور کافی دیر مفت کی داد وتحسین کا سلسلہ جاری رہا، پھر یہ گیلانی صاحب کی گفتگو کا حصہ بن گیا، جب بھی ملتے اکثر پیرالا پیار کے بارے میں سوال کرتے کہ وہ آئے یا نہیں اور آج کل کس قصیدہ کے سلسلے میں جوئے شیر لانے میں کوشاں ہیں؟ صوفی محمد افضل فقیر صحیح معنیٰ میں اسم با مسمی تھے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے فارسی زبان کا امتحان ایم اے بڑے امتیاز کے ساتھ پاس کیا تھا۔ بڑے مخلص انسان تھے اور بڑے بے نیاز فقیر تھے! عربی، فارسی، اردو، پنجابی میں شعر کہتے تھے، عرب کے فحول شعراء حتیٰ کہ سبع معلقات کے شعراء سے بھی ٹکرا جاتے تھے۔ ایک دفعہ جاہلی دور کے شاعر عنترہ کے دالیہ کے پیچھے پڑ گئے اور بڑی مدت تک زور لگاتے لگاتے کچھ شعر کہہ ہی ڈالے! ذخیرہ الفاظ اور مشورہ کے لیے مجھے بھی ستاتے رہے، گیلانی صاحب سے ملاقات میں بھی اس بات کا ذکر کیا تو فرمانے لگے: ''کوئی بات نہیں پیاسا اگر کنویں کے پاس آئے تو یہ اس کا قصور نہیں بلکہ خوبی اور خوش بختی ہے۔'' میں تو یہ سن کر خاموش ہوگیا مگر پیرالا پیار کا چرچا ہوتا ہی رہا۔ ایک روز گرمی کے موسم میں گیلانی صاحب نے فون کیا، فرمایا کہ تجھے اپنے پیرالا پیار کے بارے میں کچھ علم ہے؟ میں نے قدرے گھبرا کر پوچھا کہ انہیں کیا ہوگیا ہے؟ فرمانے لگے میں ابھی ابھی ان کا جنازہ پڑھ کر آ رہا ہوں وہ تو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

صوفی افضل فقیر رحمہ اللہ دنیا سے چلے گئے مگر گیلانی صاحب سے اکثر اوقات جب بھی ملاقات ہوتی پیرالا پیار کا استعمال ضرور ہوتا، یہ دراصل ایک مخلص دوست کے ذکر خیر کا بہانہ تھا، حتیٰ کہ یونیورسٹی آف فیصل آباد کے یادگار مشاعرہ ''مناقبِ اہلِ بیت'' کے موقع پر آخری ملاقات میں بھی ذکر آیا اور فرمانے لگے: اب آپ مجھے ہی پیرالا پیار کہہ دیا کریں۔ میں نے عرض کیا: گیلانی صاحب یہ گستاخی میں کس طرح کر سکتا ہوں، آپ تو واقعی میرے پیر ہیں، میں تو آپ میں حضرت پیر مہر علی

شاہ رحمہ اللہ کی عظمت واحتشام جلوہ گر دیکھتا ہوں، آپ تو سید السادات ہیں۔ اس پر ان کی رگِ شاعری پھڑک اٹھی اور اقبال کا شعر زبان پر آ گیا ؂

سید السادت مولانا جمال
زندہ از گفتار او سنگ وسفال

اور سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ بھی سید جمال الدین افغانی کی طرح ایک شعلہ بار خطیب تھے، ان کے ارشادات بھی واقعی مردہ دلوں کو زندگی اور سوئے ہوئے غافلوں کو جگا کر تڑپا دیتے تھے۔

ایک مرتبہ مرشد لاہور سید ہجویری رحمہ اللہ کے عرس کے موقع پر منعقد ہونے والے مشاعرہ کی صدارت کے لیے گیلانی صاحب تشریف لائے، عزیز مکرم ڈاکٹر طاہر رضا بخاری اس وقت اوقاف پنجاب کے ڈائریکٹر مذہبی امور تھے۔ ان کی طرف سے دعوت اور گیلانی صاحب کی آمد مجھے بھی کشاں کشاں داتا دربار لے گئی۔ پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمام شعراء کا کلام سن کر جانا، بیچ میں اٹھ کر بھاگ نہ جانا۔ چنانچہ ''بطورِ ضمانت'' گیلانی صاحب نے ازراہِ کرم مجھے بھی تکیہ صدارت کی اوٹ میں اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ میں قدرے شرمندہ اور حیرت زدہ سا تھا۔ فرمانے لگے گھبرایئے نہیں آزمائش بھی زندگی کا حصہ ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور شاہراہِ پاکستان کے علاوہ دو سڑکیں اور بھی داتا صاحب کے دربار کو سلام کرتی رہتی ہیں، ایک تو یہ سامنے شیش محل روڈ ہے جہاں ہمارے دوست اور ''اہلِ حدیث صوفی'' جناب پروفیسر سید ابوبکر غزنوی کا ''آستانہ وھابیہ'' ہوتا تھا اور دوسری سڑک کو موہنی روڈ کہتے ہیں، اے جی آفس لاہور کے ایک کلرک صاحب یہیں کہیں اسی روڈ پر رہتے تھے۔ ایک مدت تک میں بھی موہنی روڈ پر کرایہ کے ایک مکان میں رہتا رہا ہوں۔ بدقسمتی سے ان کلرک صاحب پر شاعری کا بھوت سوار ہو گیا تھا مگر بہت بری طرح بلکہ بلا وجہ سوار تھا، وہ آتے جاتے مجھے ہی گھیر کر کھڑا کر دیتے تھے اور ''عرض کیا ہے'' کی خشت باری بلکہ چٹان باری شروع کر دیتے تھے، میں بچ بچا کر شیش محل روڈ والا راستہ اختیار کرتا تو وہ نیولے کی طرح سر نکال کر وہاں بھی نمودار ہو جاتے۔ مگر مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ ایک روز یہی آزمائش سیش محل روڈ یا موہنی روڈ کے بجائے عین داتا دربار کے جوار میں میری منتظر ہو گی۔ لیکن یہ کوئی اس قسم کی آزمائش نہ ثابت ہوئی بلکہ سید نصیر گیلانی کے ''صدارتی

کلام'' نے تمام بوریت اور تھکاوٹ دور کر دی۔

تاہم گیلانی صاحب بھی مجھے اکثر آزمائش میں ڈالتے ہی رہتے تھے مگر یہ انہی کی برکت تھی کہ میں ہر آزمائش میں پورا اترتا تھا دراصل بات یہ تھی کہ وہ مجھے صرف عربی زبان ہی نہیں اسلامی علوم کا بھی ''عالم وماہر'' سمجھتے تھے۔ چنانچہ ملاقاتوں میں اکثر کسی نہ کسی لفظ یا مسئلہ کی بات ہو جاتی لیکن انہیں دیکھ کر اور سن کر کچھ نہ کچھ جواب نکل ہی آتا اور وہ پھر میری علمیت اور مہارت کے متعلق مزید غلط فہمی کا شکار ہو جاتے۔ بعض اوقات رات ہو یا دن فون پر دریافت فرماتے اور حسنِ اتفاق سے جواب نکل ہی آتا اور یوں میرا تکا تیر بن کر لگ ہی جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں قبر وحشر میں ان پر نازل ہوتی رہیں وہ آخری وقت تک مجھ ہیچمدان کو اسی ''علمیت ومہارت'' کے باعث اپنی شفقت اور کرم نوازی سے اپنی محبت کے قابل سمجھتے رہے۔

یہ گیلانی صاحب کی عظمت اور بڑا پن تھا کہ وہ اکثر میرے غریب خانے کو شرف بخشتے رہتے تھے، پنجاب یونیورسٹی کے نیو کیمپس پر، پھر سلطان باہو ہاؤس جوڈیشل کالونی لاہور اور پھر یونیورسٹی آف فیصل آباد میں تشریف لاتے رہتے تھے، جو لوگ ان کے پاؤں چھونے کو بھی ترستے تھے وہ حیران ہوتے تھے کہ پیر صاحب ایک حقیر سے پروفیسر کے غریب خانے پر آجاتے ہیں، مگر یہ کسی کو پتہ نہ تھا کہ یہ ان کی تواضع اور وضع داری تھی۔

ایک بار گیلانی صاحب پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس والے میرے مکان پر تشریف لائے، میری بیٹی اس وقت چھٹی ساتویں کی طالبہ تھی وہ پیر صاحب کو سلام کرنے آئی اور کہنے لگی میں اپنی راولپنڈی والی خالہ کے ساتھ گولڑہ شریف دربار پر آئی تھی، میں نے آپ کو دیکھا تھا، آپ عورتوں سے دور بھاگے جارہے تھے ہم آپ کو سلام کرنا چاہتے تھے مگر ممکن نظر نہ آیا مگر آج آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں تو میں آپ سے دعا اور نصیحت کی درخواست کرتی ہوں۔ پیر صاحب نے ازراہِ شفقت اور تواضع فرمایا کہ بیٹی! تمہارے اپنے گھر میں گنگا بہتی ہے تمہیں میری کیا ضرورت ہے؟ بس پڑھائی میں محنت کرو اور جو پوچھنا ہو اپنے والد صاحب سے پوچھ لیا کرو! میں تو خود ان سے کچھ نہ کچھ پوچھنے کے لیے ہی آتا ہوں۔''

یہ اس وقت کی بات ہے جب میاں نواز شریف پنجاب کے چیف منسٹر تھے چنانچہ حضرت پیر

صاحب کو سلام کرنے کے لیے میرا منجھلا بیٹا اور قدرے شرارتی بیٹا (علی اظہر) ڈرائنگ روم میں آیا اور سلام ومصافحہ کے بعد ہنستے ہوئے کہنے لگا: ''پیر صاحب آپ کل بھی تشریف لائے تھے اور آج بھی ہمیں شرفِ ملاقات بخش رہے ہیں، کہیں آپ میرے ابو کو ساتھ لے جانے کا پروگرام تو نہیں رکھتے؟''

گیلانی صاحب نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ بچے کو دعا دی اور کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: ''کاکا! آپ کے والد ہیں تو ساتھ رکھنے کے لیے مگر میں ایک یونیورسٹی پروفیسر کو یرغمال بنا کر قوم کے جوہرِ قابل کو ان کے فیض سے محروم کرنے کے حق میں نہیں ہوں، البتہ یہ درست ہے کہ میں کل بھی آپ کے والد صاحب سے ملنے کے لیے آیا تھا، آج بھی آیا ہوں اور شاید کل یا پرسوں بھی آنا پڑے، بلکہ ان سے ملنے تو آتے رہنے میں ہی مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے حالانکہ تمہارے وزیرِاعلیٰ نواز شریف صاحب تین چار دن سے مجھے ملنے کے لیے آنا چاہتے ہیں مگر میں انہیں وقت نہیں دے رہا، میرے نزدیک علم کے لیے چل کر آنا کسی صاحبِ اقتدار کو وقت دینے سے زیادہ افضل اور قیمتی ہے۔''

دراصل پیر نصیر گیلانی رحمہ اللہ کا یہ دوسری مرتبہ تشریف لانا میرے لیے ایک نئی اور مشکل آزمائش کا پیش خیمہ تھا۔ اس سے پہلے کل والی ملاقات میں انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ ''میں اب کے مدینہ شریف کی زیارت کے دوران میں وہاں سے شیخ اکبر ابن العربی کی فتوحاتِ مکیہ کا سات جلدوں پر مشتمل سیٹ لے کر آیا ہوں مگر اس کی فہارس یا انڈیکسز میری سمجھ سے باہر ہیں، میں کئی ایک علماء اور پروفیسرز کے پاس جا چکا ہوں مگر ان میں سے کوئی بھی میری مشکل حل نہیں کر سکا! یہ فہارس کسی کو سمجھ ہی نہیں آ رہیں مگر آپ میری مشکل حل کر سکتے ہیں۔''

اس وقت تو میں نے لا ابالیانہ انداز میں بلکہ احمقانہ انداز میں کسی مشکل کا تصور یا احساس کیے بغیر یونہی حامی بھر لی تھی مگر آج جب فتوحات کا وہ مطبوعہ نسخہ دیکھا تو ایک بار تو لرز گیا، یوں لگا کہ جیسے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔ فہارس دیکھ کر پسینے چھوٹ گئے، میں نے عرض کیا: ''حضرت! اس کے لیے شاید کچھ وقت صرف کرنا پڑے۔''

گیلانی صاحب نے بڑی فراخدلی سے فرمایا: ''آپ ایک مہینہ لے لیجیے! اگلے ماہ میں نے پھر لاہور آنا ہے اس وقت تک بھی اگر نہ ہو سکے تو آپ جب کہیں گے میں سمجھنے کے لیے آ جاؤں

گا۔‘‘

میں نے دل میں کہا کہ میرے پاس ایک ماہ دو ماہ کا وقت کہاں ہے؟ اور وہ بھی ایک کتاب کی فہارس سمجھنے اور سمجھانے کے لیے؟ اس لیے میں نے عرض کیا: ’’حضرت میں کل ہی ان شاء اللہ یہ کتاب لے کر آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہو جاؤں گا۔‘‘

حضرت پیر صاحب فرمانے لگے: ’’نہیں نہیں آپ تکلیف نہیں کریں گے! کام مجھے ہی میں ہی حاضر ہوں گا۔‘‘

دراصل مجھے ڈر تھا کہ شاید میں یہ معما حل نہ کر سکوں اور پیر صاحب تشریف لائیں اور کام نہ ہو سکا تو یہ انتہائی شرمندگی کے ساتھ ساتھ گستاخی بھی ہوگی، اس لیے اگر یہ مجھے حاضری کی اجازت فرما دیں تو چپ چاپ کتاب قیام گاہ تک پہنچا آؤں گا اور ساتھ ہی ایک چند حرفی معذرت نامہ بھی لکھ کر صاحبِ خانہ کو پکڑا کر بھاگ آؤں گا۔ اس طرح شرمندگی اور گستاخی سے بچ جاؤں گا۔ مگر پیر صاحب کا اصرار تھا کہ میں ہی آؤں گا آپ نہیں آئیں گے، بس آپ فون پر مجھے دن اور وقت بتا دیجیے گا۔

اس روز پیر صاحب کافی دیر غریب خانہ کو رونق بخشتے رہے ہم نے عصر اور مغرب کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔ مغرب کی نماز کے بعد جب تشریف لے جانے لگے تو میرا حلق خشک ہو چکا تھا اس لیے کہ بچنے کے کسی بہانے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ بس اتنا عرض کر سکا کہ کل شام اسی وقت آپ پھر غریب خانے کو شرف بخشیں گے۔ صبح میں آپ کو فون بھی کر دوں گا۔

پیر نصیر الدین نصیر صاحب جب لاہور تشریف لاتے تو اکثر اوقات بھائی بشارت صاحب کے دولت خانے کو رونق بخشتے جو آغا خان روڈ پر روزنامہ جنگ لاہور کی عمارت کے پچھواڑے میں واقع ہے اور یا جناب عزیز الحق قریشی صاحب کے ہاں قیام فرماتے تھے۔ فتوحاتِ مکیہ کا جو نسخہ آپ مدینہ شریف سے خرید کر لائے تھے وہ قاہرہ کا مطبوعہ نسخہ تھا جو علامہ ڈاکٹر ابوالوفاء تفتازانی کی تحقیق اور فہرست سازی کا کارنامہ ہے، ڈاکٹر تفتازانی سے مجھے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے، وہ قاہرہ کی عظیم و مشہور دانش گاہ ’’قاہرہ یونیورسٹی‘‘ کے نائب رئیس الجامعہ یا ڈپٹی وائس چانسلر رہے ہیں، انہوں نے مصری اہل طریقت و تصوف کی ایک انجمن بھی بنا رکھی تھی جس کے صدر اور کرتا دھرتا وہ خود ہی تھے، اس اللہ کے بندے نے فتوحات کے اس ایڈیشن پر محنت کرنے میں ایک عمر صرف کی ہے،

مختلف خطی نسخے دنیا بھر سے جمع کیے اور ایک منقح اور محقق نسخہ مرتب کیا ہے، فنی فہارس مرتب کرنے میں بڑی ہنرمندی اور ایک انوکھے اسلوب سے کام کیا ہے، آیات، احادیث، اقوال وامثال، اشعار واعلام کی فہارس تو سبھی بناتے ہیں مگر ڈاکٹر تفتازانی مرحوم نے الفاظ وحروف کی فہارس بھی بنا دی ہیں' اگر کوئی لفظ یا حرف آپ کے ذہن میں ہے تو اس کی مدد سے آپ فہارس کے ذریعہ فتوحاتِ مکیہ کو چھان پھٹک سکتے ہیں، جس طرح انگلی کی ایک ضرب سے آپ کمپیوٹر کی سکرین پر سب کچھ لے آتے ہیں، اسی طرح علامہ تفتازانی کی فنی فہارس بھی کتاب کے تمام اسرار ورموز کو آپ کی نظر میں لے آتی ہیں۔

یہ گرمیوں کے ماہِ مئی کی ایک شام تھی، گیلانی صاحب کو الوداع کہا اور میں ایک پاجامہ اور بنیان کے ساتھ شیخ اکبر کی عظیم الشان علمی وفکری کاوش کے حضور بسملہ اور صلولہ کے بعد مؤدب بیٹھ گیا۔ اسی حال میں بارہ ایک بجے رات کا وقت آ گیا، پسینے چھوٹ رہے تھے بجلی کے پنکھے بھی تپش اور حرارت کو ٹھنڈا کرنے میں ناکام نظر آ رہے تھے اس دوران میں پانی پینے کے لیے خود کو اجازت دے رکھی تھی، چائے یا کھانا بالکل بند تھا، بیوی نے دو تین مرتبہ کھانے کے لیے کہا مگر میرے پاس جواب کے لیے بھی وقت نہ تھا۔ آخر بیوی نے قدرے بیزار اور ترحم کے انداز میں کہا: ''یہ پیر صاحب آپ کو کس جادو میں گرفتار کر گئے ہیں۔'' مگر زبان نہ کھل سکی۔ جبکہ نظر اور ہاتھ دونوں ہی شیخ اکبر اور تفتازانی کے کارناموں سے الگ ہونے کو گناہ سمجھتے تھے۔ آخر کار راز کھل گئے۔ فہارس کی سمجھ آ گئی، تب جا کر عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھانے کی نوبت آئی۔

پیر سید نصیر گیلانی رحمہ اللہ کے جو معمولات میرے علم میں تھے ان کے مطابق روز کی شب بیداری ان کا معمول تھا! عشاء کے بعد سے نمازِ فجر کی ادائیگی تک ذکر وفکر ان کی روحانی غذا تھی، مجھے پتہ تھا کہ ایک بجے رات پیر صاحب بیدار تو ہوں گے مگر ذکر ہو یا فکر کسی اہلِ اللہ کو اس کے دوران میں پریشان کرنا میرے نزدیک گناہِ کبیرہ سے کم نہیں، اس لیے اگلے دن صبح دس گیارہ بجے تک صبر وسکوت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، جب شام کو تشریف لائے تو فرمانے لگے: ''میری وجہ سے آپ رات کو پریشان رہے ہوں گے مگر جب میں نے چچا غالب کی زبان میں جواب دیا'' تو گیلانی صاحب نے آنکھوں کی نورانی چمک اور گلاب دہن کی روحانی مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے فرمایا: ''اچھا تے پھر میکی سمجھاوو۔'' اور مجھے زندگی میں شاید پہلی اور آخری بار یہ منظر دیکھنا نصیب ہوا کہ ایک

عبقری ذہن کس طرح سمجھانے والے کی بات کا فوری احاطہ کر لیتا ہے۔ فرمانے لگے: ''میکی سمجھ آ گیا اے'' تب میں نے بطورِ آزمائش یہ عرض کیا کہ فلاں لفظ کی مدد سے جو آیات، احادیث، امثال، اقوال یا شعر آئے ہیں ان تک آپ کیسے رسائی حاصل کریں گے اور اگلے لمحے گیلانی صاحب منزل پر تھے۔

پیر صاحب ایک عالم باعمل، صاحب طریقت صوفی اور بلند فکر شاعر تھے، وہ شاعرِ ہفت زبان تھے۔ لیکن محض بطور محاورہ نہیں بلکہ حقیقت میں وہ سات سے زیادہ زبانوں کے ایک پختہ فکر اور مشاق سخنور تھے۔ عربی، فارسی، اردو، پنجابی، ہندی، سرائیکی، پوٹھوہاری، ہندکو اور دیگر پنجابی لہجات میں وہ شعر کہتے تھے۔ مگر ان میں تصنع یا تکلف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ہمارا یہ معاہدہ تھا کہ دن میں کسی بھی وقت اور رات کو ساڑھے بارہ بجے تک وہ فون پر کچھ بھی فرما سکتے تھے۔ اکثر اوقات مجھے کسی مشکل میں ڈالے بغیر ہر لفظ و معنی اور ہر مشکل کا حل خود ہی بیان فرما دیتے مجھ سے صرف تائید یا مخالفانہ موقف کا مطالبہ فرماتے تھے اور مجھے تائیدی موقف اختیار کرتے ہوئے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس بھی ہوتا اور ان کی تواضع اور وضع داری کے مقابلہ میں شرمندگی بھی محسوس ہوتی تھی۔ یہ ان کی عظمت اور بڑے پن کی بات تھی کہ مجھے انہوں نے عملی طور پر کبھی شرمندہ نہیں ہونے دیا تھا، وہ اکثر اپنی خطیبانہ شعلہ باری میں بھی میرے حوالے سے کئی باتیں ارشاد فرما دیتے تھے انہیں یہ گوارہ نہیں تھا کہ وہ کبھی احسان شناسی سے گریزاں ہوں ''ایک مرشد پاک کی شراب پاک پینے اور کار کے حادثہ سے دوچار ہونے کا قصہ انہوں نے اپنی تقاریر میں میرے حوالے سے کئی بار بیان فرمایا، حالانکہ یہ تو ایک عام سی بات تھی اور کسی حد تک من گھڑت بھی لگتی ہے میں نے بھی ایک شاگرد سے سنی تھی۔''

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی ایک جواں عزم و جواں ہمت انسان بھی تھے مگر ساتھ ہی جوان مرگ بھی ہیں، وہ ایک پہلودار ہی نہیں بلکہ ہمہ پہلو شخصیت کے مالک تھے اور ان کا ہر پہلو کمالات کی دنیا کا ایک عجوبہ تھا! عرب شاعر ابوالعتاہیہ نے شاید یہ شعر انہی کی ترجمانی اور ان کے شخصی کمالات کے لیے کہا تھا کہ

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

''اللہ رب العزت کے ہاں یہ کوئی انوکھی یا تعجب کی بات نہ ہوگی کہ اگر وہ تمام جہان کو سمیٹ کر ایک ہی شخصیت میں جمع فرما دے۔''

ان کی تصانیف میں ''نام ونسب'' کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جو ان کے جد امجد اعلیٰ حضرت غوث اعظم کا دلچسپ تذکرہ ہے، اس میں نصیر صاحب نے حضرت گولڑوی رحمہ اللہ کے ایک فتویٰ کی تشریح اور توجیہ کے ضمن میں سیدہ کا عام امتی کے ساتھ نکاح کے جواز کو مستحسن سمجھا ہے، اس پر ان کی پیرانہ برادری بڑی سیخ پا ہوئی خصوصاً وہ پیر جو جاگیروں کے مالک بھی ہیں اور جائیدادوں کی ایک بے انتہا دنیا رکھتے ہیں، ہمارے ملک کے جاگیرداروں کی ترقی یافتہ اور ترقی پسند بیگمات معاشرہ کو مغربی رنگ میں رنگنے اور خواتین کے نام نہاد حقوق کی تو بڑی علمبرداری بنتی ہیں اور عورت کے بارے میں بعض اسلامی احکامات پر تو بہت ناک بھوں چڑھاتی ہیں مگر جب معاملہ ہو عورت کو وراثت کا حق دینے کا تو انہیں سانپ بھی سونگھ جاتا ہے وہ اپنے خاندان کی بچیوں کو وراثت سے محروم رکھنے میں اپنے خاندان کے مردوں کی مددگار بھی بن جاتی ہیں چنانچہ موروثی جائیداد کو تقسیم ہونے سے بچانے کے لیے اپنے گھر کی بچیوں کی مردوں کے ساتھ شادی کرنے کی بجائے قرآن کریم کے ساتھ نکاح کر دینے کو مسئلے کا بہترین حل مان لیتی ہیں اس لیے جاگیردار پیر اس مسئلے سے بہت ناراض ہوئے اور الٹے نصیر صاحب فتوؤں کی زد میں آ گئے اور بزرگوں نے نام ونسب کی اشاعت کو ممنوع یا قابلِ ضبطی قرار دے دیا، تاہم کتاب کی اشاعت ہو چکی تھی یا ہوتی رہی، ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نصیر صاحب کے اور میرے مشترک دوست ہیں، ایک ملاقات میں فرمانے لگے: ''آپ کا علم وفضل کس کام کا؟'' آپ تو اپنے دوست کی مشکل بھی نہیں سمجھتے، حالانکہ وہ تو چاہتے بھی ہیں کہ آپ نہ صرف ان کی اس مشکل کو سمجھیں بلکہ ان کے دفاع میں اپنا زورِ قلم بھی صرف کریں، چنانچہ میں نے اسے اپنے لیے ایک چیلنج اور دوست کی ایک فریاد بھی تصور کیا، میرا مقالہ لاہور کے ایک اخبار میں چھپا مگر دیگر اخبارات ورسائل نے بھی اسے نقل کیا بلکہ بیرونِ پاکستان بھی بعض اردو جرائد اور اخبارات نے بھی اسے اپنے ہاں جگہ دی، اس طرح میرے اس معمولی مضمون کی بہت وسیع اشاعت ہوئی، پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے بہت سے لوگوں نے تعریفی خطوط لکھے اور بعض نے ہاتھ توڑنے اور آنکھیں نکالنے کی دھمکیاں بھی دیں۔ ضلع ہزارہ سے ایک خاتون نے اپنے گرامی نامہ میں تعریف کے ساتھ گہرے تشکر کے جذبات کا بھی اظہار فرمایا، انہوں نے

اگرچہ اپنا نام تو نہیں لکھا تھا مگر مجھے یہی اندازہ ہوا کہ وہاں کے اپنے جاگیردار اور ایک پیر بھائی کی ستائی ہوئی بہن تھیں۔ میں نے یہ مضمون کافی مطالعہ اور محنت کے بعد لکھا تھا، عہدِ نبوی، خلافتِ راشدہ اور قرنِ اول کے تابعین اور تبع تابعین کے افکار اور آراء کی روشنی میں جو کچھ لکھا تھا اس سے نصیر صاحب کے موقف کی بھرپور تائید ہوتی تھی اس لیے انہوں نے تو اسے بہت پسند فرمایا مگر ان کے مخالفین وحاسدین نے اکثر ناراضگی کا اظہار کیا حالانکہ میری اس کاوش کا نچوڑ یہ تھا کہ

ا:......اسلام کی امتیازی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین حق ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے، آدم سے نوح، پھر ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تک اسی دین حق کی دعوت دی گئی ہے اور یہ دعوت تھی اللہ تعالیٰ کو ماننے، صرف اس کی عبادت کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی اور اسلام (سرجھکانا) کے لفظی معنی بھی یہی ہیں، یہی وہ دین حق ہے جو نبی اولین وآخرین سیدنا محمد ﷺ پر ہر لحاظ سے مکمل ہوگیا، سب بندوں کا چونکہ پیدا کرنے والا وہی ہے، یہ سب بندے ایک ہی باپ آدم کی اولاد ہیں اور یوں اس وحدتِ ربانی اور وحدتِ نسلِ انسانی کا تقاضا ہے کہ تمام انسان بھائی بھائی اور برابر ہوں، اس طرح اسلامی مساوات وجود میں آتی ہے جس کی رو سے عرب وعجم اور گورے اور کالے میں کوئی امتیاز نہیں لہٰذا یہ سب آپس میں ہمسر (کفو) اور برابر ہیں اس لیے ان سب کی آپس میں شادیاں بھی ہوسکتی ہیں اور اسی لیے رنگ ونسل کے امتیازات کو مٹانے والے نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنی سگی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح اپنے ہی آزاد کردہ غلام سے کرا کر انسانی مساوات کا عملی ثبوت دے دیا۔

۲:......البتہ معاشرتی اور گھریلو سکون کے لیے میاں بیوی کا ہم پلہ وہمسر (کفو) ہونا نہایت معقول اور مناسب بات ہے تاکہ انمل بے جوڑ شادی معاشرتی اور گھریلو سکون برباد نہ کرے اور باہمی محبت ومودت قائم ودائم رہے، اس لیے تعلیم میں، عمل میں، خاندانی اور مالی حیثیت میں میاں بیوی کا ہم پلہ وہمسر (کفو) ہونا معقول اور مناسب ہے تاہم یہ رشتہ ازدواج میں مانع یا رکاوٹ ہرگز نہیں ہے، اس ہمسری کے بغیر بھی نباہ ہو سکے تو کسی مرد کا کسی بھی عورت سے نکاح حرام نہیں لیکن تمام ماں باپ (جن میں ساداتِ کرام بدرجہ اولیٰ شامل ہیں) کا فرض بھی ہے اور ان کی بیٹی کا حق

ہے کہ اس کے لیے ایسا بر تلاش کریں جو ہمسر ہو اور اگر نہ مل سکے تو پھر جو مل سکے اسی سے شادی کر دی جائے۔ اس طرح گویا سیدہ کا نکاح بھی غیر سید سے جائز ہونے میں کوئی چیز مانع یا رکاوٹ نہیں، قرآن سے نکاح کر کے بچی کو فطری زندگی گزارنے سے محروم کرنا تو ظلم ہے۔

۳:...... اسلام قبائلی تفاخر، نسلی برتری اور طبقاتی امتیازات یا ذات پات کو مسترد کرتا ہے، چھوت چھات یا ذات پات یہودی اور برہمن کی عیاری اور فریب کاری کے جال ہیں، افسوس کہ براعظم پاک و ہند کا مسلمان معاشرہ اسلامی مساوات کی راہِ اعتدال و توازن سے ہٹ کر ہندو و برہمن کے طبقاتی معاشرہ کی ڈگر پر چل پڑا! ورنہ تمام اچھوت اب تک اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے ہوتے اور یہ برعظیم آج مسلم اکثریت کا خطہ اور وطن بن چکا ہوتا۔

میرے اس مضمون کا موافقانہ اور مخالفانہ ردِ عمل سامنے آیا، کافی اشاعت ہوئی، کئی ایک اخبارات ورسائل نے اسے نقل کیا اور تبصرے ہوئے، پیر نصیر نے بھی خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کیا بلکہ مخالفانہ حملوں کا رخ پیر صاحب کی کتاب نام ونسب سے ہٹ کر اس مضمون کی طرف ہو گیا اور کئی ایک نے زبانی اور تحریری دھمکیاں بھی دیں، ان دھمکیاں دینے والوں میں زیادہ تعداد ان کی تھی جو سیدہ کا نکاح غیر سید سے ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں مگر بہت تھوڑی تعداد ان لوگوں کی بھی تھی جو سید نصیر گیلانی رحمہ اللہ کے مخالفین تھے اور مجھے اس ''مداخلتِ بے جا'' سے دور رہنے اور ان کی تائید وحمایت سے باز رہنے کا مشورہ دیتے رہے تھے، حالانکہ میرا مقصد محض ان کی حمایت نہ تھی بلکہ مسئلے کے علمی وفکری پس منظر کو سامنے لانا اور اسلام کے پیغامِ اخوت ومساوات کو اجاگر کرنا اور یہ بتانا تھا کہ یہ امتیاز وتفریق بالواسطہ طور پر ہندو برہمن کی چھوت چھات اور نسلی غرور کی امداد کے مترادف ہے اور برصغیر میں اشاعتِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ کا باعث رہی ہے۔

شاید یہ کم لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت گیلانی صاحب گولڑہ شریف میں ''مہریہ یونیورسٹی'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان جدید یونیورسٹی کے قیام کے آرزومند تھے جہاں مبلغینِ اسلام اور رہنمایانِ طریقت کی تربیت اور تیاری کا خصوصی انتظام کیا جائے، اس کے ساتھ ہی وہ ایک ٹی وی چینل بھی قائم کرنا چاہتے تھے، وہ مجھے اس کام میں معاونت کی دعوت بھی دیتے رہے جس کے لیے میں نے ہمیشہ پوری آمادگی کا اظہار کیا اور متعدد بار انہوں نے مشاورت کے لیے بھی طلب فرمایا،

گولڑہ شریف میں وہ قطعہ زمین بھی مجھے دکھایا تھا جو ان کے حصے میں آیا اور جسے وہ اس کام کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے، ایک دفعہ اتفاق سے وہ یورپ کے دورے پر تھے اور میں بھی انگلینڈ میں تھا، اس موقع پر بھی ان کے کچھ مریدین اور عقیدت مند ان کے اشارے سے میرے پاس آئے اور مشاورت کے لیے کئی ایک اجتماعات ہوئے۔ نصیر صاحب نے اس کارِ خیر کو آخری وقت تک اپنے ذہن میں رکھا اور اسے حقیقت کا روپ دینے کے لیے کوشاں رہے۔ میں جب منہاج یونیورسٹی لاہور اور یونیورسٹی آف فیصل آباد کے لیے تعاون کر رہا تھا تو اس کے دوران میں بھی اس ضمن میں مشاورت فرماتے رہے اور معاونت کے لیے دعوت دیتے رہے جس کے لیے میں ہمیشہ دل و جان سے آمادہ رہا اور تا دمِ واپسیں آمادہ رہوں گا۔ ان شاء اللہ

پھر جب میں مستقل طور پر یونیورسٹی آف فیصل آباد سے وابستہ ہوگیا تو بھی ان سے سلسلہ محبت وعقیدت اور شرفِ ملاقات کے مواقع مسلسل جاری رہے، اکثر و بیشتر جب بھی اسلام آباد جانا ہوتا تو ایک دو نمازیں گولڑہ شریف ہی میں پڑھتا تھا اور جب انہیں میرے آنے کی خبر ہوتی تو فوری طور پر اپنی خاص بیٹھک میں بلوا لیتے اور اس قدر تواضع فرماتے کہ مجھے شرمندگی سی محسوس ہونے لگتی کافی دیر کے لیے بلکہ کئی کئی گھنٹے نشست جاری رہتی، علمی مسائل پر تبادلہ خیالات اور تبصروں کے علاوہ بذلہ سنجی اور لطائف کا سلسلہ بھی جاری رہتا جنہیں اگر ''پیر نصیریہ لطائف'' کا عنوان دیا جائے تو ایک تصنیفِ لطیف مرتب ہو جائے۔

گیلانی صاحب جب بھی فیصل آباد تشریف لاتے تو مجھے ضرور یاد فرماتے، کئی ایک مرتبہ یونیورسٹی آف فیصل آباد کے سلیم کیمپس (سرگودھا روڈ فیصل آباد) کو بھی شرف بخشتے تو لوگ حیران رہ جاتے کہ پیر صاحب مجھے شرف بخشنے کے لیے تشریف لے آتے ہیں حالانکہ شہر میں بے شمار ادارے اور لاتعداد لوگ ترستے ہیں کہ پیر صاحب وہاں قدم ہی رنجہ فرماتے، چونکہ یونیورسٹی کا سلیم کیمپس خواتین کے لیے مختص ہے اس لیے خواتین اساتذہ و ملازمین ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا چاہتے تھے مگر وہ اسے پسند نہیں فرماتے تھے، ایک دو مرتبہ میری درخواست پر انہیں حاضری کی اجازت عطا ہوئی مگر دور ہی سے فرمایا کہ میں سب کے لیے دعا کروں گا، اس لیے آپ اطمینان سے اپنا اپنا کام کرتی رہیے۔

زندگی کے آخری ایام میں صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی مگر ان کے چہرے کے ''رونق وشباب'' کو ہمیشہ میں نے تر و تازہ پایا، میرا اندازہ ہے کہ ہمارے پیرِ جواں مرگ کے نورانی چہرہ سے رونقِ شباب آخری لمحات تک قائم و دائم رہی اور کفن میں بھی ان کے چہرۂ مبارک کی رعنائی اور مومنانہ رونق اس اقبالی فرمان کی ترجمان رہی کہ

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست!

''یعنی میں تجھے مردِ مومن کی نشانی بتاتا ہوں، جب موت آتی ہے تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے گویا وصالِ محبوب کی خوشخبری سے چہرہ تمتما اٹھتا ہے اور وہ مسکراتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضری دینے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔''

غالباً عوامی مشاعرہ میں سید نصیر گیلانی رحمہ اللہ کی آخری جلوہ گری مناقبِ اہلِ بیت کے عنوان سے وہ مشاعرہ ہے جس کی صدارت پیر صاحب نے فرمائی (اس مشاعرہ کی سی ڈی عام ہو چکی ہے اور اس کی روداد پر مختصر سا مضمون الگ سے بھی اس مجموعہ کی رونق ہے) اس یادگار مشاعرہ میں حضرت پیر صاحب اپنے جذبہ ایمان، زورِ بیان اور اپنے فن کی اٹھان میں ناقابلِ فراموش بلندیوں پر تھے، مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ پیر سائیں کی صحت بالکل ٹھیک نہ تھی مگر وہ اہلِ بیتِ اطہار کے حضور اپنے نذرانہ عقیدت سے دستبردار ہونے کے لیے بھی تیار نہ تھے اور آپ نے صرف میری درخواست پر تشریف لانا قبول فرمایا تھا، جس کا اظہار انہوں نے فون پر بھی کیا اور پھر مشاعرہ کے موقع پر بھی کئی بار فرمایا: ''آپ تو خوش ہیں نا'' اور میرا دل دہل گیا، کیا میرا دوست میرا پیر، پیرِ جوان اور پیرِ جواں مرگ کہیں مجھے الوداع تو نہیں کہہ رہا، وہ تو واقعی رخصت ہو رہے تھے، وہ دنیا کو وہی منظر دکھانے جا رہے تھے جس کا تصور اور کسی شاعر نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے شعر میں نہیں کیا ہوگا جسے نصیر گیلانی کی نگاہِ مومنانہ نے بہت پہلے دیکھ لیا تھا کہ ؎

بک بک اتھرو اکھیاں روسن، وکیھ حویلی کلی ہو
کوچ نصیر اساں جد کیتا پے جاسی تھرتھلی ہو

اور واقعی ''تھرتھلی'' پڑ گئی، آنکھیں زار و قطار روتی رہیں، میری بخیل آنکھوں نے بھی زندگی

میں تیسری شخصیت پر آنسو بہا دیئے، پہلی بار اپنے والد کی وفات پر مگر اپنی چھ سال کی عمر میں یتیمی کے غم پر نہیں بلکہ اپنی ماں کو روتا دیکھ کر اور پھر ۱۹۴۸ء میں بابائے قوم محمد علی جناح کی وفات پر، کیونکہ لوگ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے اسلامی دنیا کی سب سے بڑی سلطنت قائم کی مگر اسے سنوارنے سنبھالنے اور چلانے کا موقع نہ نصیب ہو سکا۔ مگر شاہ نصیر گیلانی کی وفات پر بہنے والے آنسو ایک ایسے شفیق ومہربان دوست کے لیے تھے جو انسان دوست بھی تھا، جو عظمت وجلال کا ایک کوہِ ہمالیہ ہوتے ہوئے بھی تواضع اور وضع داری کا پیکر تھا اور جو فکر وشعر کو ہی نہیں مفکرین وشعراء کو بھی یتیم کر گیا۔

نکہت بادِ بہاری

نعتیہ مجموعہ

ڈاکٹر غنی عاصم

ناشر

عاصم پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

ڈاکٹر اسحاق قریشی

ایک ہمہ گیر شخصیت

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا اور یہ یکتائی اس کی ہر مخلوق میں ودیعت ہے، ہر انسان منفرد وجود رکھتا ہے کہ خالق کی وحدانیت کا پرتو ہر کہیں ہے ثرف نگاہ اہلِ علم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی پتہ دوسرے کسی پتے جیسا نہیں حتیٰ کہ بال، بال کے برابر نہیں، یہ یکتائی پوری کائنات میں یوں سمو دی گئی کہ ہر مظہرِ تخلیق اس کا اعلان کر رہا ہے ؎

ہر گیا ہے کہ ازز میں روید
وحدہٗ لا شریک، گوید

یہ تو مطالعہ کی سہولت اور استخراج کی ضرورت ہے جو مثل ڈھونڈتی ہے اور مہر تلاش کرتی ہے، عالم نباتات ایسے گروپوں کی تشکیل سے زیر مطالعہ آتا ہے کہ ہر مظہر کا الگ الگ مطالعہ انسانی بسائط میں نہیں اسی طرح کسی شخصیت کی سیرت وکردار کا مطالعہ اجتماع کے تناظر میں کیا جاتا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، جزوی مشابہت گروپ بندی کی راہ دکھاتی ہے کہ انسانیت کی صلاحیت اسی کی متحمل ہوتی ہے، کسی کی سیرت کا جائزہ لینے کے لیے اس کے میلانات کو قریبی میلانات سے جوڑ دیا جاتا ہے یوں معاشرتی اکائیاں وجود میں آتی ہیں ایک سائنس دان کی زندگی کا مطالعہ دیگر ہم منصب سائنس دانوں کے جلو میں کیا جاتا ہے، اسی طرح ایک شاعر کی شعری صلاحیت کا جائزہ دیگر شعراء کے تناظر میں لیا جاتا ہے، یہ الگ بات کہ بعض انسان بیک وقت کئی معاشرتی دائروں میں نظر آتے ہیں کہ ان میں ہمہ گیریت کے بعض عناصر ہویدا ہوتے ہیں، ہمارے ممدوح ایسے ہی انسان تھے جو ایک وجود ہوتے ہوئے بھی کئی اکائیوں میں بٹے ہوئے تھے۔

پیر نصیر الدین ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو نسل در نسل اصلاحِ امت کے کارِ خیر کا امین تھا، باپ صاحب نسبت بزرگ تھے، دادا مرکزِ محبت وعقیدت تھے اور پردادا تو ایسے نادر بزرگ تھے کہ جن کا نام ہی ثقاہت کا حوالہ تھا، فیضِ مسلسل ایک جہان کو گرویدہ بنا چکا تھا، عقیدت مندوں کی قطاریں بچپن سے ہی ہالہ بنا رہی تھیں، اسی لیے ان کی سیرت کا قاری اس تسلسلِ صالحیت کو نظر انداز

نہیں کر سکتا۔ محبت ان کو میراث سے ملی تھی اور عقیدت نسل در نسل ان کا امتیاز رہی تھی۔ ایسا وجود بعض صلاحیتیں فیضان کے طور پر ہی پا لیتا ہے اور یقیناً پیر نصیر الدین نصیر کے وجود میں ایسی صلاحیتیں ودیعت تھیں، وہ پیر تھے، صاحبزادے تھے، مرکزِ التفات تھے اور محورِ عقیدت تھے، ایسا شرف بہت کم نصیب ہوتا ہے مگر پھر بھی ایسے شرف کے حامل تلاش کیے جا سکتے ہیں اور مل بھی جائیں گے، پیر صاحب کا امتیاز یہ تھا کہ انہوں نے اس شرف میں شخصی کمالات کی بناء پر اضافہ کیا تھا، کتنے اصحابِ سجادہ ہیں جو صرف ماضی کی نسبتوں پر جیتے ہیں اور کتنے گدی نشین ہیں جن کا شرف صرف گدی نشین ہونا ہے، روایتی عقیدت کیشی کے مظاہر تو بہت ہیں مگر کتنے ہیں جنہوں نے عقیدت کی رداء کو اپنی کاوشوں اور صلاحیتوں سے تقدیس کا مظہر بنا دیا تھا، پیر صاحب چاہتے تو باپ دادا کی کمائی پر تکبر کیے رہتے پھر بھی ہجومِ عاشقاں کم نہ ہوتا کہ عقیدت کا خروش صدیوں تک قائم رہتا ہے، پیر صاحب کو یہ احساس تھا کہ ان کے آباؤ اجداد عظیم المرتبہ تھے، وہ نسل پر فخر کے سہارے ہی زندگی گزار سکتے تھے مگر ان کا مزاج خود انحصاری کا قائل تھا، باپ بڑا تھا، تو میں کیوں نہیں؟ دادا مرکزِ عقیدت تھا تو میں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ کے روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونے والے لاکھوں تھے تو کسی وجہ سے ایسا تھا کیا ان کی محنت و مشقت کا اس میں دخل تھا؟ اگر قریہ قریہ ان کا فیضان جاری ہے تو منبع فیض وجود کس طرح تیار ہوا تھا، یہ سوالات تھے جو ان کو محاسبہ نفس پر آمادہ کرتے تھے، آزاد بالگرامی کہتا تھا کہ میں معجزات شمار نہیں کرنا چاہتا، معجزے کا حصہ بننا چاہتا ہوں اگر کنکر شہادتین پکارتے ہیں تو میں ایسا کنکر کیوں نہیں؟ جس کے انگ انگ سے شہادت کی صدا آئے، پیر صاحب بھی اسی مزاج کے تھے، وہ تاریخ کے سہارے زندہ نہیں رہنا چاہتے تھے خود تاریخ بننا چاہتے تھے، وہ جانتے تھے کہ ایک صاحبِ سجادہ، زینتِ سجادہ ہوتا ہے اسی کا تذکرہ ہر کہیں ہوتا ہے باقی تو سب طفیلی ہوتے ہیں، پاکپتن کا قصبہ ایک ہی نام سے معروف ہے اگرچہ صدیاں بیت چکی ہیں، دوسرے لوگ تو صرف تحقیق نگاروں کے ایک دو جملوں کے لائق سمجھے گئے ہیں، یہ سلسلہ فیض ہر کڑی پر تابناک کیوں نہیں ہے؟ یہ خیال ان کو تڑپاتا تھا، بے چین رکھتا تھا اور وہ اسلاف کے کارناموں کو پھر سے اجاگر کرنا چاہتے تھے، وہ ان کا پھر سے احیاء چاہتے تھے، بارہا ان کی محفلوں میں حاضری ہوئی، تنہائی میں بھی حاضری کا شرف رہا، خیالات کا مچلنا بھی دیکھا اور جذبات کا فشار بھی کئی مرتبہ مشاہدہ کیا، میں تو یہی محسوس کرتا رہا کہ ان کے اندر ایک کہرام ہے، ایک تناؤ ہے کہ

ماضی حال کیسے بنے؟ وہ روحانی کیفیت پھر سے زندہ کیسے ہو؟ اسلام تو زندہ دین ہے، اسوۂ رسول ﷺ کو ہر گھڑی وجود درکار ہیں، سیرت کتابوں کی زینت ہی نہ رہے انسانی وجود پر نافذ ہو، سچی بات یہ ہے کہ پیر صاحب کی بسا اوقات تلخ کلامی اسی حسرت کا بروز تھی، وہ اردگرد مجاور دیکھتے تو کڑھنے لگتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ صاحبِ قبر قبر کے اندر سے ہی فیض تقسیم نہ کرے، باہر بھی اس صاحبِ قبر کے نقشے نظر آئیں، سعادت مندیوں کے درمیان قبر کے پتھر حائل نہ ہوں۔

اللہ اللہ، مدینہ منورہ میں ایک دفعہ حاضر تھے کہ ایک صاحبِ دل عرب سے ملاقات ہوئی کہنے لگا مجھے پاکستانیوں سے شکایت ہے، عرض کیا، کیوں؟ کہنے لگا جس سے پوچھو یہی کہتے ہیں کہ ہم روضۂ رسول ﷺ دیکھنے آئے ہیں، میں نے حیرت سے پوچھا اس میں خرابی کیا ہے؟ کہنے لگا خرابی تو نہیں مگر حقیقت یہ نہیں، یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہیں؟ کیا وجود کو زندہ نہیں سمجھتے؟ بس یہی فرق ہے سوچ کا، رویہ کا۔ پیر صاحب کا یہی رویہ ان کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے کہ وہ ایک صاحبِ فکر انسان تھے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ پیر صاحب تصوف کے رموز جانتے تھے، صوفی کا میلانِ طبع کیا ہوتا ہے اور ایک صوفی کے معمولات کس طرح کے ہونے چاہئیں انہیں مکمل آگہی تھی، ایک روایتی صوفی کے تمام فضائل ان کے اندر موجود تھے اور مستزاد یہ کہ انہوں نے اپنی راست فکری اور پختہ نظری سے ان فضائل کو جلا بخش رکھی تھی، اصطلاحاتِ تصوف کا ذکر کرنے پہ آتے تو بے تکان گرہیں کھولتے چلے جاتے اور سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے، یوں کہہ سکتے ہیں کہ ان کے اندر روایت پرست صوفی اور تجدد پسند روحانی رہنما کے اوصاف اس طرح اکٹھے ہو گئے تھے کہ ایک اکائی بن گئے تھے۔

یہ تو پیر صاحب کی سیرت کی ایک جہت تھی کہ وہ ایک بلند مقام مسند سے تعلق رکھتے تھے مگر ان کے ہاں ایک دوسری جہت بھی بڑی نمایاں تھی، آپ ایک عالم دین بھی تھے، مدارسِ دینیہ کے مروجہ نصاب سے بہرہ مند تھے، تمام اسباب درساً درساً پڑھے تھے اور طالب علمی کا دور ایک سچے طالب علم کی حیثیت سے گزارا تھا، ورنہ عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ پیرزادے جب مدارس میں داخل ہوتے ہیں تو صاحبزادگی کا فخر اور امتیاز بھی ساتھ ہی ہوتا ہے، اساتذہ بھی ایسے صاحب نسبت طلبہ کو طالب علم کے بجائے صاحبزادہ ہی گردانتے ہیں اور ان کی شرکت کو ہی غنیمت سمجھتے ہیں۔ ہم مکتب اور ہم درس طلبہ بھی ایسے بلند بام افراد کے سامنے جھکے جھکے رہتے ہیں، ان امتیازات کا اثر یہ ہوتا ہے کہ فراغت کی

سند کے باوجود ان کا مبلغ علم کسی اعتماد کے قابل نہیں ہوتا۔ یہ ضرور نتیجہ نکلتا ہے کہ عجب نفس تعمیرِ سیرت کی راہ کا سنگِ گراں بن جاتا ہے اور تمام عمر جہالتِ مرکب دامن گیر رہتی ہے، پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں اعتماد تھا، اپنے مطالعہ پر قدرے فخر بھی تھا مگر یہ سچ ہے کہ ان کے اندر کا ایقان ہر مرحلے پر جلوہ گر تھا، میں نے کئی محفلوں میں ان کی گفتگو سنی ہے بلاشبہ شک و ریب سے پاک ہوتی تھی بلکہ بعض اوقات ضرورت سے زیادہ اعتماد کا مظہر ہوتی تھی، نجی محفلوں میں بھی سنا اور تنہائی کی مجلسوں میں بھی گفتگو کا موقع ملا ان کا حرف حرف قبائے علم میں ملبوس تھا، شیخ اکبر رحمہ اللہ پر ایک مضمون انہوں نے کہیں سے پڑھ لیا تھا، مدت کے بعد ملاقات ہوئی تو ابتدائی جملوں کے بعد اس مضمون کا ذکر چھیڑا، میں حیران ہوا کہ ان کے مطالعے کی وسعت کس قدر تھی، مضمون کی ثقاہت پر تبصرہ فرمایا کہ میں سنتا رہ گیا خوشی ہوئی کہ ایک صاحب سجادہ جو وحدت الوجود پر یقین رکھتا ہے اس نظریہ تصرف کے شیخ کے خیالات سے کتنا باخبر ہے، دورانِ گفتگو ترکیبِ جملہ کا ذکر ہوا تو نحوی موشگافیوں کی وہ جھلمل ہوئی کہ خیال گزرا کہ ایک نحوی کے سامنے یہ صلاحیت اور یہ اعتماد اس دورِ زوال میں بہت غنیمت تھا ؏

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

''نام ونسب'' جب شائع ہوئی تو ایک نسخہ ارسال فرمایا یہ ان کی نوازش تھی میں نے ایک ایک لفظ پڑھا کہ اس پر ایک طوفان برپا ہوگیا تھا ان کی خواہش پر اس کتاب پر ایک تفصیلی تبصرہ بھی لکھا، میں کتاب کے مندرجات سے قدرے اختلاف کے باوجود اس کتاب کی اہمیت کا قائل رہا، یہ ضرور ہے کہ ان کی علمی وسعت اور رواں طبع موضوع کے گرد ونواح اس میں منہمک ہوگئے کہ بے پناہ پھیلاؤ آ گیا کہ جس پر ناقدین کو انگشت نمائی کا موقع بھی ملا مگر یہ حقیقت ہے کہ نام ونسب ایک علمی شاہکار ہے اور ایک مسند نشیں اور شاعرانہ مزاج کے حامل صاحبِ قلم کی وہ نگارش ہے جو علمی ثروت مندی پر دلالت کرتی ہے۔

پیر صاحب کا ایک اور حوالہ جو ہر کہیں معروف ہے، شاعر ہونے کا ہے، شعر ایک موہبت ہے جو ذہنی توازن اور قلبی تناسب کا اثر ہے، عروضی مشق سے صلاحیتِ شعر میں نکھار آ تا ہے مگر درحقیقت شاعر کا شعور خاص میلان کا حامل ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ شاعر وہ شعور پاتا ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتا، پیر صاحب کے ہاں شعری صلاحیت اس قدر پختہ تھی کہ میرا یقین ہے کہ اگر وہ عباسی دور کے

مشہور شاعر ابوالعتاہیہ کی طرح یہ دعویٰ کرتے کہ

لـو شـئـت ان اجـعـل کلامی کله شعرا لفعلت

''کہ اگر میں چاہتا کہ اپنی ساری گفتگو کو شعر ہی بنا دوں تو میں ایسا کر سکتا تھا۔''

شعر ان کی گفتگو کا نمایاں تر حصہ تھا، عروضی درویت، ردیف و قافیہ کی بندش، شعر کی ساخت اور اسلوب ان کے ہاں اس قدر پختہ ہے کہ ان کا شمار معاصرین میں ہی نہیں، شعراء کی عمومی صفت میں بھی ممتاز ہے، صوفی افضل فقیر رحمہ اللہ جو عصرِ موجود کے باکمال شاعر بھی تھے اور قاری بلکہ عربی کے لائق استاد عالم بھی تھے، نے جب پیر صاحب کی فارسی رباعیات کا مقدمہ لکھا تو اعتراف کیا کہ پیر صاحب کا ذوقِ شعری ان کی فطرت کا مظہر ہے، پیر صاحب اپنے اسلاف کی روایت پر مضبوطی سے قائم تھے، برصغیر پاک و ہند میں فارسی کی سطوت محمود غزنوی کے دور سے قائم تھی اس لیے کوئی علمی حوالہ مکمل نہ ہوتا تھا جب تک فارسی پر ماہرانہ دسترس نہ ہو، پیر صاحب اس خوشگوار روایت کے امین تھے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس روایت کے آخری نامور افراد میں سے تھے، جہاں تک اردو شاعری کا تعلق ہے پیر صاحب اساتذہ شعر میں شمار ہوتے تھے ہر شعری نشست کے صدر نشین ہونا تو گویا ان کا ایسا استحقاق تھا جو سب کو تسلیم تھا، پیر صاحب نے اپنی شعری صلاحیت کو ایک جہت عطا کر دی تھی، ان کے ہاں نعت مرکزِ شعر تھی اور ظاہر ہے کہ نعت گوئی ایک شاعر سے اضافی صلاحیت کا تقاضا کرتی ہے، نعت صرف عروض وقوافی کی پاسداری کا نام نہیں، یہ دراصل پاکیزہ جذبوں اور پوتر خیالات کا حسین مرقع ہے جو سر بسر پابندِ آداب ہے، یہ صرف مدح سرائی نہیں کہ ممدوح کے فضائل اور کمالات کو شعری پیراہن عطا کر دیا جائے، اس کے لیے ممدوح خارج کا وجود نہیں ہوتا، داخل کا مسند نشیں ہوتا ہے، نعت گو خصائل و شمائل کے مطالعے پر شعری اساس نہیں رکھتا، وہ پہلے ممدوح کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور پھر داخلی جذبات کی عکاسی کرتا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ نعت میں ممدوح کی تصویر کشی نہیں ہوتی اپنے اندر موجود ممدوح کا عکس ہوتا ہے، اس لیے نعتیہ شاعری زیادہ تر تصوف کے سایوں میں پلی ہے، ایک صاحب دل صوفی نعت کہنے کا قرینہ بہتر جانتا ہے امام ابوحنیفہ ہوں یا امام بوصیری، سعدی شیرازی ہوں یا مولانا روم، امیر مینائی ہوں امام احمد رضا خان رحمہ اللہ سب کے ہاں تصوف کی چاشنی موجود ہے پیر صاحب بھی ایک صوفی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ان کا اپنا مزاج بھی تصوف کے تقاضوں میں رچا بسا تھا اس لیے نعت ان کا طبعی میلان تھا، ایسا میلان جو

منصبِ رسالت کی عظمت سے بھی آشنا ہے اور جو مدح نگاری کے قرینے بھی جانتا ہے یہی وجہ تھی کہ ان کی نعت مقبول ہوئی کہ ہر سامع نے اس کو اپنے دل کی آواز سمجھا۔

نعت میں مدح کا عنصر اساسی ہے مگر اس کی اثر آفرینی استغاثوں سے عبارت ہے شاعر صرف شعر کہنے کا حق ہی ادا نہیں کر رہا ہوتا وہ اظہارِ محبت کے پل صراط پر بھی چل رہا ہوتا ہے۔ داخل میں جذباتِ محبت کا خروش نہ ہو، آدابِ آشنائی کا قرینہ نہ ہو اور پیش کش کا مؤدبانہ سلیقہ نہ ہو تو نعت مدحیہ شاعری بن جاتی ہے، یہ جذبات واظہار کی سچی تصویر تب بنتی ہے جب روح کا گداز اظہار کے عجز میں نمودار ہوتا ہے، پیر صاحب کا نعتیہ کلام اسی صداقت کا مظہر ہے، ان کی نعت کسی مجلسی یا عصری ضرورت کا نتیجہ نہیں ہوتی ان کی قلبی صداقتوں کا مرقع ہوتی ہے اس لیے ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتی ہے۔

پیر صاحب کی شخصیت اس قدر بوقلموں ہے کہ ہر زاویہ اظہار کا محرک ہے ایک بے پایاں وجود جو جہاں رہا باوقار رہا، عزت کا ہالہ ان کے وجود کا نشان تھا اور یہ نشان ان کے جنازے سے بھی ہویدا تھا، قطار در قطار مخلوق جس میں امیر وغریب، عالم وطالبِ علم، مسند نشیں اور متوسلین کندھے سے کندھا جوڑے کھڑے تھے اور جانے والے کی عظمت کی شہادت دے رہے تھے اللہ تعالیٰ پیر صاحب کی روح کو آسودہ رکھے اور پس ماندگان کو اس اجلی روایت کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللھم صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبك خیر الخلق کلھم

☆......☆......☆

ڈاکٹر سید قمر علی زیدی

ایک وضع دار سید زادہ

سید نصیر الدین نصیر گولڑوی ایک خوشبودار شخصیت کا نام ہے۔ پنجاب کی روایتی خانقاہ کا یہ پیرزادہ خانقاہی روایات کو ایک خوبصورت تاریخی موڑ دے کر تاریخ تصوف میں نامور ہوگیا ہے۔ نصیر الدین شاہ جی ایک کثیر الجہات وجود رکھتے تھے ان کی ذات میں جذب وکشش اس درجہ تھی کہ پہلی ہی ملاقات میں ملنے والا ان سے پیار کرنے لگتا تھا اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتا تھا۔ ہر ذوق کا آدمی اپنی تسکین کا سامان پاتا تھا اور بھلی یادیں لے کر رخصت ہوتا تھا۔

وہ شاعر تھے، دانشور تھے، عالم تھے، محقق اور سب سے بڑھ کر عزت بخشش دوست تھے۔ خانقاہ کی روایات کو نہایت محتاط انداز سے نئی نسلوں کو منتقل کرتے تھے۔ قدیم علوم کے یہ صاحب مرتبت عالم دین جدید علوم سے استفادہ کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے یونیورسٹی اوری اینٹل کالج کے اساتذہ سے ان کے بہت وسیع تعلقات تھے۔

راقم کی پہلی ملاقات ۱۹۸۸ء میں لاہور میں ہوئی تھی۔ پھر ملاقاتوں کا ایک طویل سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا۔ اس عرصے میں ان کی شخصیت کو قریب سے دیکھنے کے بہت سے مواقع میسر آئے اور ان کی شخصیت کا جادو سر چڑھتا گیا اور مجھے عالم اسلام کا یہ رجل رشید معاشرے کا ایک خاموش مصلح نظر آنے لگا۔

جن دنوں میری پہلی ملاقات ہوئی تب ان کی شہرہ آفاق تحقیقی کتاب نام ونسب کا بہت چرچا تھا۔ مخالفت اور موافقت میں علماء کے دریان معرکتہ الآراء بحثیں جاری تھیں۔ نصیر الدین شاہ صاحب اپنے موقف کی تائید میں علما اور اہل دانش سے رابطہ کر رہے تھے۔ اپنی خانقاہ سے انہیں مخالفت کا شدید سامنا تھا اور روایتی افکار سے بندھے غیر محقق علماء نے ان کے خلاف ایک جذباتی ماحول پیدا کر کے طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

شاہ صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں بہت مدلل اور نہایت شائستہ انداز میں گفتگو کی اور اسلام کی وسیع تر معاشرتی تعلیمات کے حوالے سے امت کو پیش آمدہ مسائل کے حل کا ذکر کیا۔ اپنے

ہی گھر سے اٹھنے والی مخالفت کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ روایتی خانقاہی سادات کرام نے اس مسئلے کو بہت شدت سے اٹھایا ہے اور یہاں تک کہ میرے والد گرامی پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈال کر مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے موقف سے دستبردار ہو جاؤں۔ مجھے میرے والد نے وقت تہجد طلب فرمایا اور مجھے اپنے موقف سے شفقت پدری کا حوالہ دیتے ہوئے رجوع کرنے کا حکم دیا۔ میں ادب و حیرت اکا امتزاج بنا اپنے والد کو دیکھتا رہا، معاً میرے تصور میں حضور رسالت پناہ ﷺ کا سبز گنبد ابھرا اور کائنات خیال میں ہم کلامی کا سلسلہ شروع ہوا تو میرے ضمیر نے معاونت کی اور میرے ذہن ولب

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین .

کے الفاظ کی زد میں تھے اور آنکھوں سے غیرت ومحبت کے غماز آنسو بہتے ہوئے میرے والد سے مودبانہ انکار کر رہے تھے۔ یہ حکایت ایمان نواز دہراتے ہوئے شاہ جی کی آواز قدرے رندھ گئی تھی پھر شاہ جی نے اپنی کتاب کا ایک نسخہ از رہ محبت عطا فرمایا اور بعد از مطالعہ اپنے خیالات سے آگاہی کے لیے ارشاد فرمایا۔ پھر فرمانے لگے یہ کیا ہوا میں تو اپنی ہی باتیں کرتا رہ گیا آپ سے آپ کے احوال تو پوچھنے سے قاصر رہا، معاف کیجیے گا۔ تفصیلی تعارف پر یونیورسٹی کے بارے میں پوچھتے رہے چونکہ خود علوم عربیہ کے ایک ماہر شخص شمار کیے جاتے تھے۔ اس لیے پوچھا کہ شعبہ عربی میں کوئی پڑھا لکھا علوم قدیمیہ و جدیدہ کا ماہر بھی ہے؟ استادمکرم جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا نام لیا تو چہکے اور فرمایا کہ وہی جنہوں نے معمر القذافی کی عربی تقریر کا اردو میں برجستہ اور نہایت رواں ترجمہ کیا تھا۔ عرض کیا کہ جی وہی صاحب ہیں تو فرمایا کہ یار اس سے ملاقات کا اہتمام جلد کرنا چاہیے۔

پیر صاحب، ڈاکٹر صاحب محترم سے ملنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے، ڈاکٹر صاحب نے نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا اور دیر تک علمی گفتگو رہی بعد ازاں دونوں بلند مرتبت صاحبان علم ایک دوسرے کی عظمت علمی کا اعتراف نہایت انکساری سے فرماتے تھے۔

نصیر الدین شاہ جی حصول علم کے لیے کبھی بھی خاندانی عظمت اور اپنی علمی شہرت کو رکاوٹ نہیں بننے دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کے گھر تشریف لائے اور ابن عربی کی فتوحات مکیہ کی ایک عربی شرح ساتھ لائے اور اس کی عبارت ومعانی پر ڈاکٹر صاحب سے

علمی سوالات پوچھتے رہے اور ڈاکٹر صاحب کی گفتگو سے بہت مطمئن ہوئے اور آخر میں کچھ مابعد الطبعیاتی اور روحانی پہلوؤں سے گفتگو شروع کی تو حاضرین مجلس میں کچھ کم فہم اور کور ذوق لوگ بھی موجود تھے ڈاکٹر صاحب بہت محتاط گریز فرماتے ہوئے مسکرائے اور فرمایا کہ ''پیر جی ابن عربی بہت سی باتیں علم سے اوپر کی کرتے ہیں یعنی کیفیات ومشاہدے کی کائنات میں حروف ومعنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں۔'' شاہ جی دیر تک مسکراتے رہے اور فرمایا بالکل درست ہے ڈاکٹر صاحب پیر صاحب لاہور تشریف لاتے تو نارنگ منڈی کے قریب چک دھیدو میں معروف صوفی شاعر ودانشور حافظ افضل فقیر سے ملنے تشریف لے جاتے اور ان سے بھی علمی مشاورت رہتی تھی۔ ان سے اکثر عروض اور لغت پر گفتگو کرتے تھے۔ فارسی شاعری میں شاہ جی کے ممدوح بیدل عظیم آبادی تھے۔ اکثر ان کے اشعار پڑھتے اور شاعرانہ افکار کی تردید یا تائید میں بیدل کے اشعار سے استشہاد و استدلال فرماتے، اس وقت حافظ افضل فقیر سے اپنے استدلال کی تائید طلب کیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب بات کو آگے بڑھاتے اور پیر صاحب کے نکات جدیدہ کی تحسین کیا کرتے تھے۔ اگر حافظ صاحب اختلاف کرتے تو پیر صاحب پوری توجہ سے سنتے اور اپنے تسامحات کا اعتراف کرلیا کرتے تھے۔

حفیظ تائب مرحوم اور پرنم الہٰ آبادی مرحوم بھی مشورہ سخن میں شریک رہتے تھے۔ اور ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ اس احترام واعترافات پر یارانِ سخن نے حاشیہ نگاری کی کہ نصیرالدین شاہ تو ادب میں مستقل معاون ساتھ رکھتے ہیں، حسد کا علاج کون کرے؟ نصیرالدین شاہ تو الفاظ ومعانی کی دنیا کے قابل رشک تاج ور تھے۔

نصیرالدین شاہ صاحب کی پوری زندگی ایک متحرک دانشور اور خاموش مصلح کی آئینہ دار تھی۔ اہل علم سے مسلسل رابطہ اشاعت فکر وشعور کے لیے ایک کامیاب وسیلہ ہے۔ شاہ صاحب ہر رنگ میں رنگ نظام رکھتے تھے یعنی ان کے معمولاتِ حیات غیر منظّم نہ تھے۔ شب بھر بیدار رہتے تھے تفکر و تدبر اور پھر اپنے معمولاتِ روحانیہ میں مستغرق رہتے تھے۔ نثر، نظم کے ذریعے سے دین کے بہت سے شعبہ جات کی منظّم خدمات سرانجام دینے والا یہ شخص طبیعت کی تازگی سے اپنے داخلی اور خارجی ماحول کو حضور رسالت پناہ ﷺ کی محبت کو پروان چڑھاتا رہتا تھا۔ اسی نسبت عشق محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوت ذات کا جوہر سمجھتا تھا۔ نعت کا پورا دیوان ان کی محبت کا ارمغانِ عقیدت

ہے۔

وہ اپنے ہر پہلو کو عطائے رسول ﷺ سے منسوب کرتے تھے ؎

رنگتیں کتنی چڑھیں رنگ تمہارا لے کر
کیا سے کیا ہوگئے ہم نام تمہارا لے کر

اسی نسبتِ عشقیہ کے سبب وہ برصغیر کے عظیم محقق و نعت گو سچے عاشق رسول ﷺ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی شاعری سے بہت متاثر تھے اور اکثر ان کے دیوان کو زیر مطالعہ رکھتے، ان زمینوں کو اپنانے کی کوششیں فرماتے یا پھر ان کے کام سے متاثر ہو کر آگے بڑھانے کی کامیاب کوشش کرتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کی نعت ؎

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

پر طرحی نعت کہنے کو کوشش کی اور میں سمجھتا تھا کہ شاید میں دو تین اچھے مطلع بہت جلد کہہ لوں گا لیکن ایک بھی مطلع درست نہ بیٹھ سکا آخر میں مجھے مولانا بریلوی کی بلند روحانیت اور تقرب بارگاہ نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خیال آیا تو میں نے بارگاہ بےکس پناہ میں اعلیٰ حضرت کا وسیلہ پیش کر کے مطلع مانگا اور پھر میرے لیے راستے کھل گئے۔

راقم نے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علم و عمل اور جہد و عشق کے جامع تھے فرمایا کہ مجھے ان کی تالیفات دیکھنے کا کوئی زیادہ اتفاق نہیں ہوا۔ کچھ دیر اعلیٰ حضرت بریلوی کی وسعت علمی کا تذکرہ رہا تو چمکتی ہوئی آنکھوں سے عالم استعجاب میں فرمایا کہ کچھ کتابوں کے نام بتاؤ۔ عرض کیا کہ ساٹھ سے زیادہ موضوعات پر ۱۳سو کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ ان میں بہت اہم ہے اور اس کا افتتاحی خطبہ عربی نثر کا ایک پرکشش شاہکار ہے۔

طے پایا کہ اگلے روز ہم اکٹھے بازار چلیں گے اور پھر اعلیٰ حضرت کی کتابیں خریدیں گے۔ گنج بخش روڈ پر واقع مختلف کتب خانوں سے اعلیٰ حضرت کی بہت سی کتابیں خریدیں۔ لاہور کے قیام کے دوران دو روز ہی میں شاہ جی نے سرعت رفتاری سے مطالعہ کیا اور تیسرے روز راقم کو طلب فرمایا اور نتائج مطالعہ پر گفتگو فرمائی اور فرمایا کہ مجھے اقبال کے بارے میں ایک عرصے تک غلط فہمی رہی تھی لیکن میرے رب نے دستگیری فرمائی اور مجھے اقبال شناسی کی درست راہیں نصیب ہوگئیں۔ پھر اسی طرح مولانا بریلوی کی بلند فکری اور عظمت علمی کے بارے میں ناآشنا تھا آج میرے احساسات

نے پوری طرح کروٹ لی ہے۔

پھر متعدد ملاقاتوں میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے بارے میں تحسین بھری گفتگو فرماتے تھے۔ مشاہیر علماء اور اکابر صوفیاء کی اولاد سے برابر رابطے میں رہتے تھے۔ ہر شخص سے اس کے مزاج کے مطابق سلوک کی کوشش کرتے لیکن عمومی مجلس میں اس انصاف وتوازن کا برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے اس لیے بعض احباب کو شاہ جی سے شکوہ ہوتا تھا، خانقاہی نظام میں ترتیب مشائخ سے ان کی اولاد کا احترام بھی ایک دستوری عمل ہے لیکن اس دستوری عمل کی متانت روایت نے ایک پہلو سے بگاڑ کو جنم دیا ہے جس کے سبب ادب واحترام کی روایات نفاق کا جامہ اوڑھ کر خلوص کی دنیا کو بے رونق کرتی ہیں۔ اس لیے وہ مرکز حقیقت سے وابستہ ہر اضافت کو متوازن رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ صاحبان فہم احباب ان کی اس ادا سے بخوبی واقف ہیں۔

ان سے ملنے والوں میں اہل علم، زمرۂ عشق کے دیوانے اور نسبتوں سے متصل فرزانے، آج ان کی مجلس سے محروم ساعتوں پر گریہ کناں ہوتے ہیں اور ان کی یادوں سے آباد دنیائے دل کو متاع گراں سمجھتے ہیں ؎

بقدرِ ظرف مل جاتی ہے سب کو دولت مستی
در پیر مغاں سے کب کوئی ناکام جاتا ہے

قریبی پیرزادوں کو اکثر یاد دلاتے کہ تمہارے اجداد کا قرینہ حیات کیا تھا اور تم قربت شاہاں کو وجاہت سجادگی کا سبب جانتے ہو یہ ناشکری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وزیراعظم نے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو شاہ جی نے انکار کیا وزیراعظم گولڑہ شریف آ پہنچے تو شاہ جی نے اپنی کٹیا کا دروازہ بند کرلیا اور فرمایا: ''ماں نوں وزیراعظم نال کی غرض ہے؟'' اور نہیں ملے۔

ٹھیک بالکل ٹھیک اسی طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے جب بادشاہ وقت نے ملنے کی اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ خانقاہ کے دو دروازے ہیں ایک سے بادشاہ داخل ہوگا دوسرے سے فقیر نکل جائے گا۔

شاہ جی اپنے مشائخ کے کردار کے محافظ تھے۔ پیرزادے اسی سبب سے ان کے مخالف تھے۔ شاہ جی لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ میرے دادا بابو جی رحمہ اللہ نے گدڑی میں لعل رکھنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ میری تربیت میں مجاہدہ و جاں فشانی کو بہت دخل ہے خانقاہ میں اچھے اساتذہ کی فراہمی کچھ

مسئلہ نہ تھی لیکن میرے دادا خانقاہ سے باہر پڑھنے کے لیے بھجواتے تھے۔ گولڑہ شریف سے باہر سواری مشکل سے میسر آتی تھی پھر بھی بابو جی اس مشقت کو جاری رکھنے پر مصر تھے۔ پھر اچھے اساتذہ کی خدمت میں باادب اور خلوص نیت سے حاضری کو حصول علم اور کمال علم کی ضمانت بتایا کرتے تھے۔

گولڑہ شریف حضرت پیر مہر علی شاہ ؒ کے دور ہی سے علوم کا مرکز رہا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی جیسے نابغہ روزگار اور یگانہ فنون حضرات یہاں پر تدریس کی سعادتیں سمیٹ رہے تھے۔ حضرت نصیر الدین شاہ کا سلسلہ تلمذ بھی حضرت الہ آبادی کی نادر سند قراءت کے سبب صرف چند واسطوں سے حضور مہبط وحی ﷺ تک پہنچتا ہے۔

فن قراءت پر گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ انہوں نے اپنی عمر کا ایک طویل حصہ قراءت کی تدریس و تعلیم میں گزارا ہے اور جب تلاوت فرماتے تو لہجات کے تنوع اور طویل سانس کے سبب ایک مشاق مقرئ معلوم ہوتے تھے۔ مصری لہجے میں اس خوبصورتی سے مستحکم ادائیگی فرماتے تو مصری نژاد ہونے کا کامل یقین ہونے لگتا تھا۔

شاہ جی پر تحصیل واستفادے کا شوق ہمیشہ ہی غالب رہتا تھا اور ساتھ ساتھ افادہ وعطا کا پہلو ہمرکاب ذوق رہا۔ اسی ذوق وشوق نے شاہ جی کو حفظ قرآن کی منزل سے گزار دیا تھا، غالباً ۱۹۹۸ء کے دور میں قرآن پاک کا ایک نسخہ ہمہ وقت ساتھ ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ میں آج کل قرآن پاک حفظ کر رہا ہوں ان دنوں نماز کے لیے مسجد میں حاضری ہوتی تھی۔ غالباً چند طلبہ کو عربی زبان وقواعد بھی پڑھاتے تھے۔ خانقاہ کی روایات میں زندگی بسر کرنے والا جب ذوق مطالعہ سے آشنا ہو اور احباب علم ودانش کا حلقہ بھی میسر ہو تو شخصیت میں ایک معتدل مزاج نظر آتا ہے اور فکری توازن کے لیے اعتدال مزاجی تو ایک بنیادی شرط ہے۔ شاہ جی اپنے مختلف مواقفِ علمیہ میں اعتدال کا راستہ اختیار کرتے تھے بسا اوقات غالی طبع علمی حضرات کو یہ روش اعتدال پسند نہیں آتی اور وہ اعتدال پسندی کو ناپسندیدگی سے دیکھتے ہیں اور اپنی رائے کو بذریعہ دھونس رائج کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ماحول کی شفافیت باقی نہیں رہتی۔ بے مقصد اور ضرر رساں علمی مباحث جنم لیتے ہیں جو بالآخر افتراق پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب کو بھی چند ایسے ہی ناموزوں علمی مباحث میں الجھانے کی کوشش کی گئی لیکن مخاصمت کے ناخوشگوار ماحول میں بھی انہوں نے اپنے علمی

موقف کو ترک نہ کیا، اختلاف اور مخاصمت کا سہارا لے کر ان کے علم وشعور کا قد ہرگز کم نہیں کیا جاسکتا۔

گولڑہ شریف کی خانقاہ سے پنجاب کے بڑے بڑے زمیندار و جاگیردار وابستہ ہیں جاگیردار حضرات کو دینی و دنیاوی ضروریات مختلف طرح کی ہوتی ہیں الیکشن کے دنوں میں حاجات کے زاویے اپنی اصل جگہ سے سرکتے ہوئے نظر آتے ہیں عموماً پیر کو تابع کرنے کی خواہش دامن گیر رہتی ہے اور وہ پیر کو زیر دام لانے کے لیے دام زر پھیلاتے ہیں اور پھر دیگر ہتھکنڈے بھی آزماتے ہیں نصیر الدین شاہ صاحب ایسے مواقع پر اپنے رویوں کو خشک متانت کے رنگ میں رنگ لیا کرتے تھے اور سیاسی دھڑے بندیوں سے پرہیز کرتے تھے۔ البتہ کسی ملی مفاد کے موقعہ پر خاموشی سے اجتناب فرمایا کرتے تھے۔ بہت سے لوگ ان کا نام استعمال کرتے تھے لیکن وہ ازخود کبھی بھی کسی گروہ کا حصہ نہیں بنے۔

شاہ صاحب کو اپنے خاندانی بزرگوں اور اپنے نسبی اسلاف کی تاریخ سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ بیرونی اسفار کے دوران لوگوں سے ملاقات ہوتی اور اپنے اجداد کا تذکرہ سنتے تو بہت زیادہ تحقیق کرتے تھے۔ حضرت شاہ قمیص الاعظم ساڈھوروی آپ کے نسبی مورث اعلیٰ ہیں۔ ان کی اولاد واخلاف جھنگ صدر میں آباد ہیں۔ ان کا تذکرہ ہوا تو تفصیلات معلوم کرتے رہے اور ان حضرات سے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ سادات کرام کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے۔ ان حضرات کو حصول علم اور کسب کمال کی تلقین فرماتے تھے۔ انساب کی تحقیق فرماتے لیکن بے اعتمادی اور بدگمانی وتشکیک کے وقت اجتناب ہی کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ خوش نیتی اچھے نتائج پیدا کرتی ہے غیبی امداد ناموس کی حفاظت کرتی ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ شاہ جی درویش گھرانوں سے تعلقات ورابطہ کو اچھا جانتے تھے۔ اگر کسی گمنام خانوادے کا کوئی فرد بھی اپنی عالی نسبت اور بلند نسبی کا ذکر کرتا تو شاہ جی اسے غیر مصدقہ قرار نہ دیتے تھے۔ لوگ جلدی سے آپ کی وسعت قلبی کے رویوں کو بھانپ جاتے تھے اور ''شاہ جی'' ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے شریعت کے معیار اور روحانیت کے پیمانے اپنی اپنی اکائیاں رکھتے ہیں۔ نصیر الدین شاہ صاحب ظاہر کا اعتبار کرتے اور ان کی نوازشات کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا تھا۔

پنجاب کے ایک متسید خاندان میں شاہ جی نے اپنے ایک نہایت قریبی عزیز کی شادی کا پیغام

بھجوایا پھر خود تشریف لے گئے۔ دوران قیام زنان خانہ سے پیغام آیا کہ بزرگ خاتون خانہ (جو بہت ہی معمر تھیں) نصیر الدین شاہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتی ہیں۔ وہ تشریف لائیں اور عرض کیا کہ سید زادے ہمارے گھرانے پر آپ کا اتنا کرم ہے کہ ہم اس احسان کا بدلہ چکانے سے قاصر ہیں۔ یہ سب بچیاں آپ کی کنیز زادیاں ہیں لیکن ہم تو...... ہچکچاتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں بولیں ''اسیں اسیں تے موچی جولاہے ہونے آں۔''

شاہ جی نے اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کیا اور اس خاندان سے پرانے تعلقات اس طرح برقرار رکھے کہ اس خانوادے کے پیر زادے اب بھی شاہ جی ہیں راقم سے یہ روایت ان معمر خاتون کے بھانجے نے بیان کی تھی۔

شاہ جی نصیر الدین شاہ احباب کی دلجوئی اور خاطر داری کے لیے بہت ہی وسعتِ قلبی کا مظاہرہ فرماتے تھے لیکن کسی بھی مہربان کی وسعتِ فریب کو اخلاقی حدوں تک محدود کرنے میں تامل نہ فرماتے تھے۔

پنجاب ہی کے ایک نامور ادیب وشاعر شیخ طریقت حضرت شاہ جی کے التفات خاص میں تھے۔ شاہ صاحب ان کا ہر طور بھرم رکھتے تھے بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت تو دین کی بارگاہِ اخلاق کا دروازہ ہے۔

وہ بابا جی سفید ریش بھی تو تھے ایک دن شاہ جی ان سے بہت ہی بے دھیانی میں ادبی گفتگو کر رہے تھے بزرگ عمر کو یہ خیال گزرا کہ شاہ جی بس شاعر ہیں اور گولڑہ شریف کے پیرزادے ہیں۔ انہیں یہ خیال ہرگز نہیں رہا کہ اس کے رگ وریشے میں بوئے اسداللّٰھی پیر مہر علی شاہ کے واسطے سے منتقل ہوئی ہے۔

اس حجاب نے ان کے خیالات کو گدلا دیا اور نامناسب بات زبان پر آئی کہنے لگے کہ حضور غوث پاک نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ نصیر الدین سے کہو کہ میری یعنی بزرگ عمر شاعر کی بیعت کر لے۔

شاہ جی نے سنی ان سنی کر دی تو پھر گویا ہوئے کہ آپ میری بیعت کر لیں۔ بس پھر کیا تھا شفاف شیشوں کے اس پار خشمگیں آنکھوں سے غیرت فقر کا غماز ایک طیش ساماں نظارہ سامنے آیا اور حسب حال زبان حال سے سب کچھ کہہ گیا جو ہزار زجر وتوبیخ پر بھاری تھا۔ شاعر صاحب گویا ہوئے

اور جواب میں بس ایک جملہ تھا کہ ''حضور اسیں تے گلام آں'' (حضور ہم تو غلام ہیں) درویشی اخلاق کا ایک زرین ضابطہ ہے کہ کسی کو بے عزت کرنا تو کجا کسی کو شرمندہ بھی نہ کرو۔

شاہ جی کی تربیت میں یہ ضابطہ نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ راقم نے گولڑہ شریف حاضری کا ارادہ کیا ایک دوست کے صاحبزادے مصر ہوئے کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ اس کو بہتیرا ٹالنا چاہا لیکن وزن بر گردن ضعیف اس نے سواری گانٹھ لی راستے میں سمجھایا کہ مزار شریف تک حاضری میں ہم اکٹھے ہوں گے پھر نصیر الدین شاہ جی سے ملاقات میں آپ شامل نہیں ہوں گے۔ وعدہ تو کرلیا لیکن نبھاہ نہ کر سکے اور نصیر الدین شاہ جی سے ملاقات میں زبردستی آ موجود ہوئے۔ پھر از خود اپنا تعارف بیان کیا کہ مجھے فقیری کا بہت شوق ہے اس لیے سوچا آپ سے بھی مل لوں شاہ جی نے ٹھہری ہوئی نظروں کو استفسار کا وسیلہ بنا کر مجھ سے پوچھا کہ حضرت کیا ہیں؟ میری بے زبانی کا جواب تسلیم کرلیا دو ڈھائی گھنٹے کی نشست میں ان صاحب نے بہت ہی کور ذوقی کا مظاہرہ کیا اور الٹے سیدھے سوالات سے اپنے شوق فقیری کا اظہار کرتے رہے۔ شاہ جی کے چہرے پر نہ آثار خفگی اور نہ زبان پر حرف شکایت ؏

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

بہت برداشت کرتے تھے لیکن اگر کوئی شخص اس برداشت کو کچھ اور معنیٰ دینا چاہتا تو شاہ جی اسے احساس دلاتے کہ ایسا کرنا مناسب نہیں اور وہ پھر بھی نہ سمجھ پاتا تو اس کو سرحد عقل تک پہنچاتے تھے۔ اور مناسب الفاظ میں اسے احساس دلانے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت پیر کرم شاہ ؒ کے چہلم کے موقعہ پر ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات ایک طویل عرصے کے بعد ہوئی تھی۔ بہت محبت سے احوال دریافت فرماتے رہے کچھ دیر میں ایک اچھی خاصی محفل جم گئی۔ گولڑہ شریف کے اس پیرزادے سے ملاقات کے لیے لوگ بہت ہی کوشش کرتے تھے۔ چہلم کی مجلس شروع ہوئی تو لوگ بھی آپ کے ساتھ پنڈال میں چل دیئے اور ان لوگوں میں آپ کے پرانے ہم نشین بھی تھے اور وہ سٹیج کے قریب اور کچھ سٹیج کے پیچھے بیٹھ گئے۔ شاہ جی نے مرثیہ شروع کیا اور فرمایا کہ پیر کرم شاہ ؒ سے میری عقیدت روایتی نہیں ہے بلکہ ان کی فضیلت علمی اور بلند روحانی مقام کے سبب ہے اور یہ مرثیہ رواجاً نہیں پڑھ رہا ہوں ذرا توجہ اور اطمینان سے سماعت فرمائیے۔

سامعین نے اس تنبیہ کو روایتی تمہید سمجھا اور بے محل داد دینے لگے۔ شاہ صاحب پریشان ہوئے اور پھر یاد کروایا کہ آپ میرے الفاظ پر غور کریں ادائیگی سے پہلے داد نہ دیں۔ یہ جملہ بہت دھیمے اور نرم لہجے میں ادا کیا لیکن لوگ ان کے منشاء کو نہ سمجھ سکے بلکہ عامیانہ نہیں جاہلانہ انداز میں بالکل ہی بے محل داد دینے لگے۔ معلوم نہیں خوشامد تھی یا مزاحمت تھی بس اب شاہ صاحب کے تیور بدل گئے اور ایک سادہ جملے میں طوفان تھما دیا۔ ''اوئے میں پھوک نہ چاہنا'' (مجھے خوشامد برداشت نہیں ہوتی) بعد میں بگڑے دل امیر زادے یہ کہتے سنے گئے کہ یار یہ پیر نصیر الدین بہت متکبر ہے۔ شاہ جی کا ملاقات و مجلس میں اخلاقی موقف یہ تھا ؏

خاکساروں سے خاکساری ہے
سربلندوں سے سربلندی ہے

نصیر الدین گولڑوی زبان و ثقافت کے لحاظ سے ہندوستان کی علاقائی تہذیبوں کا سنگم تھے۔ وقت کے اکابر و اعاظم علماء و اہل دانش کی صحبتیں اٹھائی تھیں فقر و درویشی کے سلیقے تو وراثتاً نصیب ہوئے تھے۔ ان میں نزاکت کا قرینہ بھی اپنے دادا حضرت بابو جی رحمۃ اللہ سے سیکھا تھا۔ یوپی، حیدرآباد دکن، دہلی و اجمیر میں گولڑہ شریف کے بہت متوسلین آباد ہیں۔ ان سے ربط وضبط اور مجلس و ملاقات نے شاہ جی کے تکلم اور محاورے کو اتنا خوبصورت بنا دیا تھا کہ شاہ جی جو بولی بھی بولتے تو وہ بولی بولتی کہ میں ان کی اپنی بولی ہوں۔

ملاقاتیوں سے پوچھا کرتے تھے کہ جناب کہاں سے تشریف لائے ہیں اس کے جوابی جملے سے اندازہ کر لیا کرتے تھے پھر بالکل اسی لہجے میں محو کلام ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست کو فون فرما رہے تھے اور نہایت شائستہ وشستہ اردو میں لکھنوی لہجے کا اظہار ہو رہا تھا پانچ منٹ تک وہ دوست پہچان نہ سکا بس شیریں کلامی سے لطف اندوز ہوتا رہا اور پھر ہوش آیا تو بولا کہ حضور کو پہچان نہ سکا۔ تو جواب دیا کہ بھئی نصیر الدین گولڑوی ہوں۔ اس نے ماننے سے انکار کیا تو پوٹھوہاری میں فرمایا ''ماں نصیر الدین آں''

ہندوستان تشریف لے گئے۔ مشاعروں میں شرکت کا موقعہ ملا تو نقیب محفل نے تعارف کرواتے ہوئے جب یہ کہا کہ حضرت کا تعلق پنجاب سے ہے، اہل دہلی اپنے لہجہ و زبان کے فخر سے کب دستبردار ہونے والے تھے۔ ایک بے سبب ہوٹنگ شروع ہوئی اس ہنگام بے ہنگم میں کچھ وقفہ

ہوا تو شاہ جی نے پرسطوت، باوقار شیریں لہجے میں ابتدائے کلام فرمایا تو ہر طرف سناٹا تھا پھر کیا تھا تکلم کا یہ جادو گران کے دلوں میں اتر گیا اور کلام ونگاہ کے تصرف نے ناقدین کو رقص پر آمادہ کر دیا۔ غالباً اس کی فلمی رپورٹ موجود ہے۔

شاہ جی کی شاعری میں اردو کے مختلف لہجے اور بولیاں موجود ہیں۔خوبصورتی پوربی کے نمونے آپ کی باکمال دسترس اور کامل مشاقی کا اظہار ہیں۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اور ان کی ذات تو موضوعات کا ہمہ رنگ گلدستہ ہے۔شہرت وخوشامد سے بے نیاز اپنے من میں ڈوب کر زندگی کو بلند اہداف کے حصول میں صرف کر گئے اور اب حیات طیبہ کے ذائقے سے آشنا ہو کر اہل محبت کے دلوں میں امر ہیں۔کارگہ عشق میں حسن مفتوح ہو گیا۔ دیکھئے کس وارفتگی میں بے نیازی کا اظہار ہے ؎

تمام عمر حسینوں کو ٹوٹ کر چاہا
ہمارا نام کسی نے لیا لیا نہ لیا

ایوان کرم

نعتیہ مجموعہ

منیر قصوری

ناشر

بوصیری منزل، اچھرہ لاہور

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی

مردِ دوراں

مجھے نصیر الدین نصیر گیلانی سے ملنے کا اشتیاق اس وقت بڑھ گیا جب ان کی پختہ شاعری پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ابھی صاحبزادہ شباب کی بلندیوں پر عمر شاد باش کی پچیسویں (۲۵) بہار میں قدم رکھ رہا ہے۔ دوسری اہم بات ان کی وہ خاندانی نسبت تھی جس کے سبب ملت اسلامیہ کی خانقاہی زندگی باعث افتخار عالم تھی۔ پیر مہر علی شاہ کا یہ پڑپوتا جو اپنی جملہ علمی واخلاقی رعنائیوں کے ساتھ اہل دانش وبینش حلقوں میں ایک کوکب دری کی مانند امیدوں کا مرکز تھا۔ ایک پر کشش اور خوبصورت رویوں کا امین تھا۔

پاکستان کی تاریخ میں ۱۹۷۰ء کی دہائی ایک بلاخیز اور نئے زاویوں کی حیات اجتماعی کی نقیب ہے۔ ہماری فکری اٹھان بھی اسی دور کی عطا ہے۔ فیاض ازلی کا کرم مجھے ان دنوں اپنے وقت کے بزرگوں کے حلقے نصیب ہوئے۔ شریعت کورٹ کے جسٹس گل محمد، جسٹس خلیل الرحمٰن خان، ہارون سعد پاکستان ٹائمز والے اور اردو ڈائجسٹ کے مدیر الطاف قریشی، ایک قدآور شخصیت علامہ اسد القادری کی علمی وفکری مجلس میں ہم نشین تھے۔ علامہ اسد قادری ایک روشن فکر عالم، بالغ النظر مفکر اور نیم ملامتیے صوفی تھے۔ ایران کا سب سے بڑا ایوارڈ نشانِ آریہ مہر پایا تھا۔ علامہ اسد القادری جدت وقدامت کی امین ایک انجمن کا نام ہے۔ یہ موضوع جدا ہے، یہاں پر جملہ معترض یوں پیش آیا کہ نصیر الدین شاہ جی ایک انجمن ساز متحرک پیر تھے اور ایک مقام پر وہ پیر اور یہ پیرزادے اکٹھے ہوئے تھے۔ حلقہ ارباب نظر لاہور کی ایک نشست ملک محمد نواز سینئر ایڈوکیٹ کے اقامت کدہ پر ہوئی۔

ہوا یوں کہ ہمارے حلقہ احباب نے ایک مجلس ارباب نظر تشکیل دی۔ شاہ جی سے مل کر ایک خاص ذہنی سکون جو ایک نئے فکری ارتقاء کا حوالہ بن گیا۔ دونوں سید تھے آزاد فکر، درویش منش اور صفائے دل کے امین، حسن اتفاق دونوں کے فکر وجذب کا محور ایک ہی دانش ور بیدل عظیم آبادی تھے۔ دونوں کے جسم جدا لیکن باطن میں بیدل کی راجدھانی تھی۔ بہت بے تکلف ملے اور ہر دو طرف سے بیدل کے اشعار پر افکار کے گل ہائے رنگا رنگ کی بارش تھی۔ اور ہم تھے اس فیضان فکر و

دانش کی روشن تجلیوں میں ڈوبے جارہے تھے۔ اب میں وقتِ تحریر ۳۱ سال پرانی محفل میں لوٹ گیا ہوں۔ اسد القادری کا انداز شعر خوانی اور نصیر الدین شاہ کا تحت اللفظ اندازِ ادا قلب ونظر کو شکار کرتا تھا۔ اسد القادری نصیر الدین سے زبان حال سے گویا ہوئے کہ صاحبزادے تمہیں میری عمر لگے اور تم جہانِ ادب وعلم میں مہرتاباں کی طرح فیض رسانی کرو۔ جواباً نصیر الدین شاہ جی محتاط کلمات کا سہارا لے کر بولے: ''اے حضرت! یہ بلندی وکمال ذات وصفات کونصیب اور گوشہ گمنامی کیوں؟'' راکب زمانہ قلندر بولا۔

دنیا اگر دھند نہ جنبم زجائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بہ پائے خویش

مجلس ختم ہوگئی۔ شاہ جی اپنی یادیں دے کر گولڑہ شریف لوٹ گئے کبھی کبھی ان کے وابستگانِ دامن ملتے تو گولڑہ شریف شاہ جی کو سلام بھجواتا تھا تو شاہ جی جواباً الفت آفرین اور عزت نواز جملوں سے یاد فرما کر سلام کرم بھجواتے تھے۔ پھر بہت مختصر برسرراہ ملنا ہوتا تھا ؎

ملتے رہتے ہیں ملاقات نہیں ہوتی

ان کی کتب دیکھنے کا موقع میسر آتا رہا۔ ان کی غزلیات کی کتاب پیمان شب کو تو شب بھر مطالعہ کرنے کا موقعہ میسر آیا اور منتخب اشعار ازبر کر لیے۔ ان کے وصال سے چند ماہ قبل قسمت نے یاوری کی۔ محترم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب (جو فیصل آباد یونیورسٹی میں ڈین ہیں) علم دوست اور فکر پرور اثاثہ ملت ہیں انہوں نے ایک جذبات بھری اور دانش وفکر سے معمور یاد حسین رضی اللہ عنہ کی ایک پر کشش محفل کا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کو ایک عظیم توفیق بارگاہ خداوندی سے جونصیب ہوئی ہے وہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کی مودت کو نہایت متوازن تحقیق سے ثابت کر کے اسے ارمغان عقیدت کی شکل دینا ہے اسی سلسلے کی ایک کڑی تذکار اہل بیت کے ضمن میں اہل دانش کی محافل آراستہ کرنا بھی ہوتا ہے۔

ہمارا ستارہ سعادت چمکا جناب ڈاکٹر صاحب نے الفتوں سے منسوب اس مجلس میں بطور مہمان خصوصی مدعو فرمایا۔ جناب نصیر شاہ صاحب میر مجلس تھے نصیر الدین شاہ صاحب کی شخصیت اور صفات علمیہ واخلاقیہ کو دیکھ کر مجھے این میری شمل کی یہ بات یاد آئی جس میں انہوں نے اقبال کے بارے میں کہا تھا کہ اگرچہ مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کا مجھے احترام ہے لیکن مجھے یہ خیال گزرتا

ہے کہ اقبال کو بھی پر جبرائیل نے ضرور چھوا ہے۔ راقم کے نزدیک اگر نصیر الدین قبیلہ ملائکہ سے ہوتے تو پر جبرائیل کے قریب ہوکر پرواز کیا کرتے۔

احقر کی گفتگو پر بہت محبت بھرے تحسین آمیز کلمات سے حوصلہ افزائی فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ بندہ پرور آپ روشن چراغ علم اور یہ فقیر ایک طالب علم ہے۔ مجھ سے پوچھا کہ آپ نے میری کتب جدیدہ کا مطالعہ کیا ہے؟ چند کتابوں کا ذکر کیا تو بولے کہ ''نہیں'' اس کے بعد اور بھی کتابیں چھپی ہیں ان شاء اللہ الکریم آپ کو وہ سب بھجوا دوں گا۔

میرے عزیز شاگرد رفیق کار پیر سید نعیم الحق شاہ صاحب بھی میرے ہمراہ تھے۔ نصیر شاہ جی سے ان کی پرانی یاد اللہ ہے ملتان بار کے ممتاز قانون دان وسیم ممتاز بھی تھے۔ ممتاز کے علاوہ نیک دل پیر الماس شاہ صاحب بھی ساتھ تھے۔ یوں صاحبانِ محبت کا یہ مختصر سا حلقہ ایک محفل کا رنگ اختیار کر گیا۔ بہت مختصر مگر یادوں بھری اس محفل میں شاہ جی نے حضرت امیر خسرو کا ایک شعر تبرک بدستِ خود تحریر فرما کر عنایت فرمایا۔ قارئین آپ بھی شریک برکت ہوں ؏

من بندہ آں روئے کہ دیدن نہ گذارند
دیوانہ زلفیکہ کشیدن نہ گذارند
صد چاک شدہ سینہ وصد پارہ شدہ دل
وایں بے خبراں جامہ دریدن نہ گذارند
یا رب چہ عذابست براین مرغ گرفتار
بسمل نہ پسندند و پریدن نہ گذارند

پیر صاحب ایک صلح جو اور شرافت انداز مبلغ تھے۔ دین کی تبلیغ کے لیے نفسیاتی انداز اور حکمت وموعظت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اس میں بارے دوستوں سے مشاورت کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اور جدید نشریاتی نظام کو بروئے کار لانے کے لیے بھی ایک بہت بڑا نصب العین ان کے پیش نظر تھا۔ وہ اسلامی تصوف کی ترویج کے لیے ایک وسیع النظم چینل شروع کرنے والے تھے اور اپنے قریبی دوستوں سے بھرپور تعاون کے خواہاں تھے۔

شاہ جی نصیر الدین دھڑلے کے دوست دار پیر تھے۔ امیر غریب کی پروا کیے بغیر ان کی دوستی کی اقلیم حدود وثغور سے آزاد تھی۔ روٹھے ہوؤں کو منانا اور ان کی دل جوئی کرنا شاہ جی کا شاہانہ

وصف تھا۔ ان کے دو شعروں سے کیسا خوبصورت اظہار ہوتا ہے ؎

آج مل کر بھی ان سے نہ کچھ بات کی
ہائے مجبوریاں میرے حالات کی
اے نصیر! ان کو اپنا بنا لیں گے ہم
کوئی صورت تو نکلے ملاقات کی

علم کی روشنی بانٹنے والے کتابِ مہ رخ نصیرالدین گولڑہ کی نور بداماں سرزمین میں محوخواب ہے ؎

گہنا گیا وہ چاند مگر اس کے نور سے
دیوار و در وطن کے ہیں تاباں اسی طرح

مدینہ دل بنا

نعتیہ مجموعہ

حسن عسکری کاظمی

ناشر

اظہار القرآن، اردو بازار، لاہور

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

صاحبِ طرز ادیب

حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر ؒ عصرِ حاضر کی ایک عہد ساز شخصیت تھے، آپ علم و فضل، تصنیف و تالیف، شاعری اور فکر و نظر کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے، ایک شخص بیک وقت قرآن و حدیث کا فہم، منطق و فلسفہ کا گہرا ادراک اور تحقیق و جستجو کی لگن رکھتا ہو اور پھر رومی و جامی، حافظ و سعدی اور خسرو کے سوز و گداز کی چاشنی سے بھی آگاہ ہو یہ بات یقیناً اس شخصیت پر اللہ تبارک و تعالیٰ و تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور اس کی قدرت کا مظہر ہے۔

یونیورسٹی آف فیصل آباد کی ایک خوبصورت روایت ہے کہ چیئرمین بورڈ آف گورنرز الحاج میاں محمد حنیف صاحب کی خصوصی ہدایت پر یونیورسٹی میں فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین استادِ محترم پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی سرپرستی میں وقتاً فوقتاً دینی، روحانی اور علمی مجالس اور سیمینارز کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے تا کہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات علم و آگہی کا نور حاصل کرتے ہوئے اخلاقی اور روحانی اقدار سے بھی آشنا ہوں اور مستقبل میں معاشرے کے اعتدال پسند اور اچھے فرد بنیں، مورخہ ۲۵ فروری ۲۰۰۹ء کو ''مناقب اہل بیت'' کے عنوان سے منعقد ہونے والا مشاعرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا، جس کی مسندِ صدارت کو حضرت پیر صاحب ؒ نے زینت بخشی اور جب حضرت پیر صاحب نے مائیک سنبھالا تو سامعین پر ایک عجب سرمستی کی کیفیت طاری تھی، آپ کے کلام میں قرآنِ کریم سے اقتباسات، الفاظ کی بندشوں، تشبیہات و کنایات اور روحانیت کے زیر اثر سامعین کے علاوہ در و دیوار پر بھی وجدانی کیفیت محسوس ہو رہی تھی، اس وقت مجھے فارسی کا یہ شعر یاد آ رہا تھا؎

باز گواز نجد واز یارانِ نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

اس مجلس کے حاضرین و سامعین حضرت پیر صاحب کے کلام میں موجود سوز و گداز کی تپش اپنے سینوں میں محسوس کر رہے تھے، بلکہ کئی لوگوں کو تو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا: ''زندگی میں مشاعرے بہت سنے ہیں لیکن ایسی روحانیت اور چاشنی کہیں نصیب نہیں ہوئی نیز یہ مشاعرہ عمر بھر یاد رہے گا۔''

حضرت پیر صاحب کی ہفت زبان شاعری اپنے دامن میں سوز و گداز کی حرارت، افکار و خیالات کی ندرت اور علمیت کی واضح چھاپ کے علاوہ عربی، فارسی، اردو پوربی، پنجابی، سرائیکی اور پوٹھواری زبان میں تشکیل دے گئے صوفی ادب کی مہک لیے ہوئے ہے، آپ نے مذکورہ بالا تمام زبانوں میں اپنے محسوسات کو خوبصورت انداز میں تعبیر کیا۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ اِن سب زبانوں میں نعت اور منقبت کے قادر اور کلام شاعر تھے۔

حضرت پیر صاحب کے شعری مجموعہ جات میں ''کہیں سوز وساز رومی، کہیں پیچ وتابِ رازی'' کی دلکش جھلک دیکھائی دیتی ہے، آپ کے شعری موضوعات میں نعت کو نمایاں مقام حاصل ہے، آپ نے ماہنامہ سوئے حجاز کے لیے ہمارے فاضل دوست جناب ملک محبوب الرسول صاحب کو انٹرویو دیتے ہوئے نعت کے حوالے سے فرمایا: ''دراصل نعت ایک ذوق اور محبت کے اظہار کا نام ہے، الحمد للہ میرا بھی یہی مدعا اور مقصود ہوتا ہے، بہرحال آج تو ایک رواج بن گیا ہے اور صورت بالکل مختلف ہوگئی ہے، اصل تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے وہ اصل نعت ہے، ویسے ذوق وشوق کے لیے نعت کہنی چاہیے اور یہ صحابہ کی سنت ہے اور محبت سے نعت کہی جائے تو عین عبادت ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی اور تمام نعت گو شعراء کی شعری کاوشوں کو اپنی پاک اور مقدس بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِن سب حضرات کے درجات بلند فرمائے۔

نعت گو شاعر کی حیثیت سے شہرت حاصل کرنے والے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے دیگر اصناف سخن میں بھی عمدہ شاعری کی بالخصوص فنِ غزل میں بھی آپ نے گونا گوں صلاحیتوں کے جوہر دکھائے لیکن آپ کی نعت گوئی سے متاثر لوگ آپ کی نعتیہ شاعری میں یوں ڈوب گئے کہ آپ کو غزل کا نہیں بلکہ فقط نعت کا شاعر دیکھنا چاہتے تھے، شاید ان لوگوں کی دانست میں غزل گوئی دینی تشخص رکھنے والوں کا شیوہ نہیں، لیکن یہ حضرات یا تو صوفی شعراء کی پاکیزہ غزل سے ناواقف ہیں یا پھر صوفی غزل کے استعارات وکنایات کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور اُسے مجاز تک محدود سمجھتے ہیں، حالانکہ صوفیائے کرام نے اپنی پاکیزہ اور پرسوز غزل میں اُس محبت کے احوال مجازی رنگ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرة: ١٦٥)

''اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ کائنات کی سب سے اعلیٰ وارفع محبت کے حوالے سے رب کریم کی بارگاہ میں یوں التجا فرماتے ہیں:

اللھم انی اسالك حبك وحب من یحبك وحب عمل یقربنی الی حبك .

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں، اور تجھ سے اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔''

ہمارے ممدوح حضرت پیر صاحب غزل لکھتے ہوئے اپنے پیشرو صوفی شعراء کے نقشِ قدم پر چلتے نظر آتے تھے، عرب شعراء میں شیخ اکبر محی الدین بن عربی، حضرت عمر بن الفارض، رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہ کے راستے پر گامزن دکھائی دیتے ہیں، جبکہ فارسی شعراء میں سے حافظ شیرازی، امیر خسرو، بیدل اور دیگر صوفی شعراء کے لہجے میں سماعتوں کو نوازتے تھے، ہمارے ہاں صوفی غزل پر کچھ زیادہ کام نہیں ہوا لیکن مصری یونیوسٹیز میں بالعموم اور الازھر یونیورسٹی میں بالخصوص اس حوالے سے نہ صرف مقالہ جات لکھے گئے بلکہ چار سالہ بی اے (عربی زبان وادب) اور ایم اے (عربی زبان وادب) کے نصاب میں بھی صوفی شعراء کا کلام شامل ہے، بلکہ مصر کے ادبی حلقوں میں ''الادب الصوفی'' کے نام سے ایک شعری صنف رائج اور معروف ہے جسے برصغیر کے اردو شعراء میں سے حضرت پیر صاحب کی شاعری میں دیکھا جا سکتا ہے، آپ کی شاعری میں پائے جانے والے فلسفیانہ افکار، شعری نزاکتوں اور سوز وگداز کا یہ حسین سنگم برصغیر کی اردو شاعری میں بہت کم دکھائی دیتا ہے، ان تمام خداداد صفات اور صلاحیتوں کے باعث حضرت پیر صاحب کی شاعری اردو ادب میں ایک مستقل مکتبِ شعر کی حیثیت رکھتی ہے جو آنے والے وقتوں میں نوآموز شعراء کے لیے مشعلِ راہ بنے گی۔

حضرت پیر صاحب فقط ایک شاعر ہی نہیں بلکہ ایک صاحبِ رائے محقق اور مصنف بھی تھے وہ جس بات کو انتہائی غور وخوص کے بعد درست سمجھتے اُس کا برملا اظہار فرما دیا کرتے تھے۔ آپ نے علمی وتحقیقی کتب اور شعری دواوین کی ایک بڑی تعداد یادگار چھوڑی ہے، یہ کتب اور شعری مجموعے آپ کے علمی وادبی مرتبہ ومقام کو ظاہر کرتی ہیں، خوشی کی بات ہے کہ آپ کی اولاد بھی ذی علم ہے لہٰذا بجا طور پر اُمید کی جا سکتی ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفات وتالیفات معیاری طباعت کاغذ اور بائینڈنگ کے ساتھ اہل علم تک پہنچتی رہیں گی اور ان شاء اللہ ان کا علمی وروحانی فیض جاری رہے گا۔

منظوم خراج عقیدت

مجھ سا آزادِ جہاں بھی ہے گرفتارِ نصیرؒ

مرحبا پیچ و خم زلفِ گرہ دار نصیرؒ — مجھ سا آزادِ جہاں بھی ہے گرفتارِ نصیرؒ
عامیانہ سا نہیں ہے طرزِ اظہارِ نصیرؒ — داغ و حسرت سے گلے ملتے ہیں اشعارِ نصیرؒ
آپ اپنی طرز کے موجد بھی ہیں، خاتم بھی ہیں — فکر بیدلؒ کا حسیں پر تو ہیں افکارِ نصیرؒ
طُرّۂ موزوں ہے جس کا نازشِ اربابِ علم — آبروئے اہلِ فن ہر پیچ دستارِ نصیرؒ
طرزِ استدلال حضرت بوحنیفہؒ سے کھلا — ہر کسی پر کھل نہیں سکتے ہیں اسرارِ نصیرؒ
''دیں ہمہ اوست'' اور اُن کی فیض نسبت ہے گواہ — نعت ہو یا منقبت، اپنا ہے معیارِ نصیرؒ
ہے رباعی میں عجب ''آغوشِ حیرت'' کا مقام — نثر میں ''نام و نسب'' ہے ایک شہکارِ نصیرؒ
''رسم منزل ہا'' بخواں زار بابِ فقر آگاہ شو — غرق در ''پیمانِ شب'' شو، بنگر انوارِ نصیرؒ
''عرشِ ناز'' اس بات پر ہے کامل و اکمل دلیل — اوج پر تھا، اوج پر ہے بختِ بیدار نصیرؒ
رنگ لے مجھ کو جو اپنے رنگ میں ''رنگِ نظام'' — عمر بھر بن کر رہوں نعلین بردارِ نصیرؒ
ایک سورج سی حقیقت کو ہے جھٹلانا محال — ہے ''طلوع''مہر کا انکار، انکارِ نصیرؒ
شرع و دین و عشق و متحارا بہم آمیختہ است — آنچہ از ہر کس نہ آید، آں بود کارِ نصیرؒ
زشتی منظر زتست، آئینہ اُو زرد نیست — ماتمے بر روئے خود کن اے گلہ دارِ نصیرؒ
پرتو مہر علیؒ ہیں، عکس بابوجیؒ ہیں آپ — اہل نسبت کو مبارک باد دیدارِ نصیرؒ
روز و شب پیش نظر رہتے ہیں قرآن و حدیث — وارثِ ذوقِ سلف ہے چشم بیدارِ نصیرؒ
علم و حکمت کے خزانوں کو لٹائے بے دریغ — کس قدر فیاض ہے طبع گہر بارِ نصیرؒ
شرک و بدعت کے خلاف آوازِ حق کرنا بلند — اولیاء کا مظہر سیرت ہے کردارِ نصیرؒ
یوسفِ معنی کو شاید دیکھ لے تو بے نقاب — آ زلیخا کی نظر سے دیکھ بازارِ نصیرؒ
جیسے ہر دل میں اترتا جارہا ہو لفظ لفظ — سر بسر اخلاص پر مبنی ہے گفتارِ نصیرؒ
خوف کیا ہو حاسدوں کی حرف گیری کا اسے — غوثِ اعظم شاہِ جیلاںؓ ہیں مددگارِ نصیرؒ

آدمیت، علم و حکمت کو یہاں ملتا ہے اوج
کج کلاہوں سے جدا ہے رنگِ دربارِ نصیرؒ

دل کے چار اندھے اگر ضد میں نہ مانیں بھی تو کیا
ایک دنیا جان و دل سے ہے پرستارِ طرفدارِ نصیرؒ

طعنہ و تشنیع کے طوفاں سے جو ٹکرا گیا
ہے وہ کوہِ استقامت ذہین خود دارِ نصیرؒ

وہ کہ جس کی پشت پر مہرِ علیؓ کا ہاتھ ہے
دیدنی ہے جرأتِ بازوئے اظہارِ نصیرؒ

تم اسے تنہا نہ سمجھو، تم ہو تنہا وہ نہیں
لشکر قرآن و سنت ہے طرفدارِ نصیرؒ

اہل نخوت کو اُسی لہجے میں ملتا ہے جواب
عاجزوں سے عجز کا برتاؤ ہے کارِ نصیرؒ

لفظ لفظ اس کا جہانِ حسن معنی درکنار
خامۂ بیدلؒ ہے یا کلکِ فسوں کارِ نصیرؒ

دولت و حشمت بھی نامنظور اہل قصر سے
فقر و فاقہ بھی گوارا زیر دیوارِ نصیرؒ

زر وہاں قدموں میں تھا، یاں اہل زر قدموں میں ہیں
مصر کا بازار تھا وہ، یہ ہے بازارِ نصیر

ان میں ہو کیونکر طلب جن میں نہ ہو کوئی کمال
جن کے کچھ پلّے میں ہے، وہ ہیں خریدارِ نصیرؒ

زاغ و کرگس کی بلا جانے چمن کیا گل ہے کیا
دیدۂ بلبل سے پوچھو شانِ گلزارِ نصیرؒ

حاسدانِ تیرہ باطن کا رویہ دیکھ کر
میرے ہونٹوں پر مچل جاتے ہیں اذکارِ نصیرؒ

جن کو اپنی تیزگامی پر بلا کا ناز ہے
علم و فن کی راہ میں دیکھیں وہ رفتارِ نصیرؒ

دین کے ناصر کی نصرت خود ہے اک کارِ ثواب
مرتے دم تک ہم تو کہلائیں گے انصارِ نصیرؒ

حافظوں سے محو ہوسکتے نہیں افضل کبھی
وقت نے محفوظ کرلینا ہی آثارِ نصیرؒ

محمد افضل خاکسار

☆......☆......☆

علم و حکمت کا خزانہ، حسنِ تحریرِ نصیر

مرتبط ہے سیدِ عالم ﷺ سے زنجیرِ نصیر
اس حوالے سے بھی ہے بے داغ توقیرِ نصیر

شاہکارِ فیضِ نسبت ، یادگارِ معرفت
نوبہارِ پنجتنؑ ، ذاتِ جہانگیرِ نصیر

عالم و عارف بھی شاعر بھی امینِ راز بھی
کس قدر وسعت سرا ہے ارضِ جاگیرِ نصیر

کم نہیں مہرِ علیؒ کی جانشینی کا شرف
روز افزوں ہے ضیا ریزیٔ تنویرِ نصیر

نظم ہو یا نثر ، دونوں بے مثال و باکمال
علم و حکمت کا خزانہ ، حسنِ تحریرِ نصیر

ہے بجا ، گر ثانیٔ خسروؒ کہا جائے اُنہیں
غوثِ اعظمؒ کی عطائے خاص ، تاثیرِ نصیر

ناز کر خوش قسمتی پہ سرزمینِ گولڑہ
تجھ میں ہیں آرام فرما حضرتِ پیرِ نصیر

میں بھی اُن کی دید کے اعزاز سے ہوں بہرہ مند
روشنی کا سلسلہ ، زُلفِ گرہ گیرِ نصیر

قبلہ بابوجیؒ کی تازہ ہوتی ہے فیضانؔ یاد
دیکھئے جامیؔ کی صورت ، عکسِ تصویرِ نصیر

فیض رسول فیضانؔ، گوجرانوالا

رفعتوں کی کتاب، پیر نصیرؒ

عظمتوں کا نصاب ، پیر نصیرؒ
رفعتوں کی کتاب ، پیر نصیرؒ
جو پلاتے رہے مُریدوں کو
معرفت کی شراب ، پیر نصیرؒ

فکر و شعر و سخن کی دنیا میں
تھے مثلِ گلاب ، پیر نصیرؒ

بارگاہِ خدا میں آخر کار
ہوگئے باریاب ، پیر نصیرؒ

یک زباں ہوکے سب پکار اُٹھے
ہاں تھے عزت مآب ، پیر نصیرؒ

نعت کہتے ہوئے ، ہُوئے رخصت
ہوگئے کامیاب ، پیر نصیرؒ

جتنے اسرار تھے سخن کے ندیمؔ
کر گئے بے حجاب ، پیر نصیرؒ

ریاض ندیم نیازی

☆......☆......☆

ترے افکار نورانی، نصیر الدین گیلانی

ترے اوصاف لاثانی، نصیر الدین گیلانی
ترے افکار نورانی، نصیر الدین گیلانی

ترے اشعار میں ہم کو نظر آئے بہر جانب
عقیدت کی فراوانی، نصیر الدین گیلانی

طریقت کے سلاسل میں، خدا والوں کی محفل میں
ترے دم سے ہے تابانی، نصیر الدین گیلانی

ترے چہرے کی زیبائی، ترے لہجے کی رعنائی
بڑھائے ذوقِ ایمانی، نصیر الدین گیلانی

بحق فاطمہ زہرا، خدارا دور ہوجائے
ہماری ہر پریشانی، نصیر الدین گیلانی

ہو عالم جاں کنی کا، قبر ہو، میدانِ محشر ہو
ملے ہر کام آسانی، نصیر الدین گیلانی

یقیں ہے عارفِ عاصی کو کام آئے گی محشر میں
یہ یہ تری منقبت خوانی، نصیر الدین گیلانی

محمد عارف قادری
واہ کینٹ

مہر علیؒ کی تجھ پہ نظر ہے، نصیر الدینؒ

شان و وقارِ اہلِ ہنر ہے، نصیر الدینؒ
مداحِ شاہِ جن و بشر ہے، نصیر الدینؒ

رنگ جلال تجھ میں ہے رنگ جمال بھی
شیر خدا کا تو جو پسر ہے، نصیر الدینؒ

صد مرحبا کہ نسبت غوثؒ الوریٰ کے ساتھ
مہر علیؒ کی تجھ پہ نظر ہے، نصیر الدینؒ

محفل میں جان پڑتی ہے تیرے کلام سے
تیری نوا میں کتنا اثر ہے، نصیر الدینؒ

وہ نعت ہو سلام ہو یا ہو کوئی غزل
لہجہ ترا برنگِ دگر ہے، نصیر الدینؒ

دیکھا تھا تجھ کو مسجد نبوی میں ایک بار
وہ یاد اب بھی محو سفر ہے، نصیر الدینؒ

تیرا سخن ہے داغ کا لہجہ لئے ہوئے
مصرع روایتوں کا ثمر ہے، نصیر الدینؒ

میں جانتا ہوں شعر یہ یونہی نہیں ہوئے
سرور پہ تیری خاص نظر ہے، نصیر الدینؒ

سرور حسین نقشبندی

منتخب کلام

سلطانِ حجازِ من

(فارسی ماہیا)

آں ذرّہ نوازِ من
شانِ عجبے دارد سلطانؐ حجازِ من

چوں مردِ فدا کارے
وقف است جبین من بہر در دلدارے

ہر چند سیہ کا رم
از مرحمتِ عامش، ہم چشم عطا دارم

بر عرش خرامِ اُو
درباں بودش جبریل اسر است مقام او

از بہر ثنا خوانی
اے نغمہ گر فطرت! کن سلسلہ جنبانی

دل ازھمہ برگردد
چوں گنبد خضر ایش فردوسِ نظر گردد

نور حرمین آمد
سرداریٔ عالم را جد الحسنینؓ آمد

بالا ست مقامِ اُو
ریزد بہ دلم کو ثر یک گردش جامِ او

سوگند خدائے اُو
باشد سند ہستی نقش کف پائے او

فرزانگیم قرباں
برشانِ گدایانش دارائی جم قرباں

چشم است براحسانش
از حشرچہ غ دارد وابستۂ دا مانش

تضمین

برنعت برہان العاشقین حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ

(فارسی)

یکے غمخوارئ مژگانِ ترکن   شب ہجرانِ مارا مختصر کن
بہ شہر قبلہ پاکاں سفر کن   نسیما جانب بطحا گذر کن
ز احوالم محمدؐ خبر کن

بہ تشویش آلم یا محمدؐ   چرا پیشت نالم یا محمدؐ
گدائے خستہ حالم یا محمدؐ   توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
زروئے لطف سوئے من نظر کن

زغمہا ساز بے غم یا محمدؐ   شود اندوہِ دل کم یا محمدؐ
نظر برحالِ من ہم یا محمدؐ   توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
زروئے لطف سوئے من نظر کن

غمت درمانِ عالم یا محمدؐ   رخت برہان عالم یا محمدؐ
بہ تست ایمانِ عالم یا محمدؐ   توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
زروئے لطف سوئے من نظر کن

ندارد عرصۂ فیضانِ توحد   شب و روز از برائے حل مقصد
گدا برآستانت ہیچو من صد   توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
زروئے لطف سوئے من نظر کن

ترا افتد پذیرائی گرآنجا   رساں ایں مشت خاکم رامر آنجا
بیفشاں در جوارِ سرورؐ آنجا   ببر ایں جانِ مشتاقم درآں جا
فدائے روضۂ خیرؐ البشر کن

گسستن بند ناکامی زلطفش   بہ عقبٰی کوثر آشامی زلطفش
نصیؔر است ایں دلآرامی زلطفش   مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگرکن

تم اوّل و آخر ہو (اُردو ماہیا)

کالی کملی والے
اے شاہِؐ شبِ اسریٰ کونین کے رکھوالے

دربار، الگ تیرا
جبریل ترا خادم، محتاج ہے جگ تیرا

بگڑی کو سنواریں گے
دکھ درد کے عالم میں تجھ کو ہی پکاریں گے

کیوں اور کسی گھر سے
جو کچھ ہمیں ملنا ہے ملنا ہے ترے در سے

چوکھٹ تری عالی ہے
کچھ بھیک ملے آقاؐ! جھولی مری خالی ہے

ملنے ہی نہیں جاتا
شاہوں کو ترا منگتا خاطر میں نہیں لاتا

اب کون ہمارا ہے
دولہا شب اسریٰ کے اک تیرا سہارا ہے

فریادی ہوں میں کب کا
بس اک نظر رحمت ہو جائے بھلا سب کا

فطرت میں بلالی ہوں
میں غیر سے کیوں مانگوں جب تیرا سوالی ہوں

ہے دھوم ترے در کی
کونین میں بٹتی ہے خیرات ترے گھر کی

گونجی ہے صدا ہر سو
عالم میں محمدؐ کی پھیلی ہے ضیا ہر سو

امت کے نگہباں ہیں
محبوبِ خدا وہ ہیں کونین کے سلطاں ہیں

نخچیرِ ستم ہوں میں
دن رات تڑپتا ہوں، محتاجِ کرم ہوں میں

ماتھے پہ پسینہ ہے
ہو پار شہِ بطحا طوفاں میں سفینہ ہے

ٹھوکر نہ کہیں کھاؤں
رحمت کی نظر آقاؐ! برباد نہ ہوجاؤں

تم اوّل و آخر ہو
گھر گھر ہے یہی چرچا تم حامی و ناصر ہو

ہر ذرّہ ہوا شیدا
کیا بات تمہاری ہے، تم پر ہے، خدا شیدا

رحمت کا خزینہ ہو
دنیا نے تمہیں مانا تم شاہِ مدینہ ہو

تم ختم رسل ٹھہرے
ایمان کا جز بن کر تم حاصل کل ٹھہرے

دریائے سخاوت ہو
میدانِ قیامت میں تم سایۂ رحمت ہو

جلوے ہیں بہم تم سے
تم دین کی عظمت ہو، شانِ حرم تم سے

سبطینؓ کے نانا ہو
حکمت کا مدینہ ہو، دانشور و دانا ہو

محشر کے تمھیں مالک
تسنیم کے آقاؐ ہو کوثر کے تمھیں مالک

سانسوں میں رواں تم ہو
ہر دل میں تمہارا گھر وہ جانِ جہاں تم ہو

اللہ کے دلبر ہو
تم ارفع و اعلیٰ ہو تم شافع محشر ہو

تنویر شریعت تم
تصویر حقیقت تم، توقیر طریقت تم

دو ابرو ہیں اَو ادنیٰ
والیل تو گیسو ہیں، والشّمس رخ زیبا

جذبوں کو ہوا دے کر
دیکھو تو ذرا اُن کی رحمت کو صدا دے کر

کیا خوب ترا گھر ہے
داماد علیؓ تیرے، زہراؓ تری دختر ہے

مٹتے نہیں کب تم پر
یہ جن و ملک انساں قرباں ہیں سب تم پر

O

نورِ سرکارؐ نے ظلمت کا بھرم توڑ دیا
کفر کافور ہوا شرک نے دم توڑ دیا

سوزِ غم ختم کیا سازِ ستم توڑ دیا
آپؐ نے سلسلۂ رنج و الم توڑ دیا

نعرہ زن رند بڑھے ساقیؐ محشر کی طرف
جامِ کوثر جو ملا ساغر جم توڑ دیا

دست قدرت سے ملی ختم نبوت کی دلیل
نام وہ لوح پہ لکھا کہ قلم توڑ دیا

ڈوبنے دی نہ محمدؐ نے ہماری کشتی
زور طوفاں کا بہ یک چشم کرم توڑ دیا

نہ رہا کفر کا پندار، نہ غرہ نہ غرور
ایک ہی ضرب میں سب جاہ وحشم توڑ دیا

شدتِ ظلم ہوئی خلق محمدؐ سے فنا
جتنے شداد تھے ہر ایک نے دم توڑ دیا

تھا برہمن کو بہت رشتۂ زنار پہ ناز
آپؐ سے سلسلہ جوڑا تو صنم توڑ دیا

جب مرے سامنے آیا کوئی الحاد کا جام
کہہ کے بے ساختہ یا شاہِ اُمم، توڑ دیا

تم پر اللہ کے الطاف نصیر ایسے ہیں
نعت اس شان سے لکھی کہ قلم توڑ دیا

O

دل میں کسی کو اور بسایا نہ جائے گا
عشق رسولؐ پاک بھلایا نہ جائے گا

وہ خود ہی جان لیں گے، جتایا نہ جائے گا
ہم سے تو اپنا حال سنایا نہ جائے گا

ہم کو جزا ملے گی محمدؐ کے عشق کی
دوزخ کے آس پاس بھی لایا نہ جائے گا

روشن رہے گا داغِ فراق شہِ اُمم
یہ وہ چراغ ہے جو بجھایا نہ جائے گا

بے شک رسولؐ شافع محشر ہیں، منکرو!
کیا تم کو اُن کے سامنے لایا نہ جائے گا؟

کہتے تھے یہ بلالؓ تشدد پہ کفر کے
عشق نبیؐ تو دل سے مٹایا نہ جائے گا

مانے گا اُن کی بات خدا حشر میں نصیر
بے مصطفیٰ خدا کو منایا نہ جائے گا

O

جلوۂ حسن بقا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
نورِ محبوبؐ خدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

پھر مدینے کی فضا ڈھونڈ رہی ہے دنیا
اپنے ہر دکھ کی دوا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

دیدنی ہے درِ سرکارؐ پہ خلقت کا ہجوم
کوئی دیکھے تو یہ کیا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

کتنے بے تاب ہیں ہر ایک جبیں میں سجدے
کس کا نقش کف پا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

وہ جو دنیا کی نگاہوں سے چھپے رہتے ہیں
اُن کو دے دے کے صدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

دین کی فکر نہیں، خیر کے اُسلوب نہیں
صرف دنیا کا مزا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

مل گئی ہے مجھے دامانِ رسالتؐ میں پناہ
مجھے کیوں صبح و مسا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

شافع حشر نظر آئیں تو کچھ بات بنے
اِک قیامت ہے بپا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

خوار ہوگی وہ خدائی میں بہر طور نصیرؔ
اُنؐ سے ہٹ کر جو خدا ڈھونڈ رہی ہے دنیا

O

چھڑ جائے جس گھڑی شہ کون و مکاں کی بات
پڑھیے درود، چھوڑیے سودوزیاں کی بات

آتی ہے یوں لبوں پہ شہؐ انس و جاں کی بات
جیسے کہ منھ زمین کا ہو اور آسماں کی بات

رودادِ غم بیان کیے جارہا ہوں میں
وہ سن رہے ہیں میرے دل بے زباں کی بات

یہ سوز، یہ گداز، یہ پرواز، یہ اثر
پہنچی ملائکہ میں بلالؓ اذاں کی بات

بادِ صبا! نہ چھیڑ مجھے اُن کی یاد میں
کیسی بہار، کس کا چمن، کیا خزاں کی بات

ہر اشک ایک رمز ہے، ہر آہ ایک راز
پوچھے نہ کوئی اُن کے مرے درمیاں کی بات

نعت اُن کے آستاں پہ پڑھوں جھوم جھوم کر
یارب! وہیں پہ جاکے کہوں، ہے جہاں کی بات

دیکھے ہیں کج کلاہوں کے دربار بار ہا
ان میں کہاں سے آئے ترے آستاں کی بات

کچھ اور بڑھ گئی طلب شہر مصطفیٰؐ
ہم کو نصیرؔ تم نے سنا دی کہاں کی بات

ضیا فروز ہے دل میں حضورؐ کی نسبت
نظر کا نور بنی اُن کے نور کی نسبت

بساؤ قلب میں زلف رسولؐ کی خوشبو
تمھیں جو چاہیے کیف و سرور کی نسبت

بلالؓ و بوذرؓ و سلماںؓ کی ذات شاہد ہے
مقامِ عجز ہے اونچا غرور کی نسبت

صفات کھل کے بیاں کر، دبی زباں سے نہ کہہ
سطور خوب ہیں، بین السطور کی نسبت

رسولؐ کو وہ بھلا کیا سمجھ سکیں کہ جنھیں
نہ قربتوں سے تعلق، نہ دور کی نسبت

وہاں کلیم کی باتیں یہاں مقامِ نبیؐ
مدینہ ارفع و اعلیٰ ہے طور کی نسبت

ہمارے شوق کی دنیا، رسولؐ کا جلوہ
ہمارا ذوقِ طلب، آنحضورؐ کی نسبت

مجھے ہے میکدۂ عشق مصطفیٰ کا سرور
نصیب ہے مجھے جامِ طہور کی نسبت

کہاں وہ چہرۂ اقدس کہاں یہ ماہِ تمام
اسے ہوئی، نہ کبھی ہوگی دور کی نسبت

متاعِ عظمت کون و مکاں ملی اُس کو
نصیرؔ مل گئی جس کو حضورؐ کی نسبت

O

اُس کو نہ چھو سکے کبھی رنج و بلا کے ہاتھ
اُٹھے ہیں جس کے حق میں رسولِؐ خدا کے ہاتھ

پہنچا ہے دین ہم کو رسولِؐ خدا کے ہاتھ
ایسا چراغ، دور ہیں جس سے ہوا کے ہاتھ

دیکھوں گا جب بھی روضۂ اقدس کی جالیاں
چوموں گا فرطِ شوق سے پیہم لگا کے ہاتھ

گیسوئے مصطفیٰؐ سے یقیناً ہوئی ہے مس
خوشبو کہاں سے آئی یہ بادِ صبا کے ہاتھ

خاطر میں کب وہ لائے گا شاہانِ وقت کو
اٹھتے ہوں صرف اُن کی طرف جس گدا کے ہاتھ

محشر میں مجھ پہ سایۂ لطف رسولؐ ہو
میں یہ دعائیں مانگ رہا ہوں اٹھا کے ہاتھ

ممکن نہ تھا کہ روضۂ اقدس کو چھوسکے
آگے بڑھا دیا ہے نظر کو بنا کے ہاتھ

بے حد و بے شمار خطائیں سہی، مگر
کچھ غم نہیں کہ لاج ہے اب مصطفیٰؐ کے ہاتھ

ہم عاصیوں کے آپؐ ہی تو دستگیر ہیں
ہم سب کا آسرا ہیں شہؐ انبیا کے ہاتھ

ہے ارفع و بلند وسیلہ رسولؐ کا
عرش بریں سے دور نہیں اولیا کے ہاتھ

میں ہوں گدائے کوچۂ آلِ نبیؐ نصیر
دیکھے تو مجھ کو نارِ جہنم لگا کے ہاتھ؟

O

اللہ بڑا، اُس کی رضا بھی ہے بڑی چیز
لیکن شہؐ بطحا سے وفا بھی ہے بڑی چیز

بیمار کے حق میں یہ دوا بھی ہے بڑی چیز
واللہ مدینے کی ہوا بھی ہے بڑی چیز

اکسیر ہے دل کی تو یہ ہے آنکھ کا سرمہ
خاکِ درِ محبوبؐ خدا بھی ہے بڑی چیز

ہر چند خطا کار و گنہگار ہے لیکن
مایوس نہ ہو اُن کی عطا بھی ہے بڑی چیز

پہنچیں گی مدینے سے سرِ عرش دعائیں
سازِ دلِ مضطر کی نوا بھی ہے بڑی چیز

وارفتگیٔ شوق میں تم اُن کو پکارو
دراصل محبت کی صدا بھی ہے بڑی چیز

کہتے تھے یہ آپس میں فرشتے شبِ معراج
امشب سفرِ شاہِ ہدیٰ بھی ہے بڑی چیز

اک رعب سا اُس کا ہے سلاطینِ جہاں پر
سرکارؐ کے کوچے کا گدا بھی ہے بڑی چیز

اک طرفہ قیامت ہے نصیر اُن سے جدائی
الفت ہو تو فرقت کی سزا بھی ہے بڑی چیز

O

حاصل زیست ہے اُس نور شمائل کی تلاش
چشم مشتاق کو ہے جلوۂ کامل کی تلاش

سایۂ گنبد خضرا میں ہو منزل کی تلاش
اتنی آساں تو نہیں صاحب محمل کی تلاش

جس نے کل محفل عالم کو اجالا بخشا
آج پھر ہے اُسی شائستہ محفل کی تلاش

مل سکا کفر کے ظلمات میں کب نورِ خدا
حق کہاں اور کہاں دیدۂ باطل کی تلاش

آپؐ کی موجِ کرم کا وہ سہارا ڈھونڈے
جس سفینے کو حقیقت میں ہے ساحل کی تلاش

دامن سیّد ابرار سے وابستہ ہوں
نہ شفاعت کا مجھے غم، نہ وسائل کی تلاش

حشر میں ہوگا وہی سب کا سہارا آخر
کام آئے گی اُسی رحمتِ کامل کی تلاش

جذبۂ شوق میں بہکے ہوئے پڑتے ہیں قدم
کھوئے دیتی ہے مجھے راہ میں منزل کی تلاش

منزلِ حق کی گزرگاہ میں ڈھونڈے آ کر
آدمی کو ہے اگر رہبر کامل کی تلاش

حاضری اُس درِ دربار کی مشکل ہی سہی
جان دینی ہو تو آسان ہے مشکل کی تلاش

آ گیا ہوں درِ مولائے دو عالم پہ نصیؔر
للہ الحمد کہ ہے پیش نظر دل کی تلاش

O

اب تنگیٔ داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ
ہیں آج وہ مائل بہ عطا اور بھی کچھ مانگ

ہیں وہ متوجہ، تو دعا اور بھی کچھ مانگ
جو کچھ تجھے ملنا تھا ملا اور بھی کچھ مانگ

ہر چند کہ مولاؐ نے بھرا ہے ترا کشکول
کم ظرف نہ بن، ہاتھ بڑھا اور بھی کچھ مانگ

چھو کر ابھی آئی ہے سر زلفِ محمدؐ
کیا چاہیے اے بادِ صبا! اور بھی کچھ مانگ

یا سرورؐ دیں، شاہؐ عرب، رحمتؐ عالم
دے کر تہ دل سے یہ صدا اور بھی کچھ مانگ

سرکارؐ کا در ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے
جو مانگ لیا مانگ لیا اور بھی کچھ مانگ

جن لوگوں کو یہ شک ہے کرم اُن کا ہے محدود
اُن لوگوں کی باتوں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ

اُس در پہ یہ انجام ہوا حسن طلب کا
جھولی مری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

سلطانِؐ مدینہ کی زیارت کی دعا کر
جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ
دے سکتے ہیں کیا کچھ کہ وہ کچھ دے نہیں سکتے
یہ بحث نہ کر ہوش میں آ اور بھی کچھ مانگ
ہے عشقِ نبیؐ دولت کونین کا حاصل
درکار ہے کیا اس کے سوا اور بھی کچھ مانگ
مانا کہ اسی در سے غنی ہو کے اٹھا ہے
پھر بھی درِ سرکارؐ پہ جا اور بھی کچھ مانگ
پہنچا ہے جو اُس در پہ تو رہ رہ کے نصیرؔ آج
آواز پہ آواز لگا اور بھی کچھ مانگ

O

تصور میں انہیں ہم جلوہ ساماں دیکھ لیتے ہیں
محمدؐ مصطفیٰؐ کا روئے تاباں دیکھ لیتے ہیں
نگاہِ عشق سے حسن فروزاں دیکھ لیتے ہیں
نبیؐ کے روپ میں ہم شانِ یزداں دیکھ لیتے ہیں
سفر ہو یا حضر، مدنظر ہے گنبد خضرا
جمالِ مصطفیٰؐ تا حد امکاں دیکھ لیتے ہیں
نظر اٹھتی نہیں ہے مصحف روئے محمدؐ سے
بیاضِ نور میں تفسیر قرآں دیکھ لیتے ہیں
پڑیں جن کی نگاہیں شاہِؐ بطحا کے گداؤں پر
وہ اپنے زیرِ پا تختِ سلیماں دیکھ لیتے ہیں
طوافِ گنبدِ خضرا کا جس دم دھیان آ جائے
ہم اُس دم وجد میں اپنے دل و جاں دیکھ لیتے ہیں
تصرف جن پہ ہو جاتا ہے نورِ مصطفائیؐ کا
دلوں میں اپنے روشن شمع ایماں دیکھ لیتے ہیں
نصیرؔ آتے ہیں جو قسمت سے دربارِ رسالت تک
خدائی میں وہی بخشش کا ساماں دیکھ لیتے ہیں

O

خورشید سے کچھ کم تو نہیں چشم بشر میں
ذرّے جو نظر آئے مدینے کے سفر میں
عالم ہے یہ اب عشق محمدؐ کے اثر میں
آنسو ہیں کہ افسانے مرے دیدۂ تر میں
کیا مجھ کو لبھا سکتے ہیں گردوں کے ستارے
ہر ذرّہ مدینے کی زمیں کا ہے نظر میں
بخشی ہے جو قدرت نے مرے اشک وفا کو
وہ آب کہاں ہے کسی تابندہ گہر میں
یہ بات یہ انداز کہاں اُن کو میسر
کب ہے دلِ مضطر کی ادا برق و شرر میں

جو شے ہے تصدق ہے وہ محبوبِؐ خدا پر کونین ہیں سرکارِؐ دو عالم کے اثر میں
سنسان ہے، ویران ہے دوری سے مرا دل جلوؤں سے چراغاں ہو کسی دن مرے گھر میں
آنکھوں میں سمائے ہیں مدینے کے در و بام آ جائیں گے ہم بھی شہِؐ بطحا کی نظر میں
دیوانہ ہوں بے تاب ہوں ایسا کہ نصیرؔ اب ہر وقت مدینے کا ہے سودا مرے سر میں

O

عکس روئے مصطفیٰؐ سے ایسی زیبائی ملی کھل اٹھا رنگ چمن پھولوں کو رعنائی ملی
سبز گنبد کے مناظر دیکھتا رہتا ہوں میں عشق میں چشم تصور کو وہ گیرائی ملی
جس طرف اُٹھیں نگاہیں محفل کونین میں رحمۃ اللعالمیں کی جلوہ فرمائی ملی
بہرِ پا بوسی پہنچ جائیں حریم پاک تک یوں ہمارے منتشر اجزا کو یکجائی ملی
اُن کے قدموں میں ہیں تاج و تختِ ہفت اقلیم کے آپؐ کے ادنیٰ غلاموں کو وہ دارائی ملی
بحرِ عشق مصطفیٰؐ کا ماجرا کیا ہو بیاں لطف آیا ڈوبنے کا جتنی گہرائی ملی
چادرِ زہراؓ کا سایہ ہے مرے سر پر نصیرؔ فیض نسبت دیکھئے نسبت بھی زہرائی ملی

O

راستے صاف بتاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں
لوگ محفل کو سجاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

اہل دل گیت یہ گاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں
آنکھ رہ رہ کے اٹھاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

کہکشاں، راہ گزر، چاند، ستارے، ذرّے
سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

اہل ایماں کے لبوں پر ہے درود اور سلام
یومِ میلاد مناتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

دل کو جلووں کی طلب، آنکھ کو طیبہ کی لگن
دیکھئے مجھ کو بلاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

اُن کی آمد کے پیامی ہیں صبا کے جھونکے
پھول شاخوں کو ہلاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

بول بالا ہوا حق کا تو بتانِ باطل
خانۂ کعبہ سے جاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

رہ گزر میں نظر آنے لگے ہر سو جلوے
ذرّے رہ رہ کے بتاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

مرحبا صلِّ علیٰ کی ہیں صدائیں لب پر
لوگ صدقے ہوئے جاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

اُن کے جلووں سے نکھرنے لگی دل کی رونق
میری تقدیر جگاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

چاند تاروں میں نصیؔر آج بڑی ہلچل ہے
ہمیں آثار بتاتے ہیں کہ آپؐ آتے ہیں

O

تھی جس کے مقدر میں گدائی ترے در کی
قدرت نے اُسے راہ دکھائی ترے در کی
ہر وقت ہے اب جلوہ نمائی ترے در کی
تصویر ہی دل میں اتر آئی ترے در کی
یہ ارض و سماوات تری ذات کا صدقہ
محتاج ہے یہ ساری خدائی ترے در کی
انوار ہی انوار کا عالم نظر آیا
چلمن جو ذرا میں نے اٹھائی ترے در کی
در سے ترے اللہ کا در ہم کو ملا ہے
اس اوج کا باعث ہے رسائی ترے در کی
اک نعمت عظمٰی سے وہ محروم رہے گا
جس شخص نے خیرات نہ پائی ترے در کی
میں بھول گیا نقش و نگارِ رخِ دنیا
صورت جو مرے سامنے آئی ترے در کی
صد شکر کہ میں بھی ہوں بھکاری ترے در کا
صد فخر کہ حاصل ہے گدائی ترے در کی
پھر اس نے کوئی اور تصور نہیں باندھا
ہم نے جسے تصویر دکھائی ترے در کی
ہے میرے لیے تو یہی معراجِ عبادت
حاصل ہے مجھے ناصیہ سائی ترے در کی
آیا ہے نصیر آج تمنا یہی لے کر
پلکوں سے کیے جائے صفائی ترے در کی

O

دمبدم تیری ثنا ہے یہ بھی
دل دھڑکنے کی صدا ہے یہ بھی
چاند، اسرٰی کی سرِ راہ دلیل
تیرا نقش کف پا ہے یہ بھی
نگہ لطف سے دشمن ہوئے دوست
شانِ رحمت کی ادا ہے یہ بھی
اچھے اُس کے ہیں، برے میرے ہیں
کملی والی نے کہا ہے یہ بھی
شافعؑ حشر وہ ہیں، میں عاصی
وہ بھی برحق ہے، بجا ہے یہ بھی
رات دن گنبد خضرا دیکھوں
رات دن ایک دعا ہے یہ بھی
نعت کو جزوِ عبادت سمجھا
ذکر محبوبؐ خدا ہے یہ بھی
کعبۂ جاں ہے درِ ختم رسل
سجدہ کرلوں تو روا ہے یہ بھی
کون روکے دل مضطر کو نصیر
اب تو ہاتھوں سے چلا ہے یہ بھی

O

بادشاہی ماہ سے ہے تا بہ ماہی آپؐ کی
یہ زمیں، یہ چاند دیتے ہیں گواہی آپؐ کی

آپؐ ہیں نورِ ازل، محبوبِ ربِّ کائنات
جان و دل ارض و سما پر بادشاہی آپؐ کی

غیر ممکن ہے کسی سے آپؐ کی مدح و ثنا
ہے ثنا خواں آپ جب ذاتِ الٰہی آپؐ کی

کی امامت انبیا کی آپؐ نے معراج میں
مان لی اک اک نبی نے سربراہی آپ کی

کثرت عصیاں سے نادم ہوں، نہیں مایوس میں
ڈھال ہے میرے لیے عالم پناہی آپؐ کی

اک نگاہِ لطف سے سب کام میرے بن گئے
حشر میں کام آئی میرے خیر خواہی آپؐ کی

بے نیازِ مال و منصب ہے نصؔیر سیر چشم
آپؐ کے خادم کو کافی ہے دعا ہی آپؐ کی

O

نہ طلب ہی دے، نہ جنوں ہی دے، یہ ہوس نہ دے، وہ ہوا نہ دے
شہؐ انبیا پہ فدا ہوں میں کوئی اور درد خدا نہ دے
غمِ مصطفیؐ میں ہوا ہوں گم مجھے اب پیام صبا نہ دے
کہیں التفات سے چھیڑ کر مرے دل کو اور دکھا نہ دے
وہ عظیم ہے، وہ رحیم ہے، وہ قسیم ہے، وہ کریم ہے
یہ کرم پہ اُس کے ہے منحصر مجھے کیا وہ دے مجھے کیا نہ دے
جو مریض ہجر حضورؐ ہے درِ مصطفیؐ سے جو دور ہے
اُسے زندگی سے غرض نہیں، کوئی زندگی کی دعا نہ دے
یہ خیال ہے، یہ ملال ہے کہ عجب زمانے کا حال ہے
ترے آستاں سے مرے نبیؐ کوئی آ کے مجھ کو اٹھا نہ دے
جو طلب ہے تجھ کو زباں پہ لا درِ مصطفیؐ پہ کمی ہے کیا
اسی در سے اپنی مراد لے کسی اور در پہ صدا نہ دے
یہ ہے ربط و ضبط کا سلسلہ، جو ملا اُنھیں سے ہمیں ملا
وہ کبھی خدا سے نہیں جدا جو نبیؐ نہ دے وہ خدا نہ دے
مجھے زیر سایہ بلایئے، مجھے یارسولؐ بچایئے
یہ طلسم دہر ہے فتنہ گر، کوئی روگ دل کو لگا نہ دے
یہی فیض چشم حضورؐ ہے کہ پیے بغیر سرور ہے
وہ علاج کیا وہ دوا ہی کیا جو ہر اک خلش کو مٹا نہ دے
اُنھیں جان و دل سے عزیز رکھ وہ رؤف بھی ہیں رحیم بھی
اگر اس کا تجھ کو یقیں نہیں تو صدائے صل علیٰ نہ دے
یہ کرم ہو خاص نصیؔر پر کہ ہو مصطفیؐ کی نظر اِدھر
وہی مسکرا کے کرم کریں کوئی اور غم کو ہوا نہ دے

O

کونین میں یوں جلوہ نما کوئی نہیں ہے　　اللہ کے بعد اُن سے بڑا کوئی نہیں ہے
یوں فرش سے تا عرش گیا کوئی نہیں ہے　　معراج میں اس درجہ رسا کوئی نہیں ہے
مانگو تو ذرا اُن کے توسط سے کبھی کچھ　　مقبول نہ ہو، ایسی دعا کوئی نہیں ہے
کام آئی سر حشر محمدؐ کی شفاعت　　سب کہتے ہیں جا تیری خطا کوئی نہیں ہے
سمجھے تو کوئی اُن کی محبت کے مراتب　　محبوبِؐ خدا اُن کے سوا کوئی نہیں ہے
اللہ نے سو حسن دیے نوعِ بشر کو　　یوں نور کے سانچے میں ڈھلا کوئی نہیں ہے
دل اُن کا ہے اس دل میں وہی جلوہ فگن ہیں　　بس اُن کے علاوہ بخدا کوئی نہیں ہے
امت میں ہوں اُن کی کہ جو ہیں رحمتؐ عالم　　کیوں حشر کا ڈر ہو، مرا کیا کوئی نہیں ہے؟
اس دور پہ اے ختمِ رسل چشمِ کرم ہو　　رہزن ہیں بہت، راہنما کوئی نہیں ہے

پڑھتے رہو دن رات نصؔیر اُن کا وظیفہ
ایسا عملِ ردّ بلا کوئی نہیں ہے

O

بخت میرا جو محبت میں رسا ہوجائے　　میری تقدیر مدینے کی فضا ہوجائے
کاش مقبول مرے دل کی دعا ہوجائے　　ایک سجدہ درِ مولاؐ پہ ادا ہوجائے
اُس کی تعظیم کو اٹھتے ہیں سلاطین جہاں　　جو ہمیشہ کو ترے در کا گدا ہوجائے
لے بھی آ زلف پیمبرؐ کی مہک، دیر نہ کر　　اے صبا! مجھ پہ یہ احسان ترا ہوجائے
اُس کو اپنی ہی خبر ہو نہ دو عالم کا خیال　　جو بھی دیوانۂ محبوبؐ خدا ہوجائے
میں مدینے کی زیارت سے بہت خوش ہوں مگر　　چاہتا ہوں کہ یہ مسکن ہی مرا ہوجائے
اُن کے دامن کو مرے ہاتھ کسی دن چھولیں　　کچھ نہ کچھ حق عقیدت تو ادا ہوجائے
وہ سر طور ہو یا مصر کا بازار حسیں　　وہ جہاں چاہے وہاں جلوہ نما ہوجائے
اب بلالو کہ مجھے دَم کا بھروسہ نہ رہا　　نہیں معلوم کسی وقت بھی کیا ہوجائے
وہ مقدر کا دھنی ہے وہ سلیماں ہے نصؔیر　　جس پہ بھی اُنؐ کی نظر ایک ذرا ہوجائے

O

کاش مقبول ہو میری یہ دعا جلدی سے
مجھ کو پہنچائے مدینے میں خدا جلدی سے

میں بھی چوموں درِ محبوبؐ خدا جلدی سے
لے اڑے مجھ کو بھی طیبہ کی ہوا جلدی سے

لا سنگھا دے مجھے گیسوئے پیمبرؐ کی مہک
اتنا احسان ہو اے بادِ صبا جلدی سے

شوقِ وارفتہ نے راہوں کی طنابیں کھینچیں
اُٹھ کے طیبہ کی طرف میں جو چلا جلدی سے

جب بٹی روزِ ازل عشق نبیؐ کی دولت
میں بھی تقدیر سجانے کو بڑھا جلدی سے

رحمت حق نے وہیں بڑھ کے نوازا اُس کو
کرلیا جس نے بھی اقبال خطا جلدی سے

تیری بخشش کی سفارش ہیں درود اور سلام
اُن کا نام آئے تو پڑھ صلِ علیٰ جلدی سے

کب سے حسرت تھی ترے در پہ جھکاؤں سر کو
آج یہ فرض بھی ہوجائے ادا جلدی سے

تیرے گستاخوں پہ لازم ہے قیامت ٹوٹے
آنے والی نہیں ایسوں کو حیا جلدی سے

اس ٹھکانے سے قضا مجھ کو اٹھائے تو اٹھوں
اُن کی چوکھٹ پہ پڑا ہوں مجھے کیا جلدی سے

حشر کی بھیڑ میں ڈر تھا کہ اکھڑ جائیں قدم
میرے آقاؐ نے مجھے تھام لیا جلدی سے

بھیک تو مل کے رہے گی درِ مولیٰ سے نصیؔر
یہ الگ بات، ملے دیر سے یا جلدی سے

نعت کالم و
نعتیہ تقریبات

دلکش طباعت - بہترین جلدیں

نام کتاب	مصنف	قیمت
نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب	اشرف شریف، اشتیاق احمد	380/-
خلق خیر الخلائق ﷺ	طالب الہاشمی	425/-
یہ تیرے پراسرار بندے (جدید ایڈیشن)	طالب الہاشمی	850/-
سیرت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	طالب الہاشمی	250/-
سیرت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	طالب الہاشمی	250/-
سیرت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	طالب الہاشمی	200/-
سیرت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	طالب الہاشمی	200/-
خیر البشر ﷺ کے بارہ خادمانِ خاص رضی اللہ عنہم	طالب الہاشمی	350/-
سلطان نور الدین محمود زنگی	طالب الہاشمی	350/-
وفود عرب بارگاہ نبوی ﷺ میں	طالب الہاشمی	250/-

طالب الہاشمی کی تصانیف بچوں کے لیے

1-	علم بڑی دولت ہے اور دوسری کہانیاں	100/-
2-	یمن کا سورما اور دوسری کہانیاں	100/-
3-	چاندی کی ہتھکڑی اور دوسری کہانیاں	100/-
4-	قسمت کا سکندر اور دوسری کہانیاں	100/-
5-	100 کہانیاں	380/-

طٰہٰ پبلی کیشنز

19- حبیب بنک بلڈنگ چوک اُردو بازار لاہور۔فون: 0333-4470509

امجد اسلام امجد

''مدحت'' اور احمد ندیم قاسمی کی نعت

عزیز سرور نقشبندی اعلیٰ درجے کے نعت خواں اور نعت گو تو ہیں مگر اب جو انھوں نے کچھ عرصہ سے ''مدحت'' کے نام سے حمد و نعت اور اس سے متعلق تحریروں پر مشتمل ایک خوبصورت اور وقیع جریدے کی اشاعت اور ادارت کا کام شروع کیا تو یہ ان کی متنوع صلاحیتوں کا ایک ایسا اظہار ہے جس کی ضرورت بہت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی کہ دین اور مذہب سے متعلق تحریروں پر مشتمل بیشتر رسائل بوجوہ کوئی ایسا منظر نامہ پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں جن میں ادب، عقیدے اور ذاتی رجحانات کے درمیان توازن پایا جاتا ہو اور خالص ادبی حوالے سے تو دین سے متعلق ادب پر بہت ہی کم توجہ دی جاتی تھی۔ ''مدحت'' کے اس تازہ شمارے میں حسب معمول نئی حمدوں اور نعتوں کے ساتھ ساتھ تحقیق و تنقید کے حصے میں بہت اہم اور معیاری مضامین کو جمع کیا گیا ہے مگر اس کی نمایاں ترین خوبی احمد ندیم قاسمی مرحوم کی نعت نگاری سے متعلق ایک خصوصی گوشہ ہے جسے ندیم صدی (نومبر 2015 تا 2016ء) کا ایک مبارک آغاز کہنا چاہیے کہ محبان ندیم پوری اردو دنیا میں قاسمی صاحب کے سوسالہ یوم پیدائش کے حوالے سے ایسی خصوصی تقریبات کا اہتمام کر رہے ہیں جو اس پورے سال میں مسلسل جاری رہیں گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیسویں صدی کے نعت اول میں جہاں مولانا حالی، علامہ اقبال، حفیظ جالندھری اور ظفر علی خان سمیت بہت سے شعرا، نے گلشن نعت میں طرح طرح کے پھول کھلائے ہیں۔ وہاں اس کے نصف آخر کے اہم نعت نگاروں میں دو نام سب سے زیادہ نمایاں ہیں وہ احمد ندیم قاسمی اور حفیظ تائب ہی کے ہیں۔

یوں تو نعت میں مناجات کا رنگ بہت ابتدا میں بھی پایا جاتا ہے لیکن

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تریؑ آکے عجب وقت پڑا ہے

جیسی براہ راست مناجاتی کیفیت مولانا حالی کے یہاں جس شدت اور تواتر سے سامنے یہ

آئی یہ ایک نیا انداز تھا جس کا رشتہ 1857ء کی ناکام جنگ آزادی اور اس کے مابعد اثرات سے جوڑا جاسکتا ہے اور جس کی بازگشت ہمیں کچھ حد تک قیام پاکستان کے دوران اٹھنے والی فسادات کی لہر اور پھر سقوط ڈھاکہ کے المیے کے دل خراش ردعمل میں بھی سنائی اور دکھائی دیتی ہے۔

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

مضامین کے حصے میں ہمیں مضمون نگاروں میں اشفاق احمد، حفیظ تائب، شہزاد احمد، حافظ لدھیانوی اور ڈاکٹر شبیر احمد قادری سمیت کچھ اور اہم نام بھی نظر آتے ہیں لیکن میرے نزدیک اس گوشے کا سب سے قابل قدر کارنامہ وہ منظوم اظہار عقیدت ہے جس کے پیش کرنے والوں میں احسان دانش، اختر حسین جعفری، قتیل شفائی، پیر فضل گجراتی، مظفر داودی، حفیظ تائب، خالد احمد، عاصی کرنالی، نجیب احمد، عباس تابش، زاہد فخری، جمشید چشتی، فقیر امان اللہ خان اور سرور نقشبندی جیسے اہم نام شامل ہیں۔ ان احباب نے قاسمی صاحب اور ان کی نعت کو کس کس طرح سراہا ہے اس کی چند مثالیں کچھ یوں ہیں:

کیسا فن کار ہے کیا خوب سخن در ہے ندیمؔ
اک زمانے سے مری روح کے اندر ہے ندیمؔ
جبکہ اک کھیپ ہے انکار خدا پر مائل
ایسے بحران میں مداح پیمبر ہے ندیمؔ

(احسان دانش)

شاہ ادب کہوں کہ امیر سخن کہوں
فن کار کیا کہوں اسے اک عہد فن کہوں

(مظفر وارثی)

ہے آج کون صداقت نگار اس جیسا
وہ خوش مزاج بھی، خوش فکر بھی، حکم بھی ہے

(حفیظ تائب)

تری نعتیں بھی ترے دل کی طرح اُجلی ہیں
تجھ کو رحمت کا کوئی خاص اشارا ہے ندیمؔ

(زاہدفخری)

سرور نقشبندی نے ایک اور اچھا کام یہ کیا ہے کہ نعت کے انتخاب میں قاسمی صاحب کے مجموعہ نعت ''جمال'' کے بعد کی کہی ہوئی نعتوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے جس سے ان کی نعت نگاری کی ایک مکمل تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ آخر میں انتخاب سے اخذ کردہ چند اشعار جو اس بابرکت میدان میں احمد ندیم قاسمی کی انفرادیت کے ترجمان ہیں۔

اے مرے شاہؐ شرق و غرب! نانِ جویں غذا تریؐ
اے مرے بوریا نشیں! سارا جہاں گدا ترأ
دینا ہے ایک دشت تو گلزار آپؐ ہیں
اس تیرگی میں مطلع انوار آپؐ ہیں
دیکھ کر غار حرا سوچتا ہوں
کتنی بھر پور تھی خلوت انؐ کی
کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقش کف پا تیرا
لوگ کہتے ہیں کہ سایا تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایا تیرا
تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا، ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا
قصر و ایواں سے گزر جاتا ہے چپ چاپ ندیمؔ
در محمدؐ کا جب آئے تو صدا دیتا ہے
تیرأ کردار ہے احکام خدا کی تائید
چلتا پھرتا، نظر آتا ہوا، قرآں تُو ہے

قطرہ مانگے جو کوئی تو اسے دریا دے دے
مجھ کو کچھ اور نہ دے اپنی تمنا دے دے
وہ مری عقل میں ہے وہ مرے وجدان میں ہے
میری دنیا بھی وہی ہے، میرا عقبیٰ بھی وہی
قرآن پاک انؐ پہ اتارا گیا ندیمؔ
اور میں نے اپنے دل میں اتارا ہے انؐ کا نام

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس: 12 جولائی 2015ء)

نوری طاق

پنجابی نعتیہ دیوان

بشیر حسین ناظم

ناشر

کرماں والا بک شاپ، اردو بازار، لاہور

اسد اللہ غالب

سرور نقشبندی کے اعزاز میں تقریب پذیرائی

ممتاز نعت گو حفیظ تائب سے میرا پہلا تعارف اپنے بڑے بھائی میاں محمد کی وساطت سے ہوا، وہ واپڈا میں تھے اور جب انھوں نے بتایا کہ حفیظ تائب ان کے ساتھ کام کرتے ہیں تو مجھے دھچکا سا لگا کہ میرے رسول ﷺ کی شان کو اپنے کلام سے بلند کرنے والا بھی ملازمت کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ میں تو ایسے معاشرے کے خواب دیکھتا ہوں جہاں ایسے عاشقان رسول ﷺ کی قدر و منزلت پر رشک کیا جائے۔

وقت کے ساتھ حفیظ تائب کے مقام و مرتبے میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور وہ اورینٹل کالج کی تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ منسلک ہوگئے۔ ان کی نعت گوئی بھی بام عروج کو چھو رہی تھی، وہ درویش خدا مست تھے، ایسا سادہ مزاج شخص جس پر دنیا کا ہر وقار رشک کرے۔

عاشقان رسول ﷺ دائمی شہرت کے مالک تو بن ہی جاتے ہیں مگر ابد الآباد تک ان کی یادیں تازہ رہتی ہیں۔ وہ ہم میں نہیں ہیں، مگر ان کا خوشبو سے لبریز کلام زندہ و پائندہ ہے اور میں داد دیتا ہوں ان کے بھائی عبدالمجید منہاس کو جنھوں نے ان کی یاد میں ایک فاؤنڈیشن قائم کیا اور سال میں زیادہ نہیں تو ایک بار بھرپور فنکشن کا اہتمام کر دیتے ہیں۔

اب حفیظ تائب کے ایک اور مداح سامنے آ گئے ہیں، وہ خود بھی نعت گو ہیں اور نعت خوان بھی، ان کی آواز میں ایک الگ قسم کا سوز اور درد پنہاں ہوتا ہے، ان سے غائبانہ تعارف حرمین شریفین کے مصور عظمت شیخ کے ذریعے ہوا اور براہِ راست تعارف اس روز ہوگیا جب عظمت شیخ میرے ساتھ والے مکان کی بنیاد رکھنے کی تقریب میں تشریف لائے۔ یہ سرور حسین نقشبندی کا گھر ہے۔ ایک روز سرور صاحب نے مجھے اپنی ادارت میں شائع ہونے والا رسالہ مدحت مطالعے کے لیے دیا، یہ نعت گوئی اور نعت نویسی کے فن پر ایک منفرد جریدہ ہے جس کی باقاعدہ اشاعت کا سلسلہ

جاری وساری ہے۔

سرور نقشبندی نے اب ایک اور کارنامہ سرانجام دے ڈالا ہے کہ حفیظ تائب کی علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات پر ایم فل کا مقالہ لکھ مارا، ان کی راہنمائی ممتاز احمد سالک نے انجام دی جو یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی سے وابستہ ہیں، اس ادارے سے میرے ایک اور محترم دوست پروفیسر محفوظ قطب بھی وابستہ رہے ہیں، یہ علم دوست ادارہ میرے لیے کئی لحاظ سے محبوب ہے۔

حفیظ تائب فاؤنڈیشن نے سرور نقشبندی کے تحقیقی مقالے کی تقریب پذیرائی کا اہتمام کیا جسے شہر لاہور کی ادبی تقریبات کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی کے رانا افتخار احمد نے پروگرام میں خصوصی طور پر شرکت کی اور گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج کے دور میں نعت کے نام پر جس طرح کے کلام اور انداز پیش کیے جارہے ہیں، وہ باعث فکر ہے۔ نعت ادب و احترام کے تقاضوں کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہی پیش کی جانی چاہیے اور ایسے عناصر کا راستہ روکنا چاہیے جواس مبارک صنف کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر کے سنجیدہ حلقوں کو اعتراض کرنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ سرور حسین نقشبندی نے اپنے انداز اور آواز سے ہمیشہ علمی اور معتبر حلقوں کو متاثر کیا ہے اور وہ اپنی اسی متانت کی وجہ سے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ حفیظ تائب کے حوالے سے ان کا کام بہت قابل تحسین ہے۔ میں آج اسی خوشی کے موقع پر ان کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں یو ایم ٹی کی اسلامک سوسائٹی جو کچھ عرصے سے غیر فعال ہے، کی صدارت کا اعلان کرتا ہوں اور یونیورسٹی کی کریکٹر بلڈنگ سوسائٹی کے چیئرمین کے طور پر آج انہیں ذمہ داریاں سونپنے میں بہت مسرت محسوس کر رہا ہوں۔

مہمان خصوصی ڈائریکٹر جنرل محکمہ اوقاف و مذہبی امور سید طاہر رضا بخاری نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سرور حسین نقشبندی بہت باصلاحیت نوجوان ہیں۔ ایم۔فل کی ڈگری یقیناً بہت اعزاز کی بات ہے لیکن یہ ہمارے لیے پہلے بھی محبت کی علامت تھے اور آج بھی۔ جناب حفیظ تائب پر ان کا مقالہ بہت قابل قدر کام ہے۔

ہیڈ آف اسلامک ڈیپارٹمنٹ ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ نے کہا کہ آج میرا سر فخر سے بلند ہے کہ

میں سرور کو میڈیا سے اٹھا کے لایا اور آج وہ ایم۔فل سکالر کی حیثیت سے یہاں ہمارے سامنے موجود ہیں۔لیکن میرا خواب ابھی نامکمل ہے۔ میں بہت جلد انہیں ڈاکٹر سرور حسین کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اسے دنیا میں بھی اعزاز سمجھتا ہوں اور آخرت میں بھی اپنے لیے توشۂ آخرت گردانتا ہوں۔

مقالے کے نگران ڈاکٹر ممتاز احمد سالک نے کہا کہ نگران مقالہ کی حیثیت سے میں نے ابواب بندی کرتے ہوئے بہت سی چیزوں کا اضافہ کروایا جس پر اکثر سکالرز پس و پیش اور تساہل سے کام لیتے ہیں لیکن سرور نے ہمیشہ میری بات کو قدر اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس کو بہترین انداز سے پورا کرنے کی کامیاب کوشش کی جو میرے لیے باعث حیرت بھی تھی اور باعث مسرت بھی۔

چیئرمین حفیظ تائب فاؤنڈیشن عبدالمجید منہاس نے سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حفیظ تائب کے ساتھ سرور حسین کا تعلق کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ وہ انہیں اپنا بیٹا کہتے تھے اور آج صحیح معنوں میں اس نے اپنی برخورداری کا حق ادا کیا ہے۔کسی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اس کو نہ صرف یاد رکھنا بلکہ اس کے کام کو زندہ کرنے کے لیے تگ و دو کرنا عالی ظرف لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے۔تمام مہمانوں کے شکریے کے ساتھ میں اس مقالے کی فاؤنڈیشن کی جانب سے اشاعت کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

تقریب کے صدر ممتاز کالم نگار ڈاکٹر اجمل نیازی نے کہا کہ حفیظ تائب آنسوؤں سے بنا ہوا شخص تھا۔ میرے دل میں ان کے لیے جو محبت ہے۔ اس کے اظہار کے لیے لفظوں کا دامن بہت تنگ پڑ جاتا ہے۔سرور نے حفیظ تائب پر مقالہ لکھ کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں بھی سب لوگوں کی طرح اس کے ڈاکٹریٹ کا منتظر ہوں۔

مقالہ نگار اور ممتاز نعت خواں و نعت گو سرور حسین نقشبندی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ نعت سے میری وابستگی میرے خون میں شامل ہے۔ جناب حفیظ تائب کی شخصیت کے چھپے ہوئے پہلوؤں پر کام میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔آج کی تقریب میری ڈگری سے کہیں زیادہ اس بات کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کہ جناب حفیظ تائب کا شاعری کے علاوہ دیگر علمی و ادبی تحقیقی کام لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھا جو اب نمایاں ہو کر سامنے آ گیا ہے۔

تقریب میں علم و ادب سے تعلق رکھنے والے حاضرین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ نظامت

صفدر علی محسن، تلاوت کلام پاک قاری محمد رفیق نقشبندی، قاری خالد عثمان اور ہدیہ نعت حافظ سہیل نذر نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

آخر میں سرور نقشبندی کا ایک منظوم ہدیہ عقیدت

پس وصال بھی لگتا ہے حضرت تائب
ہمارے ساتھ طواف حرم میں ہوتے ہیں
مجھے وہ خواب میں آ کر بتا گئے سرور
ثنا ہو جن کا حوالہ، وہ ارم میں ہوتے ہیں

(روزنامہ نوائے وقت، 22 دسمبر 2015ء)

سفرِ نعت

نعتیہ مجموعہ

جمشید کمبوہ

ناشر

فہد پبلشرز، اردو بازار، لاہور

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

خطہ عشق محمدؐ میں عید میلاد النبیؐ

اصل عید تو یہی ہے عید میلاد النبیؐ۔ سارے عالم اسلام میں شاید صرف پاکستان میں عید میلاد النبیؐ بڑے جوش و خروش اور ذوق و شوق سے مناتے ہیں۔ جشن اور سرگرمیاں اسی لیے تو میں پاکستان کو خطہ عشق محمدؐ کہتا ہوں۔ عشق رسولؐ تو اصل ایمان ہے۔ عشق رسولؐ کی روایت پاکستان میں نظر آتی ہے۔ اس خطے میں خطہ عشق محمدؐ میں جو نعت رسول لکھی گئی۔ وہ کہیں نہیں لکھی گئی۔ جو والہانہ پن اور درود و سلام کی کیفیتیں یہاں بکھرتی نکھرتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ کہیں نہیں ہیں۔

ہمارے زمانے کا شرف ہے کہ اسے بہت بڑے شاعر افسانہ نگار اپنے عہد کے ادبی نمائندے احمد ندیم قاسمی نے عہد حفیظ تائب کیا۔ جبکہ ہم یہ بھی کہتے تھے کہ ہم عہد ندیم میں زندہ ہیں۔ ہمارے کہنے اور ندیم صاحب کے کہنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مجدد نعت حفیظ تائب نے عشق رسولؐ کی آنچ اپنے شعروں کی آنکھوں میں رکھ دی۔ وہ غزل بھی بہت اچھی کہتے تھے مگر جب نعت لکھی تو پھر اس کے علاوہ کچھ بھی نہ لکھا۔ انھوں نے اپنی تخلیقی قوتوں کو عشق رسولؐ کی امانت سمجھا۔ میرا اعزاز ہے کہ میں نے کئی مشاعرے حفیظ تائب کے ساتھ پڑھے۔ ہر محفل نعت حفیظ تائب کی موجودگی میں ایک شاندار آسودگی سے سج جاتی تھی۔

آج عید میلاد النبیؐ کے موقع پر مجھے ان کی یاد آ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محبوب حقیقی رسول کریم ﷺ کی تعریف میں حفیظ تائب کی شاعری ایک ایسا اظہار ہے جس کا متبادل کم کم ہے۔

عید میلاد النبیؐ کے لیے بے شمار محفلیں ملک بھر میں ہوتی ہیں۔ لاہور میں خاص طور پر یہ منظر نامہ بہت نکھرتا ہے۔ دلّی دروازے سے جلوس نکلتا ہے۔ یہ دن پاکستان کے عاشقان رسولؐ کے لیے بہت اہم ہے۔ اس کے لیے منتظمین میں ریاض مصطفیٰ اس کے بعد اہم دن یوم شہادت حسینؓ ہے۔ 12 ربیع الاول کا اور دس محرم مسلمانوں کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بھی آپؐ نے دی تھی۔ امام نے اپنے نانا اور اپنے پیارے رسولؐ کے عشق میں ایسی قربانی دی

کہ جس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

حفیظ تائب کے محبوب نعت خواں اور نعت گو شاعر سرور نقشبندی کے ایم فل کے مقابلے ''نعتیہ ادب میں حفیظ تائب کی علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ'' کے لیے حفیظ تائب فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام مجید منہاس نے ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا۔ اس کی صدارت کا اعزاز مجھے ملا اور میری خوبی صرف یہ ہے کہ میں حفیظ تائب سے محبت کرتا تھا اور ان کی محبت مجھے حال تھی۔ ان کے عظیم بھائی مجید منہاس بھی اس محبت کے سفر میں میرے ہم سفر ہیں۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے حفیظ تائب کی یاد میں تڑپتے ہوئے دلوں کو آباد رکھا ہوا ہے۔

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری اس محفل کے لیے مہمان خصوصی تھے۔ وہ بہت خوبصورت مقرر ہیں انھوں نے حفیظ تائب سرور نقشبندی اور نعت رسولؐ کے حوالے سے بہت اچھی گفتگو کی۔ اس کے لیے یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور (یوایم ٹی) بھی مبارکباد کی مستحق ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سالک کی نگرانی میں یہ ایک بہترین مقالہ ہے۔ مجید منہاس نے اس محفل کا اہتمام کیا اور انھوں نے اعلان کیا کہ وہ اس مقالے کو کتابی شکل میں شائع کریں گے۔

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری نے محکمہ اوقاف کی طرف سے سیرت النبیؐ کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کے لیے ایک بہترین نمائش کا اہتمام کیا۔ میں اکثر کہتا رہتا ہوں کہ اسلامیات کا مضمون پڑھایا جائے اس کے ساتھ سیرت النبیؐ کے مطالعے کے ذوق کو عام کیا جائے۔ دنیا والوں کو پتہ چلے کہ وہ ہستی کیا تھی جس نے 23 برس کے عرصے میں زندگی کو ایک اور زندگی بنادیا۔ ایک ایسا انقلاب جو صرف کتاب وخواب کی دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ آخرت میں جنت کا وعدہ لے کر آئے تھے اور اس دوزخ بنتی ہوئی دنیا کو جنت بنانے آئے تھے اور یہ جنت انھوں نے بنا کے دکھادی۔ اب بھی یہ جنت بنائی جاسکتی ہے کہ ہم ان کی سیرت کے مطابق زندگی کی صورت بنالیں۔

سیرت النبیؐ کی کتابوں کی نمائش ایک عشق رسولؐ کے فروغ کے لیے ایک شاندار اقدام ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر طاہر رضا بخاری کو عارف سیالوی کی معاونت حاصل تھی۔ دوسرے دن جشن میلاد النبیؐ کے لیے ایک بڑے اجتماع کا اہتمام ہوا۔ صدارت کے لیے بیماری کے باوجود زیر اوقاف عطا محمد مانیکا تشریف لائے وہ میرے ساتھ گورنمنٹ کالج لاہور میں تھے۔ ان کی شخصیت کے سوز وگداز کے لیے میں ذاتی طور پر واقف ہوں۔ اس کے علاوہ دوصوبائی وزیر بھی موجود تھے۔ رانا مشہور اور

بلال یٰسین، قاری صداقت علی نے تلاوت قرآن پاک کی اور سماں باندھ دیا۔ سیّد افضل حیدر جسٹس خلیل الرحمٰن، حافظ فضل الرحیم، حافظ محمد اکبر اور مفتی رمضان سیالوی نے خطاب کیا۔ محمد طاہر عزیز نے بہت جذبے سے خوبصورت اور کمپیئرنگ کی۔ اس یادگار تقریب کے لیے ڈائریکٹر جنرل اوقاف ڈاکٹر طاہر رضا بخاری اور سیکرٹری صاحب نیر اقبال بھرپور مبارکباد کے مستحق ہیں۔

محکمہ اوقاف کی طرف سے ہر سال سیرت اور نعت کے حوالے سے بہترین کتابوں پر ایوارڈ دیا جاتا ہے۔ معروف شاعرہ شاہدہ دلاور شاہ کو ان کے خوبصورت پنجابی نعتیہ مجموعہ ''وسیلہ'' اور معروف شاعر ریاض ندیم نیازی کو اردو نعتیہ مجموعہ ''وسیلہ'' اور معروف شاعر ریاض ندیم نیازی کو اردو نعتیہ مجموعہ ''جو آقا کا نقش قدم دیکھتے ہیں'' کے لیے پہلا ایوارڈ دیا گیا۔ ریاض ندیم نیازی کو اسی کتاب کے لیے قومی سیرت ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ شاہدہ دلاور شاہ کے ''نعتیہ'' شعر......؎

بہہ کے میں روضے دی جالی دے ہیٹھاں
جو امت تے بیتی اوہ ساری سناواں
اساں تاں ہاں بیمار، بیمار سارے
تساں توں شفاواں شفاواں شفاواں

ریاض ندیم نیازی کے بھی دو شعر حاضر خدمت ہیں...... ؎

میں ذکر نبیؐ کی بہاروں میں گم ہوں
کرم ہی کرم کے نظاروں میں گم ہوں
نہ پہنچیں گے مجھ تک زمانے کے خطرے
کہ میں رحمتوں کے سہاروں میں گم ہوں

(روزنامہ نوائے وقت 25 دسمبر 2015ء)

☆......☆......☆

ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم

سہ ماہی ''مدحت'' پر ایک نظر

خجستہ بخت ہیں وہ احبابِ بصیرت جو نعت کی پروقار و دل بہار وادی ہیں اپنے دل کا سکون تلاش کرتے ہیں۔ ان کی دھڑکنوں پر نعت کی بارش ابر کرم کی طرح برستی ہے اور وہ اپنے گرد و پیش سے بے نیاز ہمہ وقت اجالوں کے اس سفر پر گامزن دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے دل کی دھڑکنوں کی طرح ان کا راہوارِ قلم عقیدتوں کی اس شاہراہ پر نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ رواں دواں دکھائی دیتا ہے۔ ایسے لوگ انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں۔ عشق نبی ﷺ کی آنچ نے انہیں ایسے سانچے میں ڈھال کر منفرد خصوصیات کے رنگوں سے سجادیا ہوتا ہے جو اعتبار و معیار کے حسن سے آراستہ و پیراستہ ہونے کی وجہ سے شاہکار حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔

نعت نگاری، اجالوں اور خوشبوؤں کی طرف سفر کا نام ہے اس سفر میں قدم قدم پر منزلیں ہیں۔ اس سفر میں قدم قدم پر نکہتیں ہیں اور اس سفر میں قدم قدم پر عظمتوں کے دیدہ زیب نقوش اپنی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

ہر دور میں نعت نگاری اپنے عروج پر رہی ہے اس سلسلے میں عاشقانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ہر دور میں اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے اور ''فروغ نعت'' کی کوششوں کو کامرانیوں سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنا تن من دھن نچھاور کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ''فروغِ نعت'' کے لیے کی جانے والی کوششیں صداقتوں کے حصول کی کوششیں ہیں۔ اس سلسلے میں تائید خداوندی کے ساتھ ساتھ جبریل امین علیہ السلام کی معاونت کی خوشبو بھی حاصل رہتی ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس سلسلۂ محبت وعقیدت کو پُرخلوص انداز کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھانے کے لیے پُر جوش دکھائی دیتے ہیں۔

سرور حسین نقشبندی اسی سلسلۂ محبت وعقیدت کے مسافر ہیں۔ ''فروغِ نعت'' کے سلسلہ میں ان کی کاوشیں جس اعتبار و معیار کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں اس پر قربان ہونے کو دھڑکنیں مچلتی ہیں ان کا کردار وعمل لائق تحسین ہے۔ نعت خوانی سے شہرت حاصل کرنے والے سرور حسین نقشبندی نے جس کامیابی کے ساتھ نعت گوئی کے ساتھ ساتھ ''فروغِ نعت'' کے سلسلے کو آگے بڑھایا ہے وہ

قابل رشک ہے۔ ان کے کردار و عمل سے محبت و عقیدت کی بھینی بھینی خوشبو بکھرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ سہ ماہی ''مدحت'' کا اجراء فروغ نعت کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ''مدحت'' نے حبس کے اس ماحول میں تازہ ہوا کے جھونکوں کا سامان فراہم کیا ہے۔ ''مدحت'' نے دلوں کو گرما دیا ہے اور اذہان کو مہکا دیا ہے۔ ''مدحت'' کا ہر شمارہ اپنے صفحات کے آنگن میں جو روشنیاں، خوشبوئیں اور اجالے بسائے ہوئے ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہر شمارہ انفرادیت کا خوشنما تاج پہنے ہوئے جلوہ گر ہوا ہے۔ ''مدحت'' نے عاشقانِ نعت کے دلوں کو سکینت کی خوشبو سے بھر دیا ہے۔

سہ ماہی ''مدحت'' کا تازہ شمارہ جو کہ شمارہ نمبر۳ اور شمارہ نمبر۴ پر مشتمل ہے۔ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ اس کی اشاعت نے ماحول کو مہکا دیا ہے۔ ''گوشۂ احمد ندیم قاسمی'' نے اس کی افادیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ اس شمارہ کی ابتدا ''اظہاریہ'' سے ہو رہی ہے ''عہد حاضر کی نعت پر احمد ندیم قاسمی کے اثرات'' اظہار کا عنوان ہے، مدیر کا حسن قلم لفظ لفظ سے عیاں ہے۔

صفحہ نمبر ۱۷ سے لے کر صفحہ نمبر ۲۶ تک ''یا حی یا قیوم'' کے عنوان پر مشتمل ''حمدیں'' اپنی روشنیاں بکھرانے میں منہمک ہیں۔ حمد باری تعالیٰ کے اس سلسلے میں جن شعرائے کرام نے اپنے فن کا جلوہ دکھایا ہے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم۔ امجد اسلام امجد۔ محمد حنیف نازش۔ غنی عاصم۔ نورین طلعت عروبہ۔ رشید آفرین۔ شوکت محمود شوکت۔ آصف ثاقب۔ سرور حسین نقشبندی۔

صفحہ نمبر ۲۹ سے لے کر صفحہ نمبر ۵۲ تک ''سلسلہ حضوری کا'' کے عنوان پر مشتمل نعتیں اپنی خوشبو بکھرانے میں مگن ہیں۔ نعت رسول مقبول ﷺ کے اس پُر وقار و مشکبار سلسلے میں جن شعرائے کرام نے اپنی عقیدتوں کی مہکار بکھرائی ہے اس کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

امجد اسلام امجد۔ اعجاز کنور راجہ۔ گلزار بخاری۔ علی اصغر عباس۔ غنی عاصم۔ حسن عسکری کاظمی۔ ڈاکٹر سیّد قاسم جلال۔ واجد امیر۔ حامد امروہی۔ آفتاب مضطر۔ خواجہ محمد عارف۔ عمران نقوی۔ ارشد شاہین۔ اشتیاق میر۔ سائل نظامی۔ طلعت سلیم۔ حمیرا راحت۔ سمیعہ ناز۔ حجاب عباسی۔ ثمینہ سیّد۔ عقیل اختر۔ اسلام اعظمی۔ آمنہ محمود اور سرور حسین نقشبندی۔

صفحہ نمبر ۵۳ سے لے کر صفحہ نمبر ۱۸۰ تک ''تحقیق و تنقید'' کا سلسلہ اپنی تمام تر خوبصورتیوں اور رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔ اس سلسلہ میں جن اہل قلم نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں

ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر شبیر احمد قادری۔ پروفیسر مجاہد احمد۔ جمشید اعظم چشتی۔ ڈاکٹر شاہد اشرف۔ ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ۔ پروفیسر ڈاکٹر قلب بشیر خاور بٹ۔ محمد ارسلان محمود۔ قمر وارثی اور سرور حسین نقشبندی۔

اس سلسلۂ محبت وعقیدت میں ''حمد ونعت کی بہاریں'' کے عنوان پر مشتمل نعتیہ کتب پر تبصرے جلوہ گر ہیں جو کہ سرور حسین نقشبندی کے قلم کا شاہکار ہیں۔ ان تبصروں کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سرور حسین نقشبندی نثری میدان میں بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اپنے راہوارِ قلم کو ڈورا سکتے ہیں۔ وہ ایک اچھے مبصر کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں، ان کے تحریر کردہ تبصرے اپنے آنگن میں جو رعنائیاں بسائے ہوئے ہیں وہ بھی نگاہوں سے مخفی نہیں ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۹۱ سے لے کر صفحہ نمبر ۲۰۶ تک ''یا حی و یا قیوم'' کے عنوان پر مشتمل منظوماتِ حمد اپنی تجلیات کی خوشبو بکھرانے میں مگن ہیں، اس سلسلہ میں جن شعرائے کرام نے اپنی عقیدتوں کے گلہائے رنگا رنگ بکھرائے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

علامہ قمر الزمان خان قمر اعظمی۔ گوہر ملیسانی۔ پیر سیّد غلام معین الدین گیلانی۔ شہزاد مجددی۔ منظر عارفی۔ غضنفر جاوید چشتی۔ ریاض ندیم نیازی۔ ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم۔ جمشید کمبوہ۔ عزیز الدین خاکی۔ پروفیسر مجاہد احمد۔ فیض رسول فیضان اور سرور حسین نقشبندی۔

صفحہ نمبر ۲۰۷ سے لے کر صفحہ نمبر ۲۳۹ تک ''سلسلہ حضوری کا'' کے عنوان پر مشتمل منظوماتِ نعت ایک خوبصورت قوسِ قزح کے دلکش رنگوں کی مانند موجود ہیں۔ اس سلسلۂ صداقت میں جن شعرائے کرام نے اپنی چاہتوں کے نذرانے پیش کیے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ابوالامتیاز ع۔س مسلم۔ ریاض حسین چودھری، محمد حنیف نازش۔ علامہ قمر الزمان قمر اعظمی۔ حلیم حاذق۔ رفیع الدین ذکی قریشی۔ گوہر ملیسانی۔ منیر قصوری۔ پیر سیّد غلام معین الحق گیلانی۔ شہزاد مجددی۔ غضنفر جاوید چشتی۔ ریاض ندیم نیازی۔ جمشید اعظم چشتی۔ عزیز الدین خاکی۔ محمد عارف قادری۔ محمد آصف قادری۔ جمشید کمبوہ۔ ابراہیم احسان۔ محمد اعجاز الدین سہروردی۔ ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم۔ ڈاکٹر خالد الیاس۔ وقاص عاجز۔ محمد ضیا محی الدین گیلانی۔ اکرم قلندری۔ جنید نسیم سیٹھی۔ فیصل طور۔ محمد نجم الدین سہروردی۔ پروفیسر مجاہد احمد۔ سلطان منیر رضوی۔ محمد قاسم کیلانی۔ محمد محسن عابدی اور سرور حسین نقشبندی۔

صفحہ نمبر ۲۴۳ سے لے کر ۳۷۸ تک ''گوشہ احمد ندیم قاسمی'' کے عنوان پر مشتمل نثر و نظم کے جلوے موجزن ہیں۔ اس سلسلے میں جناب احمد ندیم قاسمی کا حمدیہ و نعتیہ کلام ابتدائی صفحات پر اپنی عقیدتوں کی کہکشاں سجائے ہوئے موجود ہے۔ اس سلسلے کے بقیہ صفحات پر احمد ندیم قاسمی کے فن و شخصیت پر مضامین اور منظومات عقیدتوں کے جلو میں جلوہ ریز ہیں۔ جن احباب کے مضامین و منظومات شامل ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

اشفاق احمد۔ حفیظ تائب۔ حافظ لدھیانوی۔ ڈاکٹر ناہید قاسمی۔ ڈاکٹر شبیر قادری۔ ڈاکٹر شہزاد احمد۔ جمشید چشتی۔ محمد یٰسین قمر۔ خاور نقوی۔ نعمان منظور۔ جنید نسیم سیٹھی۔ احسان دانش۔ اختر حسین جعفری۔ قتیل شفائی۔ پیر فضل گجراتی۔ مظفر وارثی۔ حفیظ تائب۔ عاصی کرنالی۔ خالد احمد۔ امجد اسلام امجد۔ نجیب احمد۔ عباس تابش۔ زاہد فخری۔ جمشید چشتی۔ اجمل جنڈیالوی اور سرور حسین نقشبندی۔

صفحہ نمبر ۳۷۹ سے لے کر صفحہ ۳۸۳ تک ''نعت کالم'' کے عنوان سے دو عدد مضامین قرطاس کی زینت ہیں۔ ڈاکٹر محمد اجمیل نیازی کا مضمون ''خطہ عشق محمد ﷺ میں نعت کا دروازہ'' اور سرور حسین نقشبندی کا مضمون بعنوان ''دبئی میں جشن میلاد النبی ﷺ کی یادگار تقریب''

''مدحت'' کے آخری صفحات پر مدیر مدحت کو لکھے گئے خطوط اور انہیں موصول ہونے والی نعتیہ کتب کی فہرست اپنی رعنائیوں اور توانائیوں کے ساتھ موجود ہے۔

مجموعی طور پر سہ ماہی ''مدحت'' کا یہ شمارہ اپنے صفحات کی سطور و حروف میں نعت و مدحت کے حوالے سے جو رنگینیاں بسائے ہوئے ہے وہ معنی خیز ہونے کے ساتھ ساتھ پُر تاثیر بھی ہیں۔ اس کا حسن ترتیب اپنے آنگن میں جو ''تابش توانائی'' بسائے ہوئے ہے وہ مدیر کی لاجواب مدیرانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سرور حسین نقشبندی نے اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعمال کیا ہے۔ ان کا ذہن اور ان کی سوچ روشنائیوں سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ نعت نے ان کی سوچ کے زاویوں کو تقدس کا جو پیراہن پہنا دیا ہے وہ ان کی خوش نصیبی و خجستہ بختی کی دلیل ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت جناب سرور حسین نقشبندی کے اس متبرک سلسلے کو ہمیشہ برکات کی کہکشاؤں سے سجائے رکھے اور ان کے قلم کو اتنی طاقت عطا کرے کہ وہ ''مدحت'' کے اس خوشنما و دلکشا و دلربا راستے پر اپنی برق رفتاری کے ساتھ ہمیشہ رواں دواں رہے۔ آمین

☆......☆......☆

رپورٹ: مجیب الرحمٰن راجپوت

''جو آقا ﷺ کا نقش قدم دیکھتے ہیں''

بلوچستان کے شہر سبی سے تعلق رکھنے والے ملک کے معروف شاعر و ادیب، صحافی اور نعت نگار ریاض ندیم نیازی کے تازہ نعتیہ مجموعے ''جو آقاؐ کا نقش قدم دیکھتے ہیں'' کو قومی سیرت ایوارڈ ملنے پر ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر میر محمد انور کھتران نے سرکٹ ہاؤس میں ایک تقریب پذیرائی کا اہتمام کیا۔ ڈپٹی کمشنر سبی نور الحق خان کاکڑ مہمانِ خصوصی تھے۔ تلاوت کی سعادت الحاج صاحبزادہ صوفی سلیمان نقشبندی نے کی جبکہ عبدالرؤف چشتی، سید منور علی شاہ کاظمی اور ریاض احمد قادری نے کتاب جو آقاؐ کا نقش قدم دیکھتے ہیں سے ریاض ندیم نیازی کا نعتیہ کلام خوش الحانی کے ساتھ پیش کر کے تقریب کی رونق کو دوبالا کیا۔ تقریب میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج راشد محمود، ایڈیشنل سیشن جج یوسف خان کاکڑ، عنایت اللہ خان کاکڑ، چیئرمین ضلع کونسل ملک قائم الدین دیپال، ایکسئن واپڈا آپریشن سبی ڈویژن انجینئر عبدالستار لاشاری، ضلعی آفیسران ایگزیکٹو انجینئر پبلک ہیلتھ میر عبدالحمید مری، ایگزیکٹو انجینئر اریگیشن میر اکبر کھوسہ، اے ایس پی ملک شمائل ریاض، ڈپٹی ڈی پی او سید گلزار شاہ کاظمی، راجہ افتخار الزماں کیانی، چیف آفیسر بلدیہ محمد خان سیلاچی، بہبود آبادی کے آفیسر حاجی یونس خان نیازی، پریس کلب کے جنرل سیکرٹری ملک اکرم بنگلزی سابق صدر میر سلیم گشکوری، میاں محمد یوسف، انجینئر رقیب الرحمٰن راجپوت، مجیب الرحمٰن راجپوت، احمدان راجپوت، برکت علی جواد، وقاص نیازی، قبائلی معتبرین سردار محمد خان خجک، میر اصغر مری ایڈووکیٹ، میر اسلم گشکوری، زاہد مشرف، غضنفر علی ابڑو، ظفر علی ابڑو، عبداللہ خجک و دیگر نے شرکت کی۔ مقررین نے کہا کہ ریاض ندیم نیازی ہمارے ملک کے ان قابل ذکر شعرا میں سے ہیں جنھوں نے بہت کم عرصے میں ملک کی اہم ادبی شخصیات سے اپنی ادبی خدمات کے حوالے سے تحسین وستائش حاصل کی ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ وہ زمانہ طالب علمی سے شعر کہہ رہے ہیں۔ بچپن سے انہیں نعت پڑھنے کے شوق نے ایک اعلیٰ نعت نگار بنا دیا۔

ڈپٹی کمشنر نور الحق خان کاکڑ نے کہا کہ ریاض ندیم نیازی کو ان کی کم عمری سے جانتا ہوں۔ اُن کے شعر کہنے کا شوق انھیں بہت دور تک لایا۔ آج الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ان کی محنت کو قبول کرتے ہوئے ایوانِ صدر تک پہنچایا۔ ہم وہاں جانے کا صرف سوچ سکتے ہیں مگر یہ نوجوان ایوانِ صدر سے

قومی سیرت ایوارڈ اور دیگر اعزازات کے ساتھ لوٹا ہے جو ہم سب کے لیے فخر کی بات ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے اعزاز میں پہلی تقریب ہمیں کرنی چاہیے تھی لیکن ڈی پی او صاحب ہم سے نمبر لے گئے۔ ڈی پی او محمد انور کھتران نے کہا کہ ریاض ندیم نیازی کو میں بطور صحافی کے جانتا تھا۔ لیکن سبی میں دورانِ ملازمت مجھے معلوم ہوا کہ وہ شاعری بھی کرتے ہیں اور نعت گو ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خوش الحان نعت خواں بھی ہیں۔ میں اکثر محافل اور تقاریب میں ان کی نعت سنتا رہتا ہوں۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ ان کی کتاب ''جو آقاؐ کا نقش قدم دیکھتے ہیں'' کو قومی سیرت ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان کی ہر سطح پر حوصلہ افزائی ہونی چاہیے اس نوجوان نے نعت کے حوالے سے یہ اعزاز حاصل کر کے بلوچستان اور سبی کے لوگوں کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ پریس کلب کے تاحیات چیئرمین الحاج میر محمد جان مری نے کہا کہ ریاض ندیم نیازی کو یہ اعزاز اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کی حمد و ثنا کے صلے میں ملا ہے جو ہم سب کے لیے باعث فخر ہے۔ مقررین نے کہا کہ ریاض ندیم نیازی کا تازہ نعتیہ مجموعہ ''جو آقاؐ کا نقش قدم دیکھتے ہیں'' کے اشعار سلیس، فصیح و بلیغ، مترنم اور شعریت وغنایت سے پُر ہیں۔ ان کے دیگر شعری مجموعوں کے لیے جہاں ملک کے نامور شعرا نے اپنے خیالات کا اظہار اپنے مضامین میں کیا ہے وہاں اس نعتیہ مجموعے کے لیے ممتاز اہل قلم ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر پیرزادہ قاسم، امجد اسلام امجد، ناصر زیدی، ڈاکٹر قاسم جلال، ڈاکٹر اختر ہاشمی اور بالخصوص خالد شریف نے اپنی رائے دی ہے۔ جبکہ کتاب کی اشاعت کے بعد ملک کے معروف ادیب رضا الحق صدیقی اور ممتاز شاعر حافظ نور احمد قادری (اسلام آباد) سے خوبصورت مضامین تحریر کیے ہیں جبکہ اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو نے اپنے لیٹر میں ''جو آقاؐ کا نقش قدم دیکھتے ہیں'' کو سیرت ایوارڈ ملنے پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ریاض ندیم نیازی کو ہدیۂ تبریک پیش کیا ہے۔ مقررین نے کہا کہ انھوں نے غزل ونظم کے میدان میں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھا کر اپنے ہم عصر شعرا میں ایک خاص مقام بنالیا ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ نعت گوئی کی طرف ان کی والہانہ رغبت اور دلچسپی عروج پر ہے۔ ریاض ندیم نیازی کا نعت گوئی کی طرف یہ غیر معمولی انہماک اس بات کا ثبوت ہے کہ قدرت نے انہیں اس کام کے لیے منتخب کرلیا ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد، خدائے بخشندہ

ریاض ندیم نیازی کی اس سے قبل نعتیہ شاعری کی تین کتابیں ''خوشبو تری جوئے کرم''، ''ہوئے جو حاضر درِ نبیؐ پر'' اور ''بحرِ تجلیات'' منظر عام پر آ کر عوام و خواص سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ یہ اُن کا چوتھا نعتیہ شعری مجموعہ ہے جس پر انھیں قومی سیرت ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ریاض ندیم نیازی کے اس شعری مجموعے ''جو آقاؐ کا نقش قدم دیکھتے ہیں'' میں جہاں حضور اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت اپنے جوبن پر نظر آتی ہے وہاں اُن کی سیرت پاک کے نمایاں پہلوؤں کو بھی قلبی اخلاص کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ آج کے دور میں ہمیں ایسی ایمان افروز کتب انتہائی ضرورت ہے جن سے نہ صرف ہمارے جذبہ حب رسول میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ہمارے اندر وہ دینی شعور بھی پیدا ہوتا ہے جس سے ہم محروم ہیں آخر میں ریاض ندیم نیازی نے کہا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی، محبوب دو عالم ﷺ کی نظر عنایت پنجتن پاک کا کرم اور والدین کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ انھوں نے خوبصورت تقریب کے انعقاد پر ڈی پی او انور کھیتران کا بالخصوص اور ڈپٹی کمشنر و جج صاحبان سمیت تمام افسران قبائلی معتبرین صحافی برادری، اور دوست احباب کا شکریہ ادا کیا کہ جنھوں نے اس تقریب میں شرکت کی۔ انھوں نے ایک نعت ترنم سے پیش کی جبکہ چند نعتیں کتاب میں سے تحت اللفظ پیش کیں جن میں سے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

پوچھنا اعزاز کیا اُس کی تقدیر کا
ہے بھکاری جو نبیؐ کے عشق کی جاگیر کا
خواب میں دیکھا ہے میں نے روضۂ پُر نور کو
دل بہت ہے منتظر اس خواب کی تعبیر کا
قتل و غارت سے کوئی نسبت نہیں اُس کو ندیم
امن ہی پیغام ہے اسلام کی شمشیر کا
پوچھتے ہو کیا ہم سے مدح شہؐ میں کیا پایا
دولتِ سکوں پائی، عشق مصطفیٰ پایا
اشک آ گئے میری سوگوار آنکھوں میں

جب کبھی تجھے دل میں یادِ کربلا پایا

☆☆☆☆

کبھی مضطرب نہ ہوتا نہ میں اشکبار ہوتا
میں اگر مدینے جاتا تو مجھے قرار ہوتا
میں ندیم ناز کرتا اسی بختِ نارسا پر
جو میرا مدینے جانا یونہی بار بار ہوتا

☆☆☆☆

جو آقاؐ کا نقش قدیم دیکھتے ہیں
کہاں پھر وہ جاہ و حشم دیکھتے ہیں
مدینے میں رہتی ہیں آنکھیں ہماری
مدینے کو ہم دم بہ دم دیکھتے ہیں
جنھیں عشق سرکارؐ سے ہوگیا ہے
زمانے کی جانب وہ کم دیکھتے ہیں

☆☆☆☆

میری کشتی کو کنارا چاہیے
میں ہوں سبی میں مدینہ چاہیے
میں ہوں سلطانِ دو عالمؐ کا گدا
اُنؐ کی رحمت کے سوا کیا چاہیے

☆......☆......☆

رپورٹ: سمیعہ نازؔ
(لیڈز، انگلینڈ، یوکے)

یارکشائر ادبی فورم برطانیہ

کا مدیر مدحت کے اعزاز میں ''نعتیہ مشاعرہ''

برطانیہ میں سرور حسین نقشبندی صاحب کی آمد پر بریڈفورڈ میں یارکشائر ادبی فورم کی جانب سے ایک اسپیشل نعتیہ مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا۔جس میں برطانیہ کے مختلف شہروں سے شعراء نے شرکت کی اس نعتیہ مشاعرہ کی نظامت اشتیاق میر اور سمیعہ نازؔ (راقمہ) نے کی۔اور اس نعتیہ مشاعرے کی صدارت مشہور و معروف شاعر جناب مختار الدین احمد صاحب نے کی۔ سرور حسین نقشبندی صاحب کا مکمل تعارف (راقمہ) نے پیش کیا اور ان کو سٹیج پر متمکن ہونے کی دعوت دی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآنِ پاک سے ہوا۔سب شعرا نے اپنا اپنا نعتیہ کلام سنایا اور سب لوگوں نے تمام شعراء کو بہت داد دی۔

اشتیاق میر صاحب نے پھول پیش کرنے کے لیے (راقمہ) اور ''یارکشائر ادبی فورم'' کی وائس چیئر تسنیم حسن کو سٹیج پر بلایا اور یوں تسنیم حسن اور (راقمہ) نے سرور حسین صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کو پھول پیش کیے۔اس کے بعد اشتیاق میر صاحب نے ڈاکٹر مختار الدین صاحب سے گذارش کی کہ وہ سرور حسین صاحب کو یارکشائر ادبی فورم کی اعزازی شیلڈ پیش کریں۔جس پر ڈاکٹر مختار الدین صاحب نے اپنے دست شفقت سے سرور صاحب کو یارکشائر ادبی فورم کی اعزازی شیلڈ پیش کی۔اور اس کے بعد ان کو نعتیہ کلام پیش کرنے کے لیے دعوت دی گئی۔سرور حسین نقشبندی صاحب نے اپنے لکھے ہوئے حمدیہ کلام سے آغاز کیا۔

حمد پیرا ہے مری اشک فشانی مولیٰ
کھول دے مجھ پہ درِ حرف و معانی مولیٰ

اور اپنے خوبصورت نعتیہ کلاموں سے بھی نوازا۔انہوں نے اپنا مقبول عام نعتیہ کلام بھی سب

کی نذر کیا۔

حدود طائر سدرہ حضور جانتے ہیں
کہاں ہے عرشِ معلیٰ حضور جانتے ہیں

تمام حاضرین وسامعین نے نعتیں سن کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور بے حد لطف وسرور محسوس کیا گیا۔مشاعرے کے اختتام پر سرور حسین صاحب کے ساتھ گروپ فوٹوز بھی یادگار کے طور پر لیے گئے۔انہوں نے اپنا نعتیہ جریدہ ''مدحت'' بھی سب شعرا کو پیش کیا۔

وہاں سے پروگرام کے اختتام کے بعد'' یارکشائر ادبی فورم'' کے تمام ممبران ،سرور حسین صاحب کے ساتھ بریڈفورڈ کے بہترین ریسٹورنٹ ''زویا'' میں گئے ۔جہاں سب نے مل کر طعام بھی کیااور مزید مشاعرے کی ایک خوبصورت سی نشست ہوئی۔جس میں ''یارکشائر ادبی فورم'' کے ممبران ،سمیعہ نازؔ (راقمہ) نے اپنی نعت سنائی،غزل انصاری اور اشتیاق میر نے اپنے کلام سے بھی نوازا اور آخر میں سرور حسین صاحب سے گذارش کی گئی کے مزید کلاموں سے بھی نوازیں ۔

سرور حسین صاحب نے جس وقت وہاں اپنا نعتیہ کلام سنانا شروع کیا تو ''زویا'' ریسٹورنٹ کے تمام ورکرز نے اجازت طلب کی کہ وہ بھی سرور حسین صاحب سے ملنا اور سننا چاہتے ہیں۔بڑی محبت کے ساتھ انہوں نے سرور حسین صاحب کے کلام کو سنا اور بہت لطف اندوز ہوئے اورڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

رپورٹ: سمیعہ ناز
(لیڈز، انگلینڈ، یوکے)

نور ٹی وی کا خصوصی ادبی ''نعتیہ مشاعرہ''

نور ٹی وی برمنگھم یوکے سے ایک خصوصی نعتیہ ادبی مشاعرہ کا انتظام کیا گیا جس کی میزبانی اور ترتیب کے فرائض سمیعہ نازؔ (راقمہ) نے انجام دیئے۔اس نعتیہ مشاعرے نے نور ٹی وی کی ایک تاریخ رقم کی۔(راقمہ) نے پہلی بار نور ٹی وی پر اس نعتیہ مشاعرے کو شروع کروا کے ایک نئی روایت ڈالی۔اور جس کے مہمان خصوصی محترم سرور حسین نقشبندی صاحب تھے۔اس کی صدارت محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے انجام دی۔نور ٹی وی کی تاریخ میں پہلی بار پیش کیے جانے والے اس پر وقار نعتیہ ادبی مشاعرے میں شامل ہونے والے شعرائے کرام یوکے کے متعدد شہروں سے تشریف لے کر آئے۔پروگرام کا دورانیہ دو گھنٹے کا تھا۔

پروگرام کے آغاز میں (راقمہ) نے سب مہمانوں کا مختصر تعارف پیش کیا اور صاحب صدر کی اجازت سے اپنا لکھا ہوا نعتیہ کلام سب ناظرین اور سامعین کی نذر کیا۔

خوشا قسمت قلم کو ہے اجازت میرے آقا ﷺ کی
ثنائے مصطفےٰ ﷺ لکھے عنایت میرے آقا ﷺ کی

اس کے بعد برمنگھم کے ایک معروف شاعر نعیم حیدر کو دعوت کلام دی۔نعیم حیدر نے اپنی ایک نعت تحت للفظ میں سب کی سماعتوں کی نظر کی اور ایک نعت خوبصورت ترنم کے ساتھ پڑھ کر سب کو محظوظ کیا۔ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے (راقمہ) نے اپنے اگلے مہمان معروف شاعر ڈاکٹر قیصر زیدی کو دعوت کلام دی جو بہت دور کے شہر (شیفلڈ) سے تشریف لائے تھے۔انہوں نے اپنا نعتیہ کلام سنانا شروع کیا اور جیسے سماں باندھ دیا۔بہت ہی پرجوش لب و لہجے کے شاعر ہیں خوبصورت نعتیہ کلام سب کی نذر کیے۔اور بہت دعائیں سمیٹیں ماشاءاللہ۔

اس دوران میں کمرشل بریک کا وقت بھی ہو گیا۔پروگرام کے وقفے کے دوران سرور حسین نقشبندی صاحب سے ان کی کچھ نعتوں پر بات چیت ہوتی رہی۔اور یوں پروگرام کی کمرشل بریک

ختم ہوئی اور نعتیہ مشاعرہ دوبارہ شروع کیا گیا۔

معروف شاعرہ و افسانہ نگار محترمہ طلعت سلیم صاحبہ، جن کو ملکہ الزبتھ آف یوکے نے ان کی لٹریری خدمات پر (ایم۔بی۔ای) کے ایوارڈ سے نواز رکھا ہے۔ ہمارے ساتھ پروگرام میں تشریف فرما تھیں۔(راقمہ) نے ان کو دعوت کلام دی۔انہوں نے اپنے نعتیہ مجموعہ کلام (یا نبی، یا نبی، یا نبی ﷺ) سے دو کلام تمام ناظرین اور سامعین کی نذر کیے۔ان کے کلام سے سب لطف اندوز ہوئے۔

طلعت سلیم صاحبہ کا شکریہ ادا کر کے (راقمہ) نے اپنے مہمان خصوصی سرور حسین نقشبندی صاحب کو دعوت کلام دیتے ہوئے ان کا مزید مختصر تعارف اور ان کی ہی لکھی ہوئی ایک نعت کو تمام ناظرین و سامعین کی نذر کیا۔اور اس پروگرام میں تشریف لا کر رونق بخشنے پر ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔سرور حسین نقشبندی صاحب نے اپنا ایک خوبصورت حمدیہ کلام تحت اللفظ میں تمام ناظرین اور سامعین کی نذر کیا۔

آغاز و اختتام، ترے ہی سپرد ہیں
میرے ہیں جتنے کام، ترے ہی سپرد ہیں

خالد احمد کی زمین میں لکھا ہوا اپنا نعتیہ کلام بھی سب کی نذر کیا۔

تضمین بر مصرعۂ خالد احمد

لاؤں کہاں سے تابِ ثنائے شہِ امم
حد سے بڑھی ہوئی ہو نہ توقیر میں ہو کم
بے خود مرا خیال ہے، لرزاں مرا قلم
اُڑنے لگا ابھی سے ہی رنگِ سخن تمام
کس رخ کروں قصیدۂ شاہِ زمن تمام

(راقمہ) کی فرمائش پر سرور حسین صاحب نے مرزا غالب کی زمین میں کہی ہوئی اپنی نعت سب کے گوش گذار کر کے بہت دعائیں اور داد سمیٹی۔

کچھ بھی نہ رہا اوج ثریا مرے آگے
ہر آن ہے وہ نقش کفِ پا آگے

اس کے علاوہ انہوں نے ایک اور خوبصورت نعت بھی سب کی نذر کی جس سے تمام ناظرین

اور سامعین بہت لطف اندوز ہوئے۔

پلکوں پہ ستارے سے چمکتے رہے تا دیر
لب ان کی ثنا کرکے مہکتے رہے تا دیر

آخر میں انہوں کچھ کلام خوش الحانی سے بھی پیش کیے جن میں سرفہرست ان کا مشہور کلام بھی شامل تھا۔جس کو سننے کے لیے سب نے بطور خاص فرمائش بھی کی۔

حدودِ طائر سدرہ حضور جانتے ہیں
کہاں ہے عرش معلیٰ جانتے ہیں

سرور حسین صاحب نے اپنا کلام ختم کرکے سب کا شکریہ ادا کیا۔جن میں خصوصی طور پر نور ٹی وی، انتظامیہ اور پریزنٹر سمیعہ ناز (راقمہ) اور باقی تمام پروگرام میں شرکت کرنے والے شعرا کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

سرور حسین صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے (راقمہ) نے اس نعتیہ ادبی مشاعرے کے صدر محترم ڈاکٹر مختارالدین صاحب کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے ناظرین اور سامعین کو بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کا شمار استاد شعرا میں ہوتا ہے وہ معروف سینئر شاعر ہیں اور بہت اعزاز کی بات ہے کہ وہ آج اس نعتیہ مشاعرے میں موجود ہیں۔ بہت عمدہ حمدیہ اور نعتیہ رباعیات لکھتے ہیں۔یہ کہہ کر (راقمہ) نے ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ وہ اس خوبصورت بزم میں تشریف لائے ان کو دعوت کلام دی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی حمدیہ رباعیات اور پھر نعتیہ رباعیات سے تمام ناظرین اور سامعین کو مستفید کیا۔جنہیں سن کر سب کو بہت لطف و سرور عطا ہوا۔اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بہت خوبصورت نعتیں بھی سب کے گوش گذار کیں۔

پروگرام کا وقت بھی ختم ہو چلا تھا۔ یوں (راقمہ) نے اپنے تمام مہمان شعرا کا شکریہ ادا کیا کہ سب نے اس نعتیہ مشاعرے میں شرکت فرمائی اور اس کو کامیاب بنایا۔آخر میں تمام سامعین و ناظرین کا شکریہ ادا کیا سب سے دعا کی درخواست کے ساتھ اس نعتیہ مشاعرے کا اختتام ہو گیا۔

پروگرام کے اختتام کے بعد سرور حسین صاحب نے سب کے ساتھ بات چیت کی اور تمام شعرا کو اپنا خوبصورت نعتیہ جریدہ ''مدحت'' بھی پیش کیا۔جس کو سب نے بصد شکریہ قبول کیا اور سرور حسین صاحب کے لیے ان کے تمام نعت کے کاموں میں مزید برکت کے لیے دعا کی۔

محمد عمر نقشبندی
نعت فورم، لاہور

رند کی توبہ

(فیس بک کی ایک پوسٹ)

اجمیر میں نعتیہ مشاعرہ تھا، فہرست بنانے والوں کے سامنے یہ مشکل تھی کہ جگر صاحب کو اس مشاعرے میں کیسے بلایا جائے، وہ کھلے رند تھے اور نعتیہ مشاعرے میں ان کی شرکت ممکن نہیں تھی۔ اگر فہرست میں ان کا نام نہ رکھا جائے تو پھر مشاعرہ ہی کیا ہوا۔ منتظمین کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ ان کے حق میں تھے اور کچھ خلاف۔

دراصل جگر کا معاملہ تھا ہی بڑا اختلافی۔ بڑے بڑے شیوخ اور عارف باللہ اس کی شراب نوشی کے باوجود ان سے محبت کرتے تھے۔ انہیں گناہ گار سمجھتے تھے لیکن لائق اصلاح۔ شریعت کے سختی سے پابند مولوی حضرات بھی ان سے نفرت کرنے کے بجائے افسوس کرتے تھے کہ ہائے کیسا اچھا آدمی کس برائی کا شکار ہے۔ عوام کے لیے وہ ایک اچھے شاعر تھے لیکن تھے شرابی۔ تمام رعایتوں کے باوجود مولوی حضرات بھی اور شاید عوام بھی یہ اجازت نہیں دے سکتے تھے کہ وہ نعتیہ مشاعرے میں شریک ہوں۔ آخر کار بہت کچھ سوچنے کے بعد منتظمین مشاعرہ نے فیصلہ کیا کہ جگر کو مدعو کیا جانا چاہیے۔ یہ اتنا جرأت مندانہ فیصلہ تھا کہ جگر کی عظمت کا اس سے بڑا اعتراف نہیں ہو سکتا تھا۔ جگر کو مدعو کیا گیا تو وہ سر سے پاؤں تک کانپ گئے۔ ''میں رند، سیہ کار، بدبخت اور نعتیہ مشاعرہ! نہیں صاحب نہیں۔''

اب منتظمین کے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ جگر صاحب کو تیار کیسے کیا جائے۔ ان کی تو آنکھوں سے آنسو اور ہونٹوں سے انکار رواں تھا۔ نعتیہ شاعر حمید صدیقی نے انہیں آمادہ کرنا چاہا، ان کے مربی نواب علی حسن طاہر نے کوشش کی لیکن وہ کسی صورت تیار نہیں ہوتے تھے، بالآخر اصغر گونڈوی نے حکم دیا اور وہ چپ ہو گئے۔

سرہانے بوتل رکھی تھی، اسے کہیں چھپا دیا، دوستوں سے کہہ دیا کہ کوئی ان کے سامنے شراب کا نام تک نہ لے۔ دل پر کوئی حس جر سے لکیر سی کھینچتا تھا، وہ بے ساختہ شراب کی طرف دوڑتے تھے مگر پھر رک جاتے تھے، شیرازن سے ہمارا رشتۂ فراق کا ہے لیکن شراب سے تو نہیں لیکن مجھے نعت لکھنی ہے، شراب کا ایک قطرہ بھی حلق سے اترا تو کس زبان سے اپنے آقا کی مدح لکھوں گا۔ یہ موقع ملا ہے تو مجھے اسے کھونا نہیں چاہیے، شاید یہ میری بخشش کا آغاز ہو۔ شاید اسی بہانے میری اصلاح ہوجائے، شاید مجھ پر اس کملی والے کا کرم ہوجائے، شاید خدا کو مجھ پر ترس آجائے۔

ایک دن گزرا، دو دن گزر گئے، وہ سخت اذیت میں تھے۔ نعت کے مضمون سوچتے تھے اور غزل کہنے لگتے تھے، سوچتے رہے، لکھتے رہے، کاٹتے رہے، لکھے ہوئے کو کاٹ کاٹ کر تھکتے رہے، آخر ایک دن نعت کا مطلع ہوگیا۔ پھر ایک شعر ہوا، پھر تو جیسے بارش انوار ہوگئی۔ نعت مکمل ہوئی تو انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

مشاعرے کے لیے اس طرح روانہ ہوئے جیسے حج کو جارہے ہوں• کونین کی دولت ان کے پاس ہو۔ جیسے آج انہیں شہرت کی سدرۃ المنتہٰی تک پہنچنا ہو۔ انہوں نے کئی دن سے شراب نہیں پی تھی، لیکن حلق خشک نہیں تھا۔ ادھر تو یہ حال تھا دوسری طرف مشاعرہ گاہ کے باہر اور شہر کے چوراہوں پر احتجاجی پوسٹر لگ گئے تھے کہ ایک شرابی سے نعت کیوں پڑھوائی جارہی ہے۔ لوگ بپھرے ہوئے تھے۔ اندیشہ تھا کہ جگر صاحب کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے یہ خطرہ بھی تھا کہ لوگ اسٹیشن پر جمع ہوکر نعرے بازی نہ کریں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے منتظمین نے جگر کی آمد کو خفیہ رکھا تھا۔ وہ کئی دن پہلے اجمیر پہنچ چکے تھے جب کہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ مشاعرے والے دن آئیں گے۔ جگر اپنے خلاف ہونے والی ان کارروائیوں کو خود دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔

کہاں پھر یہ مستی کہاں ایسی ہستی
جگر کی جگر تک ہی مے خواریاں ہیں

آخر مشاعرے کی رات آگئی۔ جگر کو بڑی حفاظت کے ساتھ مشاعرے میں پہنچا دیا گیا۔

''رئیس المتغز لین حضرت جگر مرادآبادی!''

اس اعلان کے ساتھ ہی ایک شور بلند ہوا، جگر نے بڑے تحمل کے ساتھ مجمع کی طرف

دیکھا......''آپ لوگ مجھے ہوٹ کر رہے ہیں یا نعت رسول پاک کو، جس کے پڑھنے کی سعادت مجھے ملنے والی ہے اور آپ سننے کی سعادت سے محروم ہونا چاہتے ہیں۔'' شور کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ بس یہی وہ وقفہ تھا جب جگر کے ٹوٹے ہوئے دل سے یہ صدا نکلی ہے

اک رند ہے اور مدحتِ سلطان مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطان مدینہ

جو جہاں تھا ساکت ہوگیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی زبان سے شعر ادا ہو رہا ہے اور قبولیت کا پروانہ عطا ہو رہا ہے۔ نعت کیا تھی گناہ گار کے دل سے نکلی ہوئی آہ تھی، خواہش پناہ تھی، آنسوؤں کی سبیل تھی، بخشش کا خزینہ تھی۔ وہ خود رو رہے تھے اور سب کو رلا رہے تھے، دل نرم ہوگئے، اختلاف ختم ہوگئے، رحمت عالم کا قصیدہ تھا، بھلا غصے کی کھیتی کیونکر ہری رہتی۔ ''یہ نعت اس شخص نے کہی نہیں ہے، اس سے کہلوائی گئی ہے۔'' مشاعرے کے بعد سب کی زبان پر یہی بات تھی۔ اس نعت کے باقی اشعار یوں ہیں:

دامان نظر تنگ و فراوانی جلوہ — اے طلعتِ حق طلعت سلطانِ مدینہ
اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق — تو خلد ہے تو جنتِ سلطان مدینہ
اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت — دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ
اک ننگِ غم عشق بھی ہے منتظرِ دید — صدقے ترے اے صورتِ سلطان مدینہ
کونین کا غ یادِ خدا ور شفاعت — دولت ہے یہی دولتِ سلطان مدینہ
ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم — شاہوں سے سوا سطوتِ سلطان مدینہ
اس امت عاصی سے نہ منہ پھیر خدایا — نازک ہے بہت غیرتِ سلطان مدینہ
کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے — کافی ہے بس اک نسبت سلطانِ مدینہ

☆......☆......☆

مدحت نامے

محترم سرور حسین نقشبندی صاحب
السلام علیکم
برادرِ مکرم!

''مدحت'' اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ یہ شمارہ (نمبر۴ جون تا اگست ۲۰۱۵ء) ہے۔ صفحہ ۳۸٦ ''مدحت نامے'' زیرِ نظر ہیں۔ محترم محمد شہزاد مجددی کا تنقیدی و تحقیقی مراسلہ لائق مطالعہ ہے۔ فاضل تبصرہ نگار نے ''مدحت'' کے شمارہ (نمبر۲) میں شائع شدہ میرے دو تحقیقی مضامین پر تفصیلاً اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ میں ان کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اس ناچیز کی تحریر کو اتنی اہمیت سے نوازا۔

جہاں تک سیّد علی ہجویری کی طرف منسوب رسالے ''کشف الاسرار'' سے استفادہ کرنے کا تعلق ہے تو عرض ہے کہ جو کلام حضرت داتا صاحبؒ سے نسبت کے باعث میں نے نقل کیا ہے، اس کے ایک سے زیادہ مآخذات میرے زیرِ نظر تھے۔ جن میں ''کشف المحجوب'' کا قدیم ترین فارسی نسخہ بھی شامل ہے جو پنجاب یونیورسٹی کی ''مین لائبریری'' میں موجود ہے۔ اس قدیم نسخے کو معتبر اور مستند سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اس میں ''کشف الاسراء'' کا ذکر نہیں۔ لیکن جو کلام میں نے نقل کیا ہے وہ راتا صاحبؒ کے نام ہی سے منسوب ہے۔ اس میں ''دل گردے'' والی کیا بات ہے؟ رہا معاملہ ''دیوانِ خواجہ معین الدین چشتیؒ'' کا...... تو اس سلسلے میں یہی عرض کروں گا کہ ''شاعر دُزد'' کا لقب مجھ سے پہلے حافظ محمود شیرانی کو ملنا چاہیے جنھوں نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کی شاعری کے اتنے ٹھوس، مستند اور ناقابل تردید ثبوت بدلنے کے باوجود ان کا دیوان مولانا معین الدین ھروی کے نام لگانے کی کوشش کی۔

دراصل ہمارے ہاں تحقیق کا معیار اسی لیے بہتر نہیں ہو پایا کہ ہمارے لوگ شخصیت پرستی کے خول میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہ بات تو سب پر عیاں ہے کہ عقیدت کی مثال ایک ایسے کمرے جیسی ہے جس کی کسی دیوار میں کوئی در، کوئی روزن نہیں ہوتا اور عقیدت مند اسی کال کوٹھڑی میں نہایت اطمینان کے ساتھ ساری زندگی گزار دیتا ہے۔ جبکہ تحقیق کا شعبہ ایک گھنے جنگل کی طرح ہے جس کے دوسرے سرے پر آج تک کوئی تحقیق نگار نہ پہنچ سکا ہے نہ پہنچ پائے گا۔ یورپ اور امریکہ

میں تحقیق کا میدان ہر ایک کے لیے کھلا ہے۔ وہاں ایک بندہ اپنی ساری عمر جس تحقیق پر صرف کرتا ہے، بعد میں آنے والے اس کے کام کو لے کر آگے چلتے ہیں اور یہ سلسلہ کئی نسلوں کی تحقیقی سرگرمیوں پر محیط ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں مولانا شبلی نعمانی، حافظ محمود شیرانی اور دیگر معتبر تحقیق نگاروں کو اور ان کے کام کو حرفِ آخر سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر میرے ایسا کوئی سرپھرا ان محترم شخصیات کے کام میں سقم، نقص یا کمی محسوس کر کے ان کی تردید کرتا ہے تو اسے ''واجب القتل'' قرار دے دیا جاتا ہے۔ جبکہ تحقیق میں کسی کے مضمون یا مقالے کو آسمانی صحیفہ سمجھ کر سرِ تسلیم خم کر دینا جائز نہیں۔

''دیوانِ خواجہ معین الدین چشتیؒ'' پر میں نے جو تحقیقی مضمون لکھا ہے وہ عقیدت یا جذبات کی رو میں نہیں لکھا۔ اس کے لیے میں نے کتب خانوں کی خاک پھانکی ہے، کرم خوردہ کتابوں کا بنظر عمیق مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ لکھا ہے دلائل اور حوالوں کی روشنی میں لکھا ہے۔

میرے متذکرہ مضمون پر شیرانی صاحب کے پوتے جنابِ مظہر محمود شیرانی نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''جمشید چشتی کے اس مضمون سے ''دیوانِ خواجہ معین الدینؒ'' پر تحقیق اور بحث کا نیا راستہ روشن ہوا ہے۔ اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔''

محترم شہزاد مجددی سے میری درخواست ہے کہ وہ عقیدت اور شخصیت پرستی کی عینک اتار کر میرے مضمون کا بارِ دگر مطالعہ فرمائیں!

دعا گو
جمشید اعظم چشتی (صدر شعبۂ فارسی)
گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

محترم سرور حسین نقشبندی صاحب
السلام علیکم

آپ کی ذاتِ سرورِ کائنات ﷺ کے ساتھ نسبت و مودّت کے متعدد روشن پہلو آپ کی نعتوں سے عیاں ہیں۔ ''مدحت'' کا اجراء بھی آپ کی ذاتِ والا صفات ﷺ سے عقیدت کے ایک اور

زاویے کا ترجمان ہے، اس رسالہ کو نعتیہ ادب میں بین الاقوامی مقبولیت حاصل ہے، جسے آپ اپنی نفاستِ طبع، لطافت جمال اور ذوقِ فراواں کے مطابق ترتیب دیتے ہیں، کسی رسالے کی اہمیت کا تعین اس کا حلقہ قارئین اور اُن کی آراء کی ترسیل وفراہمی سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ آپ اس ذیل میں بھی لائق صد تحسین ہیں۔

''مدحت'' کی خاص اشاعتوں اور ہر شمارے میں خصوصی گوشوں کی پیشکش بھی اس کے وقار میں اضافے کی اہم وجہ ہے۔ میرے پیش نظر دوسری جلد کا تیسرا اور چوتھا مشترکہ شمارہ ہے، یہ شمارہ بھی پوری تابناکی کے ساتھ منصۂ شہود پر آیا ہے۔ ۴۰۸ صفحات کو محیط اس شمارے کی اہم بات گوشہ احمد ندیم قاسمی ہے۔ یہ گوشہ مرحوم کے صد سالہ یومِ ولادت کے سلسلے میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اشفاق احمد، حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی، ڈاکٹر ناہید قاسمی، ڈاکٹر شہزاد احمد، جمشید اعظم چشتی اور دیگر اہل قلم کی نثری تحریروں کی موجودگی نے اس شمارے کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ منظوم خراجِ عقیدت کے حصہ بھی بہت شان دار ہے۔ ہدیہ تبریک قبول فرمائیے۔

تحقیق وتنقید کے حصہ میں اپنے مضمون بعنوان: ''ہر قدم اس راہ میں عجز طبیعت شرط ہے'' کے حوالے سے چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ مضمون میں نے کمپوز کرا کے بھیجا تھا مگر کمپوزر اور میری کوتاہی کے باعث چند اغلاط رہ گئیں، اس حوالے سے میں معذرت خواہ ہوں۔ ان کی نشاندہی ضروری ہے۔

ص ۵۶ سطر ۱۷ کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جو اشعار نقل کیے گئے ہیں، ان سے پہلے یہ سطر کمپوز نہیں ہو پائی:

''اب عجز وانکسار کے اظہار کے حوالے سے اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔''

ص ۵۹، آٹھویں سطر کے بعد سعود عثمانی کی نعت شامل ہے۔ یہ نعت معیاری نعت کہنے کے لیے قارئین کی رہنمائی کررہی ہے۔ اس نعت سے پہلے اس سطر کو موجود سمجھا جائے:

''مابعد اشعار، اظہارِ انکسار کے عمدہ نمونے ہیں۔''

بعض شعرا نے نعت کہتے ہوئے عجز وانکسار کے اظہار کو نعت کے جز ولازم کے طور پر قبول

کیا ہے۔
سرور صاحب بارِ دِگر آپ کا شکر گزار ہوں، اللہ کریم آپ کو مزید کامیابی عطا فرمائے، آمین۔
ڈاکٹر شبیر احمد قادری، فیصل آباد

محترم سرور حسین نقشبندی صاحب
السلام علیکم
اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔ ''مدحت'' کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ ماشاء اللہ اس شمارے کے مشمولات کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ اس شمارے میں شامل حمد و نعت اور تحقیق و تنقید سے گوشۂ احمد ندیم قاسمی تک تمام نگارشات نہایت پُرمغز، معیاری اور فکر انگیز ہیں۔
قوم کی دینی و اخلاقی تربیت کے حوالے سے آپ کی مساعیٔ جمیلہ لائق تحسین ہیں۔ بے شبہ یہ رسالہ آپ کے لیے زادِ آخرت اور سامانِ مغفرت ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو تندرست و توانا رکھے اور مزید دنیوی و اخروی سعادتوں سے نوازے۔ میں آج کل لاہور میں ہوں اس لیے درج بالا پتے پر ہی رابطہ رکھیں۔

خاکسار
قاسم جلال

محترم سرور حسین نقشبندی صاحب
السلام علیکم
امید ہے مزاج گرامی بفضل خدائے عزوجل اچھے ہوں گے۔ آپ کی محبت ہے کہ آپ ''مدحت'' ہر بار ارسال فرما دیتے ہیں۔ اس کرم فرمائی پر ممنونِ احسان ہوں۔ آپ نعت فورم کے زیر اہتمام یہ انتہائی خوبصورت مجلّہ شائع فرما رہے ہیں جس میں حسب روایت آپ کا حسن انتخاب اور حسن ترتیب، تزئین و تدوین دیکھ کر بے ساختہ آپ کے لیے داد و ستائش کے ساتھ دعائیں بھی نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کو قبول فرمائے۔ آمین۔ اس کے ''اظہاریئے'' میں عہد حاضر کی نعت

پر عظیم شاعر احمد ندیم قاسمی کے اثرات کو ان کی خدمات کا مرکزی نکتہ قرار دیا گیا ہے اور ان کی عظمت کو تسلیم کر کے ان کی نعتیہ شاعری کے پہلو اجاگر کیے گئے ہیں۔ بلاشبہ یہ ''مدحت'' کا سہ ماہی ایڈیشن اپنے مشمولات کی انفرادیت، حسن عقیدت اور نعت کے شعراء کے تعارفِ شعر اور شعراء کے کمال شعری کا انتخاب اس شمارے کی جان ہے۔ جس پر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو باور آور کرے اور اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

خورشید بیگ میلسوی

محترم سرور حسین نقشبندی صاحب

السلام علیکم

آداب!! خداوند قدوس آپ کو صحت و سلامتی سے نوازے اور تازیست دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ اور توصیف مصطفیٰ ﷺ کے لیے ہر لمحہ کمر بستہ رکھے۔ آمین

آپ کی خدماتِ نعت کو قبول فرمائے اور آپ یقیناً دور جدید میں نعت نگاری، نعت کاری اور نعت گوئی کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کا بھی ایک معتبر و مستند حوالہ ہیں۔ ''مدحت'' کے تین شمارے موصول ہوئے۔ ایم فل کے امتحانات اور رمضان کریم کی مصروفیات کی وجہ سے رسیدی خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ محبت کشی اور یادفرمائی کا بے حد شکری۔ ''مدحت'' اس وقت خدمات نعت اور نعتیہ ادب کی ترویج و تبلیغ اور فروغ اشاعت میں وطن عزیز کے معیاری مجلّات کی صف میں ہے۔ اللہ کریم اور زیادہ عزتیں فرمائے۔ آمین

نعتیہ صحافت پر ایم فل کا مقالہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ اس حوالہ سے مدحت کے شمارے مجھے یقینی طور پر ایک بنیادی مآخذ کا کام دے دیں گے۔ مزید مضامین مدحت کے لیے بھیجتا رہوں گا۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔ فی الوقت مدحت کے اگلے شمارہ کے لیے ایک نعت ارسال کر رہا ہوں۔ مدحت کی تمام ادارتی ٹیم کو مؤدبانہ سلام۔

والسلام

محمد قاسم کیلانی، حافظ آباد

محترم جناب سرور حسین نقشبندی صاحب!

السلام علیکم!

خدا کرے آپ مع احباب خیریت سے ہوں۔ میں نے آپ کی جانب سے ''مدحت،۲۰۱۰ء'' اور حالیہ شمارہ ''مدحت ۲۰۱۵ء'' موصول کرنے پر آپ کو بطورِ رسید SMS بھی کر دیا تھا۔ مگر اس خیال سے آپ کو آج خط بھی لکھ رہا ہوں کہ شاید آپ نے میسیج نہ پڑھا ہو۔ مدحت کے شمارے جب مجھے ملے تو دل بہت خوش ہوا اور یہ یقین پختہ ہو گیا کہ آپ جیسے مہربان، شفیق، ہمدرد لوگ ابھی زندہ ہیں جو ملک بھر میں کہیں بھی نعت کی خدمت کرنے والوں کی دل و جان کے ساتھ حوصلہ افزائی کرنا باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تا حیات تندرست و توانا رکھے تا کہ آپ اسی لگن کے ساتھ نعتیہ ادب کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔

''مدحت'' نعت کے حوالے سے ایک بیش بہا علمی خزینہ ہے جو نعت لکھنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ابھی شمارہ زیرِ تصرف ہے خداوند کریم آپ کی اس خدمتِ عالیہ کا آپ کو دنیا و عقبیٰ دونوں میں ضرور صلہ دے گا۔

والسلام

حکیم خان حکیم (اٹک)

گرامی قدر حضرت سرور حسین نقشبندی صاحب

سلام و رحمت۔ اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ نوائے وقت'' بابت ۹ ستمبر میں آپ کے شاہکار مجلّہ ''مدحت'' پر تبصرہ نظر سے گزرا۔ مبارک ہو کہ آپ بڑا مستحسن کام کر رہے ہیں۔ اس سے قبل آپ نے ''مدحت'' کا ''حفیظ تائب نمبر'' نکالا تھا، جو اُن کے برادر گرامی جناب عبد المجید منہاس نے مجھے ارسال فرمایا تھا۔ اگر موجودہ شمارہ احمد ندیم قاسمی نمبر مرحمت فرما دیں تو کرم ہو گا۔

فقط والسلام

محمد صادق قصوری

مکرمی سرور حسین نقشبندی!

سلام مسنون و دعوات الصالحات!

مدحت کا تازہ شمارہ آج ہی نظر نواز ہوا۔ آپ نے جہاں حمدیہ اور نعتیہ کلام سے اپنے قارئین کو سرشار کیا ہے وہاں اہل علم اور ادب کے لیے بھی شمارے میں وافر مقدار میں تسکین کا سامان موجود پایا۔ فارسی ادب کے متقدمین شعرا کا تعارف قلی قطب شاہ کی نعتوں کا انتخاب کی صورت میں جدید ادب کے طلبہ کو وہ نقوش پا ملے ہیں جن کے ذریعہ روایت کے ساتھ جڑ کر جدتوں کی تلاش کی جاسکتی ہے۔

آپ نے احمد ندیم قاسمی پر خصوصی گوشے کی اشاعت کا اہتمام کر کے میرا دل جیت لیا ہے قاسمی صاحب نے ترقی پسندیت کے حصار میں رہتے ہوئے بھی نعت کا علم بلند کیا۔ انھوں نے محض رسمی طور پر نہیں بلکہ باقاعدگی سے نعت کہی اور میرے نزدیک تو احمد ندیم قاسمی نے فروغِ نعت کے لیے ایک عظیم جہاد کیا۔ وہ ترقی پسند تحریک میں رہتے ہوئے بھی اپنے اللہ رسول کے ساتھ اسی شدت سے وابستہ رہے جو ان کے خاندان کی قدیم روایت تھی۔ سچ پوچھیے تو احمد ندیم قاسمی کا ادبی علمی اور مذہبی قد کاٹھ اتنا بلند تھا کہ ترقی پسند تحریک ان کے افکار و نظریات کو بالکل متاثر نہ کرسکی اور نہ ہی ترقی پسند تحریک نے ان کے قد و قامت میں کوئی اضافہ کیا۔ وہ ترقی پسند تحریک میں شمولیت سے پہلے بھی اتنے ہی بڑے شاعر تھے۔ جتنے وہ ہمیں بعد میں نظر آتے ہیں۔ انھوں نے نعت نگاروں کو جس اسلوب و آہنگ سے آشنا کیا وہ مدتوں تک قابل تقلید رہے گا احمد ندیم قاسمی کی نعتوں میں جہاں جمالیاتی عناصر نے کھل کر اپنی نمود کی وہاں فکری اور شعری سطح پر بھی نعت گو شعراء کے لیے ان کی نعت میں ایک قابل تقلید معیار پایا جاتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نعت کے لیے وفور عقیدت ایک لازمی جزو ہے اور اس کے بغیر نعت نہیں کہی جاسکتی۔ ہر نعت گو اپنے اشعار میں اسی وفورِ عقیدت کا اظہار کرتا ہے اور عقیدت کو میزان فن پر تولا نہیں جاسکتا یہ اس کی توہین ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ نعت کی فنی اور فکری سطح پر پرکھ نہ کی جائے۔ اگر وفورِ عقیدت کے ساتھ فنی، شعری اور فکری محاسن بھی شامل ہوجائیں تو عقیدت، حسن عقیدت میں بدل جاتی ہے۔ ندیم صاحب کا اختصاص یہی ہے کہ ان کے ہاں ادبی نکھار، محاسن شعر، غزل کے علائم و رموز اور وفور عقیدت سبھی یک جا ہوجاتے ہیں جس سے ان کا نعتیہ کلام ایک ایسے مقام و مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے جو کسی اور کو

نصیب نہیں ہوا۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

سہ ماہی فروغ نعت کا آٹھواں شمارہ آپ کی خدمت میں ارسال کر چکا ہوں۔ مدحت کی آئندہ کسی اشاعت میں فروغ نعت پر تبصرہ کا خواہش مند ہوں۔ مدحت کے لیے اپنی ایک نعت بھی ارسال ہے امید ہے کہ آپ کی نگہ انتخاب سے محروم نہیں رہے گی۔

والسلام

شاکر القادری، مدیر سہ ماہی فروغ نعت اٹک

محترم جناب سرور بھائی صاحب

سلام مسنون،

''مدحت'' کا شمارہ ملا بہت مسرت ہوئی کہ اس میں ایک کے بجائے دو شمارے ایک ساتھ میسر آگئے۔خوبصورت مدحتوں سے بھرپور ہمیشہ کی طرح دل کو منور کرتا ہوا آپ کی کاوشوں کی داستان سُنا تا ہے۔اس میں جو گوشہ آپ نے مختص کیا۔ کیا خوب ہے! خالد احمد بلاشبہ ایک شخصیت نہیں ایک عہد کا نام تھا۔ان کے بارے میں جتنا پڑھیں اتنا ہی کم اور جو لوگ ان کے قریب تھے۔ان کی باتیں پڑھ کے تو دل زار زار روتا ہے کہ کیسے کیسے لوگ اس دنیا سے رخصت تو ہوئے لیکن اپنی زندگی کو روشن کر گئے اور جاوداں ہو گئے ہر اک دل میں ہمیشہ کے لیے اور اپنی عاقبت کو بھی سنوار گئے۔

اک پیکرِ خلوص و وفا تھا، نہیں رہا
سب کے لیے جو محو دعا تھا، نہیں رہا
کہنے کو لوگ کہتے ہیں ''ہم فقیر لوگ''
سرورؔ مگر یہ جس کو روا تھا، نہیں رہا

''تشبیب'' ایک بہت ہی خوبصورت اور عمدہ روشن کتاب ہے اور جو نعتیہ قصائد پر مشتمل ہے۔ جس کے بارے میں ''مدحت'' میں پڑھ کر دل میں شوق از حد بڑھ گیا اور اللہ کا کرم یہ ہوا کہ وہ بہت جلد برمنگھم سے میری پیاری آپا طلعت سلیم صاحبہ مجھے بھیجنے والی ہیں۔فون پر بات کرتے ہوئے خالد احمد کا ذکر آتے ہی بتانے لگیں کہ ان کی تحریر کردہ کتاب ''تشبیب'' تو ان کے پاس موجود ہے۔

اس بات پر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ جس کتاب کے بارے میں پڑھ کے دل چاہ رہا تھا کہ میرے پاس ہو اور اللہ تعالیٰ نے یوں سبب بنا دیا۔ الحمد للہ!

تمام کے تمام سلسلے قابل تحسین ہیں اور بار بار پڑھ کے بھی دل نہیں بھرتا، جیسے کے یا حی یا قیوم ،سلسلہ حضوری کا، انتخاب ولی دکنی اور خصوصی طور پر'' برصغیر کی فارسی نعت کے دو ابتدائی نقوش'' جمشید اعظم چشتی صاحب کی ایک بہترین کاوش ہے'' اُردو نعت کا میلادیہ آہنگ''شبیر احمد قادری صاحب کی ایک نہایت عمدہ تحریر ہے۔حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی نعتیہ شاعری'' پروفیسر مجاہد احمد صاحب کی ایک تحسین آمیز کاوش ہے۔

ڈاکٹر عزیز احسن صاحب نے ڈاکٹر محمد طاہر قریشی صاحب کے مقالے''ہماری ملّی شاعری میں نعتیہ عناصر'' کا جو تحقیقی اور تنقیدی پہلو سب کے سامنے پیش کیا ہے تو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ ایک عمدہ تحریر ہے۔جس کے لیے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی صاحب اور سرور بھائی صاحب آپ سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ریاض حسین چوہدری صاحب کا پیش کردہ خوبصورت سا مہکتا ہوا ایک تاثر ''حضور جانتے ہیں'' نہایت مختصر، عمدہ اور جامع تحریر ہے۔ ماشاءاللہ! یہ ایک خوبصورت اور دلآویز نعت ہے جو روح و دل میں اک کیف و سرور عطا کرتی ہے، یوں کہوں تو بہتر ہے قلب و روح کو منور کرتی چلی جاتی ہے۔

حدود طائر سدرہ، حضور جانتے ہیں
کہاں ہے عرش معلیٰ، حضور جانتے ہیں
انہیں خبر ہے کہیں سے پڑھو درود ان پر
تمام دہر کا نقشہ، حضور جانتے ہیں

جواد شائق صاحب نے اسی نعت کو انگریزی زبان میں تحریر کیا۔ بہت مبارک باد کے مستحق ہیں اس عمدہ کاوش پر۔سعدیہ نورین صاحبہ نے ایک تحسین آمیز کام کا آغاز کیا ہے۔ اللہ کریم انکی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین!

''مدحت'' میں اس بار پھر میری تحریر شدہ نعت سرور کونین ﷺ شامل ہوئی جس کے لیے میں آپ کی بہت مشکور ہوں سرور بھائی صاحب۔ میں ہمیشہ اپنے ٹی وی پروگرام کے شروع میں''مدحت'' میں سے کوئی نہ کوئی نعت منتخب کر کے تمام ناظرین اور سامعین کی نذر کرتی رہتی

ہوں۔آپ کا لکھا ہوا ایک استغاثہ بھی سب ناظرین کی نذر کیا تھا۔آپ کی تحریر کی ہوئی نعتیں ہر خاص و عام میں بہت محبت وعقیدت کے ساتھ سنی جاتی ہیں۔آپ کا لکھا ہوا تضمین بر حالی پہ استغاثہ بہت ہی عمدہ ہے۔جی چاہتا ہے کہ بس پڑھتے ہی چلے جائیں اور یہ دل خون کے آنسو روتا ہے، اس اُمت کے احوال پر۔بہت نوازش سرور بھائی صاحب آپ نے ایک عمدہ کلام اس اُمتِ عاصی کو دیا ہے۔اللہ کریم آپ کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے آمین!

والسلام
سمیعہ ناز
لیڈز ۔انگلینڈ (یو۔کے)

گلستان نعت

انتخاب نعت

مرتب

محمد عثمان پھلروان

ناشر

چشتی کتب خانہ، فیصل آباد

ترتیب: محمد احمد پراچہ

نعت فورم لائبریری

موصول ہونے والی کتب، رسائل و جرائد

ادارہ کتب و رسائل بھیجنے والے تمام احباب کا شکر گزار ہے

نام کتاب	موضوع	مرتب/ شاعر/ ایڈیٹر	پبلشر	سالِ اشاعت	ہدیہ کنندہ
شعاعِ نوا	مجموعہ نعت	رئیس احمد نعمانی	گوشۂ مطالعات فارسی	2013ء	رئیس احمد نعمانی
دل جس سے زندہ ہے	مولانا ظفر علی خان کی نعت	پروفیسر محمد اقبال جاوید	نعت ریسرچ سینٹر	اپریل 2015ء	پروفیسر محمد اقبال جاوید
نسبتیں	حمد و نعت	خورشید رضوی	انٹرنیشنل نعت مرکز	مئی 2015ء	ارسلان احمد ارسل
فصیح نعتیں	مشہور نعتیں	ریاض ندیم نیازی	فیض الاسلام پرنٹرز	دسمبر 2014ء	ریاض ندیم نیازی
مدینہ دل بنا	نعتیہ مجموعہ	حسن عسکری کاظمی	اظہار القرآن	2014ء	حسن عسکری کاظمی
السلام اے محورِ اقلیم جاں	نعتیہ مجموعہ	ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم	عبدالحق نعت فاؤنڈیشن	2014ء	ڈاکٹر مشرف حسین انجم
سیرتِ حضور کی خوشبو	نعتیہ مجموعہ	ڈاکٹر مشرف حسین انجم	عبدالحق نعت فاؤنڈیشن	2014ء	ڈاکٹر مشرف حسین انجم

نام کتاب	موضوع	مرتب/ شاعر/ ایڈیٹر	پبلشر	سالِ اشاعت	ہدیہ کنندہ
نوری طاق	پنجابی نعتیہ دیوان	علامہ بشیر حسین ناظم	احمد محمود الزماں	جون 2014ء	احمد محمود الزمان
مقامِ محمود	نعتیہ دیوان	احمد محمود الزماں	احمد محمود الزماں	2008ء	احمد محمود الزماں
جو آقا کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں	نعتیہ مجموعہ	ریاض ندیم نیازی	ماورا پبلشر لاہور	2015ء	ریاض ندیم نیازی
کلیات راقب قصوری	کلیات	محمد صادق قصوری	عمیر پبلشر	مئی 1996ء	محمد صادق قصوری
صلوعلی النبیؐ	نعتیہ دیوان	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی	الجلیس پاکستانی پبلشر	اکتوبر 2016ء	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی
الغیاث	حمد و نعت و منقبت	صاحبزادہ محمد نجم الامین	اکادمی فروغ نعت	2015ء	صاحبزادہ نجم الامین
سوئے مصطفیٰؐ	نعتیہ دیوان	منیر قصوری	نیو فائن پرنٹنگ پریس	نومبر 2000ء	منیر قصوری
تحدیثِ نعمت	نعتیہ دیوان	ریاض حسین چودھری	ناصر باقر پرنٹر لاہور	2015ء	ریاض حسین چودھری
تسبیح نور	مجموعہ حمد و نعت، منقبت	سیّدہ پروین زینب سروری	مکتبہ جدید	2015ء	سیّدہ پروین زینب سروری
گلستانِ نعت	نعتیہ انتخاب	محمد عثمان چشتی پھلروان	چشتی کتب خانہ	2016ء	محمد عثمان پھلروان
نعت رنگ	ایک اجمالی تعارف	ڈاکٹر شہزاد احمد	—	جولائی 2015ء	ڈاکٹر شہزاد احمد
کتھے مہر علی تیری ثنا	تاثراتی جائزہ	پروفیسر اقبال جاوید	—	اکتوبر 2014ء	پروفیسر اقبال جاوید

نام کتاب	موضوع	مرتب/ شاعر/ ایڈیٹر	پبلشر	پبلشر	ہدیہ کنندہ
شاخِ زریاب	شاعری	ڈاکٹر تحسین فراقی	2012ء	حاجی حنیف پرنٹر	ڈاکٹر تحسین فراقی
اللہ تعالیٰ کے رنگ	خوَدنوشت	عظمت شیخ	جون 2015ء	ہائی پوٹینشل بکس	عظمت شیخ
خطبات مجاہد ملت	مولانا عبدالستار خان نیازی کے خطبات	محمد صادق قصوری	جنوری 2016ء	—	محمد صادق قصوری
افضل الرسلؐ		پیر سیّد محمد حسین شاہ علی پوری	1992ء	مرکزی مجلس امیر ملت	پیر سیّد محمد حسین شاہ علی پوری
الفوز العظیم	مقالاتِ سیرت النبیؐ (جلد ۱،۲)	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی	1999ء	اسلامک فاؤنڈیشن کراچی	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی
تعلیم الفائزون	پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی	مارچ 2007ء	رب پبلشر	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی
انفاق	اسلام کا نظامِ صرفِ دولت	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی	جنوری 2008ء	رب پبلشر	پروفیسر فائزہ احسان صدیقی
نذرِ نصیر	فن۔ شخصیت	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	—	البغداد پرنٹرز	افضل خاکسار

☆......☆......☆

نام کتاب	موضوع	مرتب/ شاعر/ ایڈیٹر	پبلشر	سالِ اشاعت	ہدیہ کنندہ
زندگی	شاعر (غزل)	غزل انصاری	اشارات پبلی کیشنز	2014ء	غزل انصاری

رسائل و جرائد

نام مجلد	موضوع	ایڈیٹر	ماہِ اشاعت	ہدیہ کنندہ
نعت رنگ	سلور جوبلی نمبر	سید صبیح الدین رحمانی	اگست 2015ء	سید صبیح الدین رحمانی
ماہنامہ نظریہ پاکستان	نظریہ پاکستان	پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد	مارچ تا جون 2015ء	نظریہ پاکستان ٹرسٹ
مخزن	ادبی مجلّہ	ڈاکٹر تحسین فراقی	2015ء	ڈاکٹر تحسین فراقی
جہانِ نعت	فروغِ نعت کے لیے کوشاں	محمد رمضان میمن	جنوری تا جون 2015ء	رمضان میمن
کاروانِ نعت	ماہنامہ	ابرار حنیف مغل	جون 2015ء تا جون 2016ء	ابرار حنیف مغل
فروغِ نعت	معراج النبی	سیّد شاکر القادر چشتی نظامی	اپریل 2015ء تا جون 2016ء	سیّد شاکر القادر چشتی نظامی
نعتِ رسولؐ	طرحی نعتیں	عبدالغنی تائبؔ	25 دسمبر 2013ء	محمد قاسم کیلانی
سلام یا حسینؓ	مناقب امام حسین	بزمِ نعت پاکستان	2015ء	—
تنویرِ نعت	نعتیہ مشاعرہ	عبدالغنی تائبؔ	2015ء	محمد قاسم کیلانی

☆......☆......☆